بہرائچ
ایک تاریخی شہر
جنید احمد نور
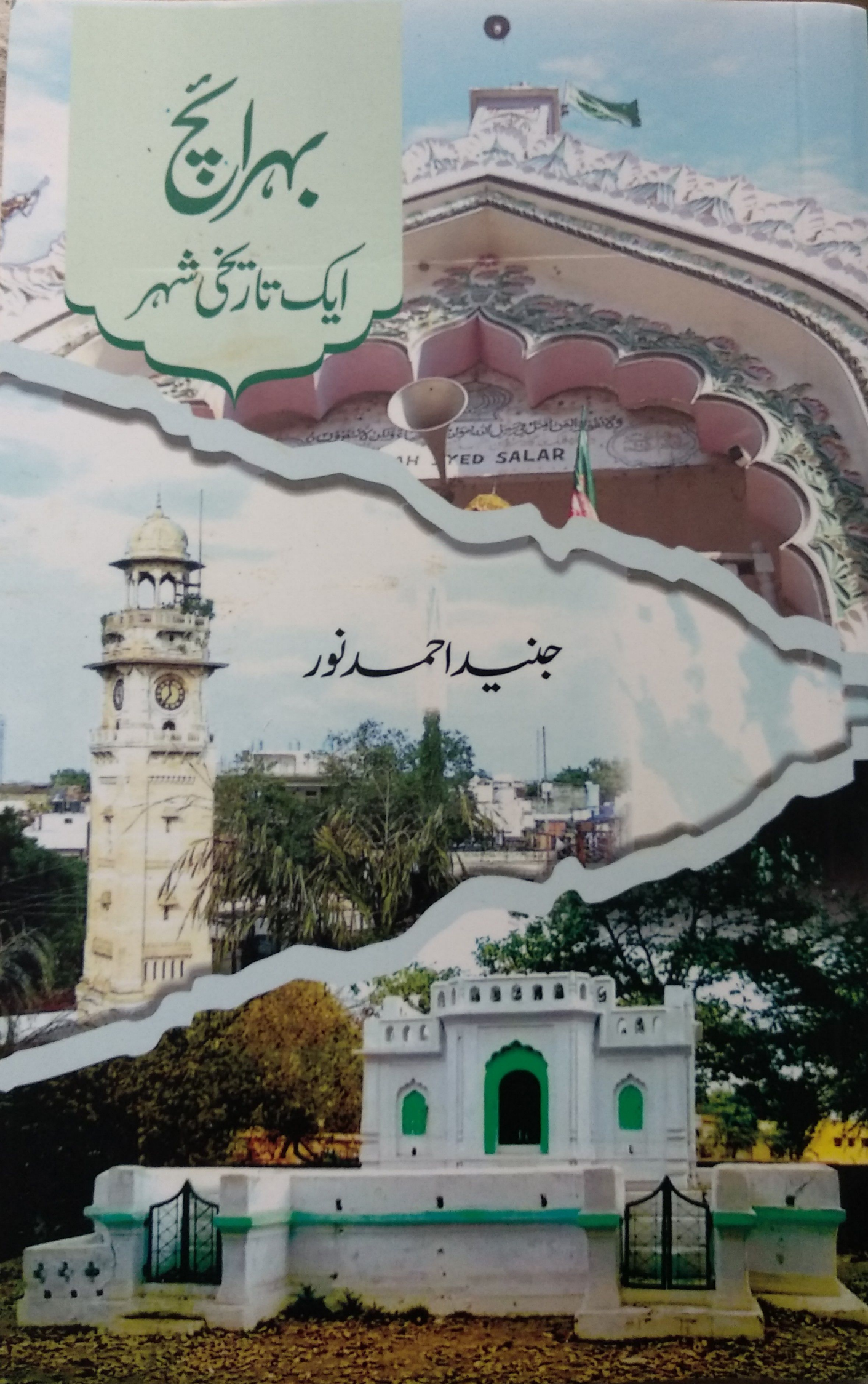
بہرائچ ایک تاریخی شہر

بہرائچ تاریخ کے آئینہ میں

(حصہ اول)

جنید احمد نور

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔
شائع شدہ مواد سے اردو کونسل کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

کتاب ..... بہرائچ ایک تاریخی شہر
مصنف ..... جنید احمد نور
ناشر ..... جنید احمد نور
سن اشاعت ۲۰۱۹ء
تعداد اشاعت ۵۰۰
صفحات ۲۰۸
قیمت ۱۴۵/روپے
کمپوزنگ ..... فرحان جنید
مطبع ..... زاویہ پرنٹ، نئی دہلی
پتہ ..... بہرائچ لائم اسٹورس، چوک بازار بہرائچ271801

Bahraich Ek Tareekhi Shahar

By

Juned Ahmad Noor

First Edition: 2019
ISBN No. 978-93-5351-047-3
Price: IRs 145/.
Pages: 208
Writer & Publisher : Juned Ahmad Noor(M. 9616502261)
C/o Bahraich Lime Stores
Chowk Ghantaghar, Bahraich - 271801

Printed By: Zavia print, New Delhi 110025

دلکی بہرائچ نہیں ہے ترک تازی کا مقام
ہے یہاں پر حضرت مسعود غازیؒ کا مقام

انشاء اللہ خاں انشاؔء

شرف انتساب

ان تمام بزرگوں کے نام جن کے طفیل میں بہرائچ کا نام
تمام ممالک میں اپنا الگ مقام رکھتا ہے۔

جنید احمد نور

فہرست

ذکر بزرگان

ذکر علماء

مشہور سیاسی شخصیات

ضلع بہرائچ کا نقشہ

دعائیہ کلمات

زیر نظر کتاب 'بہرائچ ایک تاریخی شہر' اپنی نوعیت کی ایک معرکہ آراء تالیف ہے۔ عدیم الفرصتی کے باعث پوری کتاب کو بالاستعیاب پڑھ نہ سکا البتہ کتاب کو کجا کجا دیکھنے سےاس بات کا اندازہ ہوا کہ مولف کتاب جناب عزیزم جنید احمد نور سلمہ المنان نے بہت عرق ریزی اورانتہائی لگن کیساتھ یہ تاریخی سرمایہ جمع کر کے قوم وملت کےحضور پیش کیا ہے کوئی بھی غیر جانبدار قاری اس تاریخی شاہکار کو ملاحظہ کرنے کے بعد اسکی اہمیت وافادیت سےضرور متاثر ہوگا اور مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ یہ تالیف علمی حلقوں میں قدر ومنزلت کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی۔

مولف کتاب نے کتاب کے اندر بہرائچ شریف کی اکثر روحانی اورعبقری شخصیات کا بھی ذکر خیر کیا ہے جوکہ موصوف کی اسلاف دوستی پر بین ثبوت ہے بالخصوص سلطان الفاتحین سیدشہداء فی الہند حضور سیدنا سید سالار مسعود غازی قدس سرہ کا ذکر پاک کتاب کی عظمتوں کو چارچاند لگا رہاہے۔ نیز دیگر اکابرین مثلاً حضور سید اجمل بہرائچی حضرت بڈھن بہرائچی حضرت سکندر دیوانہ حضرت سالار سیف الدین بہرائچی حضرت امیر ماہ قدس اللہ اسرارہم کے تذکرے کتاب کو پرلطف وپرکیف بنانے میں اہم کردارادا کررہے ہیں۔سامنے آئے تھے اورمتحدہ ہندوستان کےطول وعرض کواسلامی باغ وبہار عطا کی تھی اورکیوں نہ عطا کرتے جبکہ انکی ولادت کی بشارت انکے والد حضرت ساہوسالار غازی کوحضرت ولایت پناہ سید الاولیاء فی الہند حضور سیدنا سید بدیع الدین احمد قطب المدار زندہ شاہ مدار قدس سرہ نے دی تھی اور فرمایا تھا کہ ساہوسالار عنقریب پروردگار عالم تمہیں ایک فرزند سعید عطا فرمائے گا، اس کا نام مسعود رکھنا اور جب اجمیر معلیٰ

میں آپ کی ولادت ہوئی اور حضرت ساہو سالار غازی نے حضرت سکندر دیوانہ کے ہاتھ سرکار ولایت پناہ سیدنا مدار العلمین قدس سرہ کے بارگاہ میں بطور شکریہ کچھ تحائف دے کر بھیجے اور بھیجنے کے بعد خود بھی فرزند ارجمند کو لے کر مدار پاک کی بارگاہ میں پہونچے تو سب حاضرین نے دیکھا کہ صغرسنی میں بھی سعادت مند فرزند نے سر جھکا کر سلام پیش کیا مدار پاک نے جواب دیا اور کہا کہ یہ علوی نسل سے ہیں اور انکے جد اعلیٰ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سلام میں پہل کرتے تھے۔ یہ آج ہی سے اپنے جد کی پیروی کرتے ہیں اور جب حضرت ساہوسالار نے سرکار غازی کو مدار پاک کی گود میں دیا تو تو سرکار غازی بہت روئے مدار پاک نے اپنے ہونٹوں سے انکے قدموں اور پیشانی کو چوما اور فرمایا کہ بچہ رو رو کر مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ہندوستان میں کفر غالب ہے اور میری خواہش ہے کہ ہر جگہ سے اذان کی صدا بلند ہو مدار پاک نے فرمایا کہ ساہو سالار اس بچے کی اچھی تربیت کرنا یہ بچہ بڑا ہو کر دین متین کا بول بالا کریگا اور مذہب برحق اسکے ذریعہ عام و تام ہوگا اور سکند دیوانہ کو وصیت کیا کہ تم ہمیشہ انکے ساتھ رہنا انکی صحبت کی برکت سے تمہیں بھی مرتبۂ شہادت عطا ہوگا اور پھر اسی مجلس میں حضرت ساہو سالار اور سکندر دیوانہ کو اپنے دست حق پرست پر بیعت کیا اور اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا اور بعد میں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ بھی آپ سے بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے سرفراز کیے گئے۔ صاحب کنز السلاسل حضرت سید علاؤالدین علوی رحمتہ اللہ علیہ نے مذکورہ تمام بزرگوں کے شجرات مداریہ کو اپنے رسالہ مبارکہ میں قلم بند فرمایا ہے۔

فقیر مداری دعاء گو ہے کہ پروردگار عالم اس کتاب کو قبول انام اور شہرت دوام عطا فرما کر مولف موصوف کیلئے زاد آخرت بنائے۔ آمین یارب العلمین

فقط دعاء گو
ابوظفر سید محمد مجیب الباقی جعفری مداری عفی عنہ
صدر سجادہ نشین وتخت نشین
مکن پور شریف ضلع کانپور نگر یوپی (الہند)
۸/شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ، مطابق ۱۴/اپریل ۲۰۱۹ء

پیش لفظ

بہرائچ شہر کی جغرافیائی، تواریخی، مذہبی، سیاسی، سماجی اور جنگ آزادی کی اہمیت و نیز اہم اور بڑی ادبی شخصیات کی بہرائچ سے نسبت نے جنید احمد نور کو اس قدر متاثر کی کہ انہوں نے بہرائچ شہر پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا۔لیکن یہ کام اتنی طوالت اختیار کر گیا کہ جنید احمد نور کو اپنی اس تحریر کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا۔اس طرح یہ تواریخی کتاب ' بہرائچ ایک تاریخی شہر' کی ایک جلد 'بہرائچ تاریخ کے آئینہ میں' اور دوسری جلد 'بہرائچ اردو ادب میں' تیار ہو گئی جو الگ الگ حصوں میں ہوتے ہوئے بھی کافی ضخیم ہے۔

'تاریخ کا آئینہ' کیسے کیسے چہرے دکھلاتا ہے، یہ بڑا دلکش موضوع ہے، کہیں ہنساتا ہے، کہیں رولاتا ہے، اور 'اردو ادب' کی دلچسپی کا کہنا ہی کیا؟ کیا کیا گل بوٹے باغ ادب کو مہکاتے نظر آتے ہیں۔

جنید احمد نور نے جس تجسس، محنت اور لگن کے ساتھ یہ کام شروع کیا تھا، انھیں یہ اندازہ بھی نہ رہا ہوگا کہ یہ کام اتنا طویل ترین ہو جائے گا۔شہیدوں، ولیوں، بزرگوں، مزاروں، خانقاہوں کے حالات قلم بند کیے، ان کے فیوض و براکات کے قصّے عام کیے، کتب خانوں کی خاک چھانی، موبائل میں آستانوں کی تصاویر قید کیں، انھیں قرطاس پر اتارا اور اردو ادب کے درخشاں اور روشن ادیبوں کے حالات اور زندگی پر تحریریں لکھیں اور تصویریں بھی چسپاں کیں، یہ نو عمر جنید کا ہی وصف ہے۔

انگریزی کا ایک مقولہ ہے"No Stone leave Unturned"اسی کے مصداق جنید احمد نور نے ایک ایک شخص سے مل کر مواد اکٹھا کیے ہیں اور تصدیق کی

ہے۔جن جن جگہوں پر موادفہمی کی گنجائش تھی وہ ایک ایک در کھٹکھٹایا ہے۔مستند کتابوں، دستاویزوں اور لوگوں سے نقول وفوٹو حاصل کیے ہیں اور انھیں یکجا کیا ہے۔ان سب کارناموں میں ان کی انتھک محنت جھلکتی ہے۔ان سب کے دلوں میں جنید احمد نور کی ایک بڑی ہی خوبصورت تصویر ہے،محبت ہے،شفقت ہے،عزت ہے،اور سبھی اسے اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہ ہونہار نوجوان آگے اور بڑے کارنامے انجام دے گا۔میری دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔

بہرائچ جغرافیائی ،تواریخی ،مذہبی،سماجی ،جنگ آزادی اور ادبی لحاظ سے اس قدر زرخیز اور بے نظیر ہے کہ اس کی دو جلدیں بھی نا کافی لگتی ہیں۔جنید احمد نور حقیقتاً بہرائچ کا نور ہے۔

محمد حسنین
(رٹیائرڈ ایس۔اے۔او)
محلّہ چھاونی امام بارہ
بہرائچ (اتر پردیش)-۲۷۱۸۰۱
موبائل:9628100752

اپنی بات

بہرائچ علاقہ اودھ کا ایک تاریخی شہر ہے جسے سلطان الشہدا فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا جائے شہادت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میرا وطن بہرائچ ہے۔ ویسے تو حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی حیات و خدمات پر تمام کتابیں دستیاب ہیں، لیکن بہرائچ کی تاریخ پر اردو میں کوئی تفصیلی کتاب نہیں ملتی سوائے سنی سنائی باتوں کے۔ بہرائچ زمانہ قدیم سے علم کا مرکز رہا ہے۔ بہرائچ کا تذکرہ تقریباً تاریخ کی تمام کتابوں میں ملتا ہیں۔ بہرائچ سلسلہ سہروردیہ کے مشہور بزرگ حضرت سید امیر ماہ ؒ بہرائچی صاحب کی جائے پیدائش اور جائے وفات ہے۔ مشہور بزرگ اور مختلف سلسلوں سے وابسطہ حضرت صدر جہاں سید اجمل شاہؒ بہرائچی کی جائے وفات اور انکے خلیفہ مجاز و شاگرد رشید مخدوم سید بڈھن شاہؒ بہرائچی کی جائے پیدائش اور وفات کا بھی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ دہلوی کے خلیفہ خاص ''معلولات مظہریہ'' اور ''بشارات مظہریہ'' کے مصنف حضرت شاہ نعیم اللہؒ بہرائچی اور شاہ غلام علی ؒ دہلوی کے خلیفہ خاص مولانا شاہ بشارت اللہؒ بہرائچی کا بھی جائے پیدائش اور جائے وفات یہی شہر ہے۔ جہاں آپ تمام لوگوں کے مزارات مرجع خاص و عام ہیں۔ آج بھی شاہ نعیم اللہ بہرائچی کا خاندان اپنی سابقہ روایات کے ساتھ بہرائچ میں موجود ہے۔ بہرائچ ہی وہ شہر ہے جہاں سے مولانا شاہ نور محمدؒ رسڑاوی ثم بہرائچی نے اپنی اصلاحی تحریک چلائی اور جہاں ''اکلیل پریس'' قائم کرکیا اپنے پیر و مرشد شیخ الدلائل علامہ محمد عبدالحق مہاجر مکیؒ کی کتاب ''مدارک التنزیل المطبوع علی الاکلیل علی مدارک التنزیل''

المعروف ''تفسیر اکلیل'' جو سات جلدوں میں ہے، اس کو شائع کیا تھا۔ آپ کی یادگار کے طور پر قائم شدہ جامعہ عربیہ مسعودیہ نورالعلوم شمالی ہندوستان کے مدارس میں اپنا منفرد مقام رکھتا ہے۔

بہرائچ سیاسی طور پر بھی کافی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ جنگ آزادی میں بہرائچ کے لوگوں نے آگے بڑھ کر حصہ لیا تھا۔ کہتے ہیں بیگم حضرت محل جب لکھنؤ سے نکل کر نیپال گئی تب انہوں نے بہرائچ کے قلعہ بونڈی میں پناہ لی اور یہیں سے نیپال کو گئی تھیں۔ آزادی کے بعد ہوئے پہلے عام انتخابات میں بہرائچ صدر سیٹ سے مشہور مجاہد آزادی اور قومی رہنما رفیع احمد قدوائی نے فتح حاصل کی اور پنڈت نہرو کی کیبینٹ میں وزیر ہوئے۔ اسکے علاوہ سابق گورنر سردار جوگیندر سنگھ، مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ، منظور حسن، خواجہ خلیل احمد شاہ، ٹھاکر حکم سنگھ، ڈاکٹر وقار احمد شاہ جیسے رہنما بھی اسی سرزمین پر ہوئے۔

اردو ادب میں بہرائچ ایک منفرد مقام پر ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں کیفی اعظمی، عصمت چغتائی کے صرف بچپن کے دن ہی نہیں گزرے بلکہ کیفی صاحب کا ادبی سفر ہی بہرائچ سے شروع ہوتا ہے جہاں انہوں نے اپنی پہلی غزل کہی تھی، عصمت چغتائی کے والد اپنی نوکری کے دوران بہرائچ میں کئی سال رہے۔ جہاں عصمت بھی ساتھ میں رہتی تھیں۔ آپ عصمت چغتائی کی کہانیوں میں بہرائچ، بالے میاں کے میلے کا ذکر پڑھ سکتے ہیں۔

شہنشاہ طنز و مزاح شوق بہرائچی بھی آج سے سو سال پہلے ۱۹۱۹ء میں اجودھیا سے بہرائچ آئے اور یہیں کے ہو کے رہ گئے اور بہرائچ کی شاعری کو ملکی سطح پر منظر عام پر لائے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ڈاکٹر نعیم اللہ خیالی، اظہار وارثی، عنبر بہرائچی، فرحت احساس وغیرہ نے بہرائچ کا نام اردو ادب میں سنہرے لفظوں میں لکھوایا۔ اس کے علاوہ محترم اثر بہرائچی صاحب نے اپنی شاعری کے بل پر بہرائچ کا نام امریکہ اور تمام ملکوں میں روشن کیا۔

لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ بہرائچ کو جو مقام ملنا چاہئے تھا یا یوں کہیے کہ

بہرائچ کی تاریخ پر جو کام ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہوا اگر ہوا بھی تو وہ منظر عام پر نا آسکا اور ضائع ہو گیا۔انہیں سب کو پس منظر میں رکھتے ہوئے خاکسار نے ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے بہرائچ کی تاریخ کو'بہرائچ تاریخ کے آئینہ میں'۔

میں خوش نصیب ہوں کہ میری ولادت ایک ایسے خاندان میں ہوئی جہاں علم اورادب وراثت کا حصہ ہیں۔ہمارے جدامجد الحاج براتی میاں نقشبندیؒ متوفی (۱۹۵۰ء) کے تین بیٹے تھے ۔میرے پردادا الحاج قادر میاں چونے والے متوفی (۱۹۶۹ء) ،میرے پرنانا الحاج شفیع اللہ شفیعؔ بہرائچی متوفی (۱۹۷۳ء)و رحمت اللہ صاحب تھے۔میرے پرنانا الحاج شفیع اللہ صاحب تخلص شفیعؔ بہرائچی اپنے وقت کے مشہور شاعر و تاجر تھے۔میرے دادا الحاج نور احمد صاحب چونے والے متوفی (۱۹۹۵ء) نامور تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی ،تاریخی وادبی کتابوں/رسائل کے شوکین تھے اور آپ نے تمام نایاب کتابیں اپنے خزانے میں اکیجا کی۔میرے والد مرحوم رئیس احمد صاحب چونے والے متوفی (۲۰۱۱ء) کو بھی کتابوں و رسائل سے لگاو تھا اور وہ بھی کتابیں و رسائل منگایا کرتے تھے۔میرے چھوٹے چچا مرحوم حمید الدین صاحب متوفی (۲۰۱۸ء) کو بھی اسلامی تاریخی ناولوں کا شوق تھا۔وہ بھی اسلامی تاریخ پر مبنی ناول منگایا کرتے تھے۔اس طرح مجھے بچپن سے ہی گھر میں کتابیں پڑھنے کا ماحول ملا اور مجھے تاریخ کی کتابیں پڑھنے میں ہمیشہ دلچسپی رہی اور تاریخ میرا پسندیدہ مضمون رہا۔امتحانات میں ہمیشہ تاریخ کے مضمون میں سب سے زیادہ نمبر حاصل ہوئے۔اسکولی دنوں میں جب بھی موقع ملتا تھا کتابوں کے کمرے میں پہنچ کر کتابیں نکال کر پڑھنے لگتا تھا۔ میں نے جو کچھ یہاں رقم کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اس میں بہت بڑا ہاتھ میرے دادا ابو،والد صاحب اور چچا کے اکیجا کئے گئے کتابی خزانہ کا بھی ہے۔اگر انکے خزانہ میں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی حیات پر مبنی نایاب کتابیں' آئینہ مسعودی ترجمہ میراۃ مسعودی'،تاریخ سید سالار مسعود غازیؒ' 'حیات مسعودی' ' آب کوثر' 'معارف' وغیرہ نا ہوتی تو یہ کتابی شکل میں نامکمل ہوتی ۔

میں ان تمام احباب کا بہت ممنوں ہوں جنہوں نے اس کام میں میری مدد فرمائی کتابوں کی فراہمی کے سلسلہ میں خاص طور پر محترم ڈاکٹر رضی السلام ندوی،حضرت مولانا الحاج امیر احمد قاسؔمی صاحب (استاذ جامعہ مسعودیہ نور العلوم، بہرائچ) محترم ماسٹر خالد نعیم صاحب، بزرگ شاعر ڈاکٹر عبرؔت بہرائچی، جوؔاد وارث،سید ظفر احسن صاحب (سجادہ نشین خانقاہ نعیمیہ، بہرائچ)،حضرت مولانا ارشد القادری (شاہی امام اندورنی مسجد درگاہ شریف بہرائچ)، مشہور وکیل سید مسعود المنان صاحب،سید جمیل احمد صاحب (نامی دواخانہ، چوک بہرائچ)،حافظ سید محمد آصف، شارؔق ربانی نانپاروی، شاعؔر جمالی کے صاحبزادے جناب ظفر الحسنین ظفؔر اور مشہور اردو ویب سائٹ ریختہ ڈاٹ اوآر جی۔ ریختہ جیسی ویب سائٹ نے بھی کتاب لکھنے مین اہم کردار ادا کیا اگر یہ ویب سائٹ نہ ہوتی تو نایاب کتابوں سے استفادہ نہیں کر سکتا تھا جو اب بازار میں نادر و نایاب ہیں۔

میں اپنے استاد حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب قاسؔمی (استاد جامعہ مسعودیہ نور العلوم)، کے علاوہ مولانا محمود حسن وحیدؔی صاحب (استاد شعبہ فارسی جامعہ مسعودیہ نور العلوم و امام وخطیب مسلم مسافر خانہ بہرائچ اور جناب مولانا فرمان اللہ خاں صاحب قاسؔمی کا بیحد شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے عربی اور فارسی کے تراجم اردو میں کر کے میرے لئے آسانی پیدا کی جس سے میں اسے یہاں نقل کر سکا۔

آخیر میں اپنے مشفق بزرگ جناب حضرت اظہاؔر وارثی صاحب (افسوس کتاب مکمل ہونے سے پہلے آپ کا انتقال ہو گیا۔) مشہور قانون داں جناب پروفیسر ڈاکٹر طاہر محمود صاحب،مشہور ترجمہ نگاراور میرے مشفق بزرگ محمد حسنیؔن صاحب (حسنین نانا نے انگریزی کتابوں سے اردو ترجمہ کر کے میری حوصلہ افزائی کی اور جہاں بھی سمجھ میں نہ آیا آپ نے راہ دکھائی۔) میرے چھوٹے نانا جناب الحاج محمد علیم اللہ صاحب،محترم قاری محمد جواد صاحب (استاد جامعہ مسعودیہ نور العلوم)، جناب خلیق الرحمٰن صاحب، ماموں جناب محمد فیض اللہ فیض بہرائچی صاحب،ڈاکٹر ندیم سحر عنبرین وانکے شوہر جناب محمد تحسین زماں صاحب (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) اور،احمرین اپی وسیمیں اپی،

مولانا وصی اللہ قاسمی کے مشوروں اورمحبتوں کا ہمیشہ قرض دار رہونگا اور تمام ان لوگو کا جنہوں نے کسی نہ کسی شکل میں میری مدد فرمائی ان سب کا بھی بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جنکے گراں قدر مشوروں اور دعاؤں سے یہ کتاب پائے تکمیل کو پہنچی۔

اب ناظرین کو فیصلہ کرنا ہے کہ میں کہاں تک کامیاب رہا۔ میں تاریخ کا ادنیٰ سا طالب علم ہوں ۔اس لئے اگر کوئی غلطی ہوتو اسے بتانے کی مہربانی کریں، جس سے اسے صحیح کیا جا سکے۔ شکریہ۔

فقط والسلام

جنید احمد نور

قاضی پورہ بہرائچ

۱۶/اگست ۲۰۱۸ء

بہرائچ تاریخ کے آئینہ میں

دریائے گھا گھرا کے کنارے صوبہ اتر پردیش کے دارالحکومت لکھنؤ سے ۱۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع بہرائچ صوبہ وخطہ اودھ کا تاریخی ضلع اور شہر ہے۔ضلع بہرائچ کو اگر جغرافیائی نقط نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتر پردیش کا ایک ایسا ضلع ہے جو نیپال کی سرحد پر اور ہمالیہ کی گود میں بسا ہوا ہے۔ویسے تو یہ ضلع ترقیاتی نقطۂ ونظر سے کافی پسماندہ ہے لیکن قدرتی دولت سے مالا مال بھی ہے۔بہرائچ کے جنگلات میں کترنیا گھاٹ پوری دنیا میں اپنا الگ مقام رکھتا ہے اتر پردیش کی اکھلیش یادو حکومت نے اسے اپنی اکو ٹورازِم اسکیم میں نمایاں طور پر آگے رکھا اور یہاں بیرونی اور ملکی سیاحوں کے لیے کافی صہولیات کا انتظام بھی کیا۔

بہرائچ کی تاریخ میں کیا اہمیت ہے، یہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سابق ناظم ندوۃ العلماءلکھنؤ کے ان الفاظ سے سمجھی جا سکتی ہیں جو انہوں نے ۱۷اور ۱۸/ اپریل ۱۹۸۲ء میں منعقد ہوئی پانچویں صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بہرائچ میں خطبۂ صدارت میں کہی تھیں۔جو یہاں نقل ہے:

''انسانی فیصلہ کی طاقت اور کرامت کی ایسی مثالیں ہیں،جن کا باور کرنا مشکل ہے،اس کی ایک شہادت آپ کا شہر (بہرائچ) پیش کرتا ہے کہ خدا کا ایک بندہ (سید سالار مسعود غازیؒ) غزنی افغانستان سے رفقاء کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ اس ملک میں جو ایک تحتی براعظم ہے، داخل ہوتا ہے، وہ توحید کا پیغام پہنچانے اور انسانوں کو انسانیت کا سبق سکھانے کے لئے سر ہتھیلی پر رکھ کر آئے ،عقل کا فیصلہ صریحاً اس کے

خلاف تھا،کوئی آدمی صحیح الحواس ہونے کے ساتھ اس کی ہمت نہیں کر سکتا تھا کہ اتنے لمبے چوڑے ملک میں ساتھیوں کی اتنی تھوڑی تعداد کے ساتھ قدم رکھے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب سفر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل وحرکت کی یہ آسانیاں نہیں تھیں،لیکن وہ اس دور دراز مقام سے منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا،راستہ میں اپنے سفر کی نشانیاں چھوڑتا ہوا اس خطہ میں آ کر اپنے کام کوختم کر دیتا ہے یا اس سے اس کام کوختم کرا دیا جاتا ہے۔آج وہ یہاں آسودۂ خاک ہے،ایک فرد کے فیصلہ کی طاقت کا یہ ایسا روشن ثبوت ہے جس کی مثال دور دور تک نہیں ملتی۔''(۱)

محمد انصاراللہ اپنی تصنیف کے باب اضلاع مشرقی میں لکھتے ہیں:

''از اہل اسلام اول کسے کہ دریں ملک فرماں رواشد حضرت سالار مسعود غازیؒ بودند کہ بعد فتح ایں ملک تادیارِ بنارس و جونپور خطبہ وسکہ بہ نام سلطان محمود غزنوی خالِ خود رواج داند۔''(۲)

ترجمہ اردو از سید ظفر احسن بہرائچی

> ''اہل اسلام میں سے اول جو شخص اس ملک کا فرمارواں ہوا وہ حضرت سالار مسعود غازیؒ تھے،جنہوں نے اس ملک کو فتح کے بعد بنارس اور جونپور تک کے شہروں میں اپنے ماموں سلطان محمود غزنوی کے نام کا خطبہ وسکہ رائج کیا۔''

سالار مسعود غازیؒ کے والد ستر کھ (بارہ بنکی) میں مقیم تھے۔وہیں انھوں نے وفات پائی گویا ان مفتوحہ علاقہ کا صدر مقام وہی تھا۔ان بزرگ کی وفات کے بعد بہرائچ تک کے مقامی باشندوں نے بغاوت کی۔اسی جنگ کی وجہ سے اس مقام کا نام بھڑائچ (یعنی خاص لڑائی) پڑ گیا تھا۔

'توابع آں حضرت (سالار غازیؒ) کہ تا بنارس متفرق بودند یک یک بجاہائے خود شہید شدند دباز حکومت ایں دیار بہ راجہ ہائے منتقل شد۔'(۳)

---

(۱) خطبۂ صدارات بہرائچ،مطبوعہ ۱۹۸۲ء،ص ۳

(۲) تاریخ ادب اردو جلد ۱۶،مطبوعہ ۲۰۱۶ء،ص ۳۱۵

(۳) تاریخ ادب اردو جلد ۱۶،مطبوعہ ۲۰۱۶ء،ص ۳۱۵

ترجمہ اردو از سید ظفر احسن بہرائچی

''حضرت سالار غازیؒ کے رفقاء جو کہ بنارس تک پھیلے ہوئے تھے اپنی اپنی جگہ ایک ایک کر کے شہید ہو گئے اور پھر اس شہر کی حکومت راجگان کو منتقل ہو گئی۔''

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں بہرائچ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''بہرائچ ایک خوب صورت شہر ہے جو دریائے سرجو کے کنارے واقع ہے سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے۔ بادشاہ شیخ سالار (سید سالار مسعود غازیؒ) کی قبر کی زیارت کے لئے دریا پار گیا۔شیخ سالارؒ نے اس نواح کے اکثر ملک فتح کیے تھے۔اوران کی بابت عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں۔''(۴)

مولانا امیر احمد قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

'بہرائچ کے شراوستی جنگل میں ۲۵ سالوں تک مہاتما بدھ تلاشِ حق کے لئے گیان ودھیان میں مراقب رہے،آج بھی شراوستی کے کھنڈرات اس عظیم متلاشئ حق کی صحرا نوردیوں کا افسانہ زبان حال سے بیان کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔مشہور چینی سیاح ہوان سانگ جو بودھ مذہب کے آثار و صنادید کی تلاش میں ہندوستان آیا تھا بہرائچ بھی حاضر ہوا تھا۔'(۵)

بہرائچ کا قدیم نام بھڑائچ تھا۔کچھ لوگ اس نام کہ وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قدیم زمانے میں یہاں بھڑ قوم آباد تھی جو یہاں حکومت کرتی تھی۔ بہرائچ کا ہندستان کی اسلامی تاریخ میں ایک اہم مقام ہے۔بہرائچ کو سلطان محمود غزنوی کے بھانجے سید سالار مسعود غازیؒ کا جائے شہادت ہونے کا شرف حاصل ہے۔سالار مسعود غازیؒ کی آمد سے پہلے کی تاریخ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں سوائے مہاتما بدھ کے آثار کے علاوہ۔(۶)

قدیم قوم جو یہاں آباد تھی جن پر آرین تہذیب اور شائستگی کا کم اثر ہوا۔ وہ

(۴) عجائب الاسفار سفر نامہ ابن بطوطہ،مطبوعہ ۱۹۱۳ء،ص ۱۹۰

(۵) نور العلوم کے درخشندہ ستارے،مطبوعہ ۲۰۱۱ء،ص ۱۸

(۶) بہرائچ گزیٹیئر،مطبوعہ،۱۹۲۱ء، ص ۱۱۵

اپنے قدیم مذہب کے دلدادہ تھے۔ان میں افتاب پرستی بھی شامل تھی۔اسی قوم میں بدھ مت کی اشاعت کے لئے مہاتما بدھ نے بھی سہیٹ مہیٹ کو اپنا مرکز بنایا تھا۔مگر جب چوتھی صدی عیسوی میں بدھ مت کا تنزل ہوا تو قدیم ویدک مذہب یعنی برہمنوں کے مذہب کا زور ہوا۔مگر باوجود تمام کوشش اور طاقت کے وہ قوم بھڑ کی پرانی عبادت گاہوں کو نہ مٹا سکے۔بھڑ قوم سے سید سالار مسعود غازیؒ کی پہلی جنگ محرم ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء میں نانپارہ تحصیل کے شمالی ومغربی جنگلات کے جنوب میں ہوئی جس کے کنارے دریائے کٹھلہ بہتا تھا(موجودہ نام دریائے بھکلہ)،اور دوسری جنگ بھی ربیع الاول یا ربیع الثّانی ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء میں دریائے بھکلہ کے کنارے تین روز قیام کر کے ہوئی۔تیسری اور فیصلہ کن جنگ ۱۳/رجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء میں ہوئی تھی اس جنگ میں راجہ سہیل دیو(سہردیو) جس کا پایہ تخت گونڈہ میں تھا کی فوج بہرائچ پر چڑھ آئی اور اس جنگ میں ۱۴/رجب ۴۲۴ھ کو سالار مسعود غازیؒ شہید ہوگئے اور جہاں شہید ہوئے تھے وہیں قبر بنی اور آج بھی وہیں مزار شریف ہے۔ بہرائچ کی پہلی دونوں جنگوں میں سالار مسعود غازیؒ کو کامیابی حاصل ہوئی۔مگر جب تیسری اور فیصلہ کن جنگ شروع ہوئی تو راجاؤں کی فوجیں بڑی تعداد میں تھیں اور انھیں کمک بھی ملتی تھی جبکہ سالار مسعود غازیؒ کے ساتھی ایک ایک کر شہید ہوتے گئے۔(۷)

ایچ۔آر نیول نے بہرائچ گزیٹیئر میں لکھا ہے:

۱۲۴۶ء میں علاؤالدین مسعود تخت نشین ہوا اور اس نے سب سے پہلے ناصر الدین محمود کو بہرائچ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ بہرائچ اسلامی سلطنت میں اودھ کا دارالسلطنت بھی رہا ہے۔سلطان ناصرالدین محمود ۱۲۴۶ء میں دہلی کے سلطان کے تخت پر بیٹھنے سے پہلے بہرائچ صوبہ کا گورنر بھی رہ چکا تھا۔جب سلطان ناصر الدین محمود تخت نشین ہوا۔تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ کچھ وقت کے بعد ناصرالدین محمود نے قتلغ خاں کو بہرائچ کا حاکم مقرر کیا تھا۔کچھ سالوں بعد اس نے ۱۳۵۳ء میں قاضی شمس الدین بہرائچی کو

(۷) سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ (مطبوعہ ۲۰۱۱ء،ص ۴۸/۴۹)

جلال الدین کا سانی کی جگہ قاضی مما لک کا عہدہ تفویض کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اس کے تمام اہم ملکی امور میں معتمد و مشیر کی حیثیت اختیار کر گئے تھے۔جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ اس وقت بہرائچ اودھ سے الگ ایک صوبہ تھا۔(۸)

ناصرالدین محمود کی فرمانروائی کے دسواں سال میں ۶۵۳ھ مطابق (۱۰رفروری ۱۲۵۵ء-۱۲۵۶ء) میں سلطان محمود نے ملک تاج الدین ماہ پشانی کو بہرائچ کا ذمہ دار بنا دیا تھا اسی سبب سے قتلغ خاں نے گرفتار کیا اور قید کر دیا۔لیکن تاج الدین نے اپنے کو ایک مردانہ چال کے ذریعہ آزاد کرالیا اس نے گھاگھرا ندی کو ایک کشتی سے پار کیا اور چندگھوڑ سواروں کے ساتھ بہرائچ کی جانب روانہ ہوا۔(۹)

۱۳۴۰ء میں سلطان محمد بن تغلق بہرائچ آیا تھا اور درگاہ سید سالار مسعود غازیؒ کی زیارت کی تھی۔فیروز شاہ تغلق کی اہمیت بہرائچ کی تاریخ میں بہت ہے۔۱۳۷۴ء میں سلطان فیروز شاہ تغلق دوبارہ بہرائچ آیا لیکن اس بار اس نے درگاہ کے قعلہ کی دیوار کو بنوایا اور کئی دوسری عمارتوں کو بھی بنوایا تھا۔اس وقت بہرائچ میں سید امیر ماہؒ بہرائچی حیات تھے۔ان کو درگاہ کی دیکھ بھال کے لئے جاگیر بھی دی تھی۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب ''سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات'' میں لکھتے ہیں:

''میر سید امیر ماہ بہرائچ کے مشہور اور معروف مشائخ طریقت میں تھے۔سید علاء الدین المعروف بہ علی جاوریؒ سے بیعت تھے۔وحدت الوجود کے مختلف مسائل پر رسالہ مطلوب فی عشق المحبوب لکھا تھا۔فیروز شاہ جب بہرائچ آیا تھا تو ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور فیروز شاہ کے ذہن میں مزار سے متعلق کچھ شبہات بھی تھے جن کو میر سید امیر ماہ نے رفع کیا۔عبدالرحمٰن چشتی کا بیان ہے کہ اس ملاقات کے بعد فیروز شاہ کا

(۸) بہرائچ گزیٹیئر مطبوعہ، ۱۹۲۱ء،ص ۱۲۰

(۹) بہرائچ گزیٹیئر مطبوعہ ۱۹۱۲ء،ص ۱۲۴

دل دنیا کی طرف سے سرد پڑ گیا تھا اور اس نے باقی عمر یاد الٰہی میں کاٹ دی اور بہرائچ کے سفر کے بعد فیروز شاہ پر مذہبیت کا غلبہ ہو گیا تھا۔'' (۱۰)

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں بہرائچ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''بادشاہ نے بہرائچ کی طرف جانے کا ارادہ کیا ۔یہ ایک خوبصورت شہر دریائے سرجو کے کنارے واقع ہے سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے۔بادشاہ شیخ سالار مسعودؒ کی قبر کی زیارت کے لئے دریا پار گیا۔شیخ سالارؒ نے اس علاقہ کے اکثر ملک فتح کئے تھے۔اوران کی بابت عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں ۔دریا پار ہونے کے وقت بڑی بھیڑ ہوئی چنانچہ ایک بڑی کشتی جس میں تین سو آدمی سوار تھے۔ڈوب گئی اوران میں سے ایک عرب جو امیر غداک ہمراہی تھا بچ گیا۔ہم ایک چھوٹی کشتی میں تھے اس سبب اللہ نے ہمیں بچا لیا۔ ہم نے شیخ سالارؒ کی قبر کی زیارت کی۔ان کا مزار ایک برج میں ہےلیکن میں اژدہام کے سبب اس کے اندر داخل نہ ہو سکا۔پھر اس نواح میں ہم بانس کے جنگل میں داخل ہوئے تو ہم نے گینڈا دیکھا۔لوگوں نے اس کا شکار کیا اور سر لائے وہ ہاتھی سے چھوٹا تھا۔لیکن سر اس کا چند در چند ہاتھی کے سر سے بڑا تھا۔'' (۱۱)

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''سلطان سکندر لودھی نے بعض خرابیوں کو دور کرنے کی بھی کوشش کی تھی مذہبی رسوم کے پردے میں جو گمراہیاں عام ہوگئی تھیں ان کے خلاف اس نے تعزیری کارروائیاں کی جس میں سید سالار مسعود غازیؒ کے نیزے جو ہر سال نکلتے تھے اس کو تمام ملک میں بند کرا دیے۔'' (۱۲)

---

(۱۰) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، مطبوعہ ۱۹۵۸ء، ص ۴۱۴

(۱۱) سفر نامہ ابن بطوطہ حصہ دوم، مطبوعہ، ۱۹۸۶ء، ص ۱۳۶/۱۳۷

(۱۲) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، مطبوعہ ۱۹۵۸ء ص ۴۶۶

ایچ۔آر۔نے ول نے لکھا ہے:

''مغل بادشاہ اکبر کے دور میں انتظامی ڈیویژن میں بہرائچ سرکار کے طور پر جانا جاتا تھا جس میں موجودہ ضلع کے علاوہ گونڈہ اور کھیری ضلعوں کے کچھ حصہ بھی شامل تھے۔ بہرائچ اس وقت ۱۱ پرگنوں میں بنٹا تھا۔جس میں سب سے بڑا بہرائچ تھا جس میں۶۱۹۲۲۶ بیگہ علاقہ کاشتکاری والا تھا اور اس سے۹۱۳۴۱۴۱ دم کی آمدنی ہوتی تھی۔ بہرائچ میں سرجو ندی کے کنارے ایک قلعہ تھا جس میں ۶۰۰ گھوڑسوار اور۴۵۰۰ پیدل فوج کا دستہ رہتا تھا۔۱۶۳۷ء میں رسول خاں نام کے پٹھان رسالدار نے بہرائچ کے قلعہ کی ذمہ داری حاصل کی اور ساتھ میں پرگنہ سلون آباد کے ۵ گاؤں حاصل ہوئے۔اس وقت رسالدار کمریہ علاقہ بونڈی میں رہتا تھا۔وہیں رسالدار رسول خاں اور ان کے بیٹے جہاں خاں کا مدفن ہے۔رسول خاں کے پوتے محمد خاں تھے جوسب سے پہلے نانپارہ میں آباد ہوئے ،جہاں ان کے بیتے کرم خاں نے ریاست نانپارہ کی بنیاد ڈالی تھی۔کرم خاں نے بنجاروں کے خلاف کامیاب ہوکر راجہ کا خطاب حاصل کیا۔اور اپنے بیٹےمصطفٰی خاں کے لئے کافی جائیداد چھوڑی جو ایک طرح سے بڑی جاگیر تھی۔''(۱۳)

بہرائچ نا صرف سلطان الشہدا سالارمسعودغازیؒ کی نسبت سے مشہور ہے بلکہ قدیم زمانے سے یہاں آل سادات بھی خوب کثرت سے موجود ہیں۔''منبع الانساب''میں سادات نیشاپوری کے تذکرئے میں مصنف نے لکھا ہے کہ میر سید شرف الدین کنتوریؒ کے ایک صاحبزادے میر سید عزالدینؒ تھے۔سید عزالدینؒ کے ایک صاحبزادے میر سید علاء الدین کنتوریؒ ہیں۔میر سید علاء الدین کنتوریؒ کے دو بیٹے ہیں۔۱۔ میر سید جلال الدین ،۲۔ میر سید جمال الدین/کمال الدین۔ان کی نسلیں اب تک کنتو ،بہرائچ اور ان کے مضافات میں موجود ہیں۔یہی لوگ سادات منشاپوری ہیں جونجیب ہیں۔(۱۴)

(۱۳) بہرائچ گزیٹیر مطبوعہ ،۱۹۱۲ء،ص ۱۲۴

(۱۴) منبع الانساب،ص ۳۴۸

اس کے علاوہ مشہور صوفی بزرگ حاجی وارث علی شاہؒ کے وارث جو وہاں کے سجادہ نشین ہوتے وہ بھی سجادہ نشینی کی لڑائی جھگڑے کی وجہ سے اس گدی سے الگ ہو گئے اور بہرائچ میں سکونیت اختیار کی۔مشہور حکیم صفدر علی وارثی مہاجن صؔفا اپنی کتاب ''جلوائے وارث'' میں حاجی وارث علیؒ کے شجرہ نسب جو کہ آپ نے عبد مناف سے شروع کیا اور حاجی وارث علی شاہؒ تک آیا ہے۔اس میں آپ کے پہلے سجادہ نشین حضرت سید ابراہیم شاہؒ ہوئے۔سید ابراہیم شاہؒ کی وفات کے بعد دوسرے سجادہ نشین سید علی احمد شاہ عرف کلن میاں نواسہ حقیقی مولانا سید محمد ابراہیم شاہؒ ہوئے۔سید محمد ابراہیم شاہؒ کی ایک صاحبزادی کا نام سیدہ رسول باندی تھا انکے صاحبزادے حکیم محمد عبدالمغنیؒ۔سجادہ نشینی کو ہوئے لڑائی جھگڑے کی وجہ سے اس گدی سے الگ ہو گئے اور حکیم عبدالمغنی کی والدہ نے دیوہ ضلع بارہ بنکی سے ہجرت کر کے شہر بہرائچ میں سکونیت اختیار کی۔مشہور حکیم محمد عبدالمغنیؒ صاحب مرحوم ،اپنے وقت کیمشہور تاجر اور حکیم تھے۔محمد عبدالمغنیؒ کے صاحبزادے مولوی محی الدین صاحب نقشبندی خانوادہ حاجی وارث علی شاہؒ کی نسل آج بھی شہر بہرائچ میں محلّہ قاضی پورہ، بڑی ہاٹ اور درگاہ شریف محلوں میں موجود ہیں۔

زبان اور تعلیم

بہرائچ کے باشندے کئی زبان بولتے ہیں۔یہاں کی عام زبان اودھی ہے۔یہاں کی اکثریت اردو ملی ہوئی ہندی بہت بولتے ہیں۔یہاں کی آبادی کی مادری زبان اردو اور ہندی ہے۔

بہرائچ تعلیم میں بہت پیچھے ہے۔یہاں ۳ / ایڈیڈ ڈگری کالج ہیں اور ۱۶/سیلف امدادی کالج ہیں۔کسان ڈگری کالج بہرائچ ضلع کا سب سے قدیم اور بڑا ڈگری کالج ہے جس کی ابتداء ۱۹۶۰ء میں ہوئی تھی۔یہاں ایک ویمنس ڈگری کالج بھی جسکی ابتداء ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق بہرائچ ضلع میں ۴۸ء۴۶ فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں جبکہ بہرائچ شہر میں ۷۵ء۳۷ فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔

یہاں ثانوی تعلیم کے کئی اسکول مشہور ہے۔شہر بہرائچ کے ۴ مشہور انٹر کالجوں کے نام یہ ہیں۔ضلع کا سب سے قدیم تعلیمی ادارہ گورنمینٹ انٹر کالج بہرائچ ہے جس کی شروعات ۱۸۶۸ء میں ہوئی تھی۔یہ کالج بہت ہی تاریخی کالج ہے جہاں مشہور افسانہ نگار منشی پریم چند نے ۱۹۰۰ء میں اپنی تدریسی خدمات انجام دی تھی۔مہاراج سنگھ انٹر کالج کی شروعات ۱۹۲۸ء میں ہوئی تھی۔گاندھی انٹر کالج کی شروعات ۱۹۴۴ء میں ہوئی تھی۔آزاد انٹر کالج کی بنیاد مشہور عالم دین مولانا محفوظ الرحمٰن نامی نے ۱۹۴۸ء میں مولانا آزاد نور العلوم ہائی اسکول کے نام سے رکھی تھی جو بعد میں آزاد انٹر کالج کے نام سے مشہور ہوا۔لڑکیوں کی تعلیم کے لئے بھی یہاں کئی اسکولس چل رہے ہیں جن میں سے کچھ کے

نام اس طرح ہیں:

گورنمنٹ گرلس انٹر کالج تعلیم نسواں کا سب سے قدیم مرکز ہے جس کی اساس و بنیاد محلّہ قاضی پورہ جامع مسجد کے سامنے میں ۱۹۰۵ء میں رکھی گئی موجودہ وقت میں یہ کالج گیند گھر واقع اپنی نئی بلڈنگ میں چل رہا ہے اور پرانی بلدنگ نئے سرے سے تعمیر ہو رہی ہے۔تارا گرلس انٹر کالج جس کی بنیاد ۱۹۴۶ء میں رکھی گئی ۔ سرسید گرلس انٹر کالج جس کی شروعات ۱۹۹۷ء میں ہوئی۔اس کے علاوہ کئی نسواں تعلمی ادارے بھی اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

بہرائچ اسلامی تعلیم کا مرکز ہے۔یہاں کئی بڑے اسلامی ادارے قائم ہیں جہاں ملک کے مختلف علاقوں سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے طلبہ آتے ہیں۔شہر اور ضلع کا سب سے بڑا ادارہ جامعہ مسعودیہ عربیہ نورالعلوم ہے جس کی شروعات ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں مشہور عالم دین مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ نے اپنے والد شاہ نور محمد نقشبندی مجددیؒ کی یادگار کے طور پر کی تھی۔اسے پورے ضلع میں مرکزیت کا مرتبہ حاصل ہیں۔جہاں ۲۰۱۸ء-۲۰۱۹ء میں ۱۶۰۰ سے زائد سے طلبہ علم حاصل کر رہے ہیں۔دوسرا سب سے قدیم اسلامک ادارہ جامعہ اشرفیہ مسعودالعلوم چھوٹی تکیہ ہے جس کی بنیاد ۱۹۳۸ء میں مفتی اعظم ہند محمد میاں کچھوچھویؒ نے رکھی ۔۱۹۶۲ء میں مدرسہ غازیہ سیدالعلوم بڑی تکیہ میں شروع ہوا۔مدرسہ بیت العلوم بھی اپنا الگ مقام رکھتا ہے۔ان مدرسوں میں عربی اور فارسی کے علاوہ انگریزی اور ہندی ،اردو کی تعلیم دی جاتی ہیں۔اس کے علاوہ شہر و ضلع میں کئی چھوٹے بڑے مدرسہ قائم ہیں۔مکتب اسلامیہ قاضی پورہ سب سے قدیم مکتب ہے جو ۱۸۹۵ء سے چل رہا ہے۔

ندیاں اور جھلیں

بہرائچ میں کئی ندیاں اور جھلیں ہے۔یہاں کی جھلیوں میں سب سے مشہور جھیل انار کلی جھیل ہے۔یہ جھیل درگاہ سید سالار مسعود غازیؒ سے تقریباً ایک کلومیٹر کی دوری پر ہے۔یہاں سے ایک ندی بھی نکلی ہے جو آگے چل کر دوسری ندیوں میں مل جاتی ہے۔یہ جھیل شہر کے قریب ہونے کی وجہ سے ایک تفریح گاہ ہے جہاں ہر اتوار اور جمعرات کو کافی تعداد میں شہر کے لوگ تفریح کے لئے آتے ہیں۔سالانہ میلہ میں درگاہ آنے والے زائرین درگاہ پر حاضری دینے سے پہلے یہاں غسل کرتے ہیں پھر درگاہ حاضری کو جاتے ہیں۔یہاں لوگ مچھلیوں کا شکار بھی خوب کرتے ہیں۔کچھ سال پہلے تک اس جھیل میں پان کی کھیتی بھی ہوتی تھی۔

دوسری مشہور جھیل تال بگھیل ہے۔یہ صوبہ اتر پردیش کے بڑے ویٹ لینڈ میں شمار ہوتی ہے۔یہ جھیل پیاگپور قصبہ کے قریب واقع ہے۔اس کے علاوہ چتوڑ تال بھی مشہور جھیل ہے۔بہرائچ میں سرجو اور گھاگھرا دو بڑی ندیاں ہے۔سرجو ندی بہت ٹیڑی ندی ہے اس کا بہاؤ بہت تیز ہے۔برسات کے دنوں میں اس میں سیلاب ہمیشہ آتا ہے۔ابن بطوطہ نے سرجو ندی کا ذکر کرے ہوئے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ 'بہرائچ ایک خوبصورت شہر دریائے سرجو کے کنارے واقع ہے سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے'

گھاگھرا ندی ضلع کی سرحد کا کام کرتی ہے۔گھاگھرا ضلع کے اندر نہیں بلکہ سرحد سے ہوتی ہوئی نکل جاتی ہے۔یہ ندی بہرائچ اور لکھیم پور کی سرحد سے شروع ہوتی ہے اور سیتاپور اور بارہ بنکی ہوتے ہوئے یہ گونڈہ ضلع میں جاتی ہے۔

ذکر بزرگان

نعل دروازہ
درگاہ شریف حضرت سید سالار مسعود غازیؒ، بہرائچ
تصویر جنید احمد نور ۲۰۱۹ء

سید سالار مسعود غازیؒ

بہرائچ شہر خطہ اودھ کا قدیم علاقہ ہے۔ بہرائچ کو سید سالار مسعود غازیؒ اور انکے جانثار ساتھیوں کی جائے شہادت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس کی برکت سے پورے ہندستان میں بہرائچ اپنا الگ مقام رکھتا ہے۔ عباس خاں شیروانی نے بحوالہ ''مرآۃ مسعودی'' لکھا ہے کہ سالار مسعود غازیؒ کی پیدائش ۲۱ر رجب یا شعبان ۴۰۵ھ مطابق ۱۵ر فروری ۱۰۱۵ء کو اجمیر میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد کا نام سید سالار ساہوؒ اور والدہ کا نام بی بی ستر معلّیٰ (بہن سلطان محمود غزنوی) تھا۔ آپ علوی سید ہیں۔ مصنف 'آئینہ مسعودی' نے آپ کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے:

''سالار مسعود غازی بن شاہ ساہو غازی بن شاہ عطا اللہ غازی بن شاہ طاہر غازی بن شاہ طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ عمر غازی بن شاہ ملک آصف غازی بن شاہ بطل غازی بن شاہ عبد المنان غازی بن شاہ محمد حنیفہ غازی بن اسد اللہ الغالب علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ۔''

قطعات تاریخ ولادت از اکبر وارثی

ہوئے پیدا جو غازی ء مسعود ظلمتِ جہل ہو گئی کافور
اکبر وارثی یہ ہے الہام لکھ ولادت کا سال مطلع نور
۴۰۵ ہجری

رحمت کے پھول دین میں اسلام کے کھلے پیدا ہوئے جو سید سالار نیک فام
اکبر تمام خلق ہے ان کی طرف رجوع سال ولادت ان کا لکھو مرجع انام
۴۰۵ھ

ہوا روشن جو طالع مسعود جگمگاتے ہیں دین اور دنیا

سن ولادت کا یہ لکھو اکبر دین و دنیا کے کعبہ و قبلہ

۴۰۵ھ

عباس خاں شیروانی بحوالہ "مرآۃ مسعودی" لکھتے ہیں کہ بقول "مرآۃ مسعودی" کے جب سلطان محمود غزنوی نے ۱۰۱۶ء مطابق ۴۰۷ھ (صحیح ۱۰۱۸ء مطابق ۴۰۹ھ) میں جب قنوج پر حملہ کیا تو سپہ سالار مسعود غازی اپنی والدہ ماجدہ کے پاس اجمیر میں رہتے تھے۔قنوج سے واپسی کے بعد محمود غزنوی نے سالار ساہو کو لاہور پہنچ کر واپس کر دیا اور وہ اجمیر آ گئے۔(۱۵)

عباس خاں شیروانی آگے لکھتے ہیں کہ جب سپہ سالار مسعود غازی کی عمر قریب ساڑھے چار سال کے ہوئی تو سید ابراہیم کی استادی میں ان کی تعلیم کی بسم اللہ ہوئی۔چونکہ ذہین اور طباع تھے۔اس لئے دس سال کی عمر میں خاصی ترقی کر لی۔محمود اس وقت خراسان کی مہموں میں مصروف تھا۔اس مصروفیت کو دیکھ کر دامن کوہ کی رعایا نے محمود کے گورنر ملک چھجو کو دق کرنا شروع کیا انھوں نے محمود سے شکایت کی۔اس پر سالار ساہو کا تبادلہ اجمیر سے کاہلیر کو کر دیا گیا کہ وہاں کا انتظام کریں۔سالار ساہو اپنے اکلوتے بیٹے کو اور بی بی ستر معلیٰ کو اجمیر چھوڑ کر کاہلی چلے گئے۔جب سپہ سالار کا کاہلیر پر تسلط ہو گیا اور محمود غزنوی نے مستقل طور پر ان کو وہاں رہنے کا حکم دے دیا تو سالار ساہو نے بی بی ستر معلیٰ اور سپہ سالار مسعود کو بھی کاہلیر میں طلب کیا۔سلطان محمود خود تو آپ سے محبت کرتا تھا لیکن اس کا بیٹا مسعود غزنوی اور وزیر احمد بن حسن میمندی اس محبت سے خوش نہ تھے۔جس کی وجہ سے سید سالار مسعود غازیؒ نے پایۂ تخت میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور ۱۰۲۷ء مطابق ۴۱۸ھ کے اواخر میں سلطنت کی طرف سے علاحدگی اختیار کر لی اور سلطان محمود سے اجازت لیکر کلمہ حق کی اشاعت کے لئے غزنی سے ہندوستان کی طرف سفر شروع کیا۔مختلف مقامات ملتان، اوجھ، اجودھن، دہلی، میرٹھ، گڑھمکتیشور، سنبھل، قنوج، گوپامئو، کانپور، بلگرام، ملاواں (ہردوئی)، سترکھ، کڑا مانکپور، ڈلمئو پہونچے۔ان مقامات میں بعض جگہ راجاؤں نے مقابلہ کیا لیکن فتح یابی کا سہرا آپ کے ہی سر رہا۔فتح حاصل کرتے ہوئے۔آپ سترکھ ضلع بارہ بنکی تک آ گئے۔یہیں پر آپ کے والد سید سالار ساہو کی وفات ہوئی۔آپ کے والد کا مقبرہ سترکھ میں موجود ہے اور مرجع خلق ہے۔(۱۶)

---

(۱۵) حیات مسعودی، مطبوعہ، ۱۹۳۵ء، ص ۶۵

(۱۶) سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ، مطبوعہ، ۲۰۱۱ء، ص ۴۰

سالار مسعودؒ قنوج فتح کر کے وہیں مقیم تھے۔ بالے میاں کے نام سے دور دور تک آپ کی شہرت تھی۔ بہرائچ میں سورج کنڈ تالاب کے کنارے بالارکھ نام کا ایک پتھر تھا۔جس کے اوپر نکلتے (اگتے) ہوئے سورج کی شکل کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ وہاں ہر سال ماہ جیٹھ کے پہلے اتوار کو مقامی قوم جو سورج کی پرستش کرتی تھی،ان میں سے ایک انسانی جان کی بلی چڑھائی جاتی تھی اور وہ بھی اس شخص کی جو خاندان کا اکلوتہ بیٹا ہو۔ایک شام اسی قرعہ اندازی میں موضع نگرور(گونڈہ روڈ پر بہرائچ سے ۶ کلومیٹر کی دوری پر) کے ایک اہیر کے لڑکے کا نام نکلا۔اس کے خاندان میں ایک ہی لڑکا تھا۔اس لڑکے کا والد بہت پریشان ہو گیا اور سید سالار مسعود کے پاس قنوج پہنچ گیا۔اس اہیر نے آپ سے فریاد کی اور آپ نے اسے اطمینان دلا کر بہرائچ واپس بھیج دیا پھر آپ نے وہاں جیٹھ کے ماہ سے پہلے بہرائچ آ کر اس تالاب کے کنارے قیام کر لیا۔اور پھر جنگ و جدال کی ابتداء ہوئی جس کی وجہ سے اس اہیر کے لڑکے کی جان بچ گئی۔(۱۷)

مصنف 'سلطان الشہداءحضرت سید سالار مسعود غازیؒ' سید ظفر احسن بہرائچی اپنے والد سید اعجاز الحسن صاحب سے روایت کرتے ہیں جب آپ کی شہادت ہو گئی تو سب سے پہلے اس اہیر نے ہی آپ کا مزار دودھ میں مٹی گوند کر بنایا تھا۔(۱۸)

''مرآت مسعودی'' کے مطابق پہلے آپ نے اپنے ایک سردار حضرت سالار سیف الدین کو اس مہم کے لئے بھیجا۔عباس خاں شیروانی نے اپنی تصنیف ''حیات مسعودی'' میں اس بارے میں لکھا ہے :

بقول ''مرآت مسعودی'' کے بہرائچ پہونچ کر سالار سیف الدین نے اطلاع دی کہ یہاں جنگل ہی جنگل ہے اور رسد نہیں ملتی ہے۔کھانے کے لئے غلّہ بھیجئے۔اس پر سپہ سالار مسعود غازی نے مقامی چودھریوں کو جمع کیا جن میں سدھور ضلع بارہ بنکی اور

(۱۷) سلطان الشہداءحضرت سید سالار مسعود غازیؒ،مطبوعہ ۲۰۱۱ءص ۴۲

(۱۸) سلطان الشہداءحضرت سید سالار مسعود غازیؒ،مطبوعہ ۲۰۱۱ء،ص ۴۳

امیٹھی ضلع لکھنؤ کے چودھری بھی شامل تھے اوران سے غلّہ طلب کیا۔ان کی تسلی وتشفی کی اور اول غلّہ کی قیمت ادا کی اور بعد کوان سے غلّہ لیا،اگر چہ چودھریوں نے اصرار کیا کہ وہ قیمت بعد میں لے لیں گے۔(۱۹)

سپہ سالار مسعود غازی کا یہ برتاؤ نہ محض پولٹیکل دانائی اور دوراندیشی پر مبنی تھا بلکہ اس سے ان کی ایمان داری اور انصاف کا بھی پتہ چلتا ہے۔لوٹ مار کی ان کی غرض ہوتی تو یقیناً بلا قیمت ادا کئے ہوئے بہت سا غلّہ میسر آجاتا۔اس کے کچھ دن بعد سالار سیف الدین کا پیام آیا کہ ہم کو یہاں کے ہندوؤں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے آپ ہماری مدد کیجئے۔اب سپہ سالار مسعود غازی کو بجز اس کے کوئی اور چارہ نہ تھا کہ وہ خود بہرائچ جاویں۔سالار ساہو سے اجازت چاہی تو انھوں نے بوجہ پیری اور محبت پدری کے پس وپیش کیا۔اس پر سپہ سالار موصوف نے وعدہ کیا کہ چند روز بہرائچ رہ کر اور شکار کھیل کر واپس آجاویں گے۔یہ کون جانتا تھا کہ وعدہ پورا نہ ہو سکے گا اور وہ کس خیال میں تھے اور پیر فلک کس خیال میں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہرائچ میں مستقل قیام کاارادہ نہ تھاالغرض شعبان ۴۲۳ھ مطابق جولائی ۱۰۳۲ء میں جب ان کی عمر ۱۸سال کی تھی وہ بہرائچ روانہ ہوئے۔(۲۰)

سید ظفر احسن بہرائچی اپنی تصنیف ''سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ'' کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں:

''شعبان ۴۲۳ھ مطابق ۱۰۳۲ء میں سالار مسعودؒ بہرائچ آئے تھے اس زمانے میں بہرائچ میں جنگل ہی جنگل تھا اور چھوٹی چھوٹی بستیاں تھیں اور بہت سے خودمختار راجہ تھے۔اگر چہ وہ قنوج کے راجہ کے ماتحت تھے۔سہیٹ مہیٹ ضلع بہرائچ (موجودہ وقت میں ضلع

(۱۹) حیات مسعودی،مطبوعہ ۱۹۳۵ء،ص ۱۱۶

(۲۰) حیات مسعودی،مطبوعہ ۱۹۳۵ء،ص ۱۱۶/ ۱۱۷

شراوستی) کے قریب ۱۹۰۷ء میں ایک کتبہ برآمد ہوا تھا جو موجودہ وقت میں لکھنؤ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قنوج کے راجہ چندردیو گھد وال نے اس طرف کے چھ گاؤں برہمنوں کو دئے تھے۔جس سے قنوج کی ماتحتی ثابت ہے۔مگر یہ ماتحتی ایسی تھی کہ سالار مسعود غازیؒ کے ساتھ راجہ قنوج کے اچھے برتاؤ کے باوجود بھی ماتحت راجاؤں کو سالار مسعود غازیؒ کے ساتھ جنگ کرنے سے نہ روک سکی۔''

حیات مسعودی میں ہے کہ سالار مسعودؒ کا قیام بہرائچ میں چند ہی روز ہوا تھا کہ ملک فیروز نے ستر کھ سے خبر بھیجی کی سالار ساہو کچھ دن بیمار رہ کر انتقال کر گئے۔اسی عرصہ میں بہرائچ کے راجاؤں کا پیام آیا کہ یہاں سے چلے جاؤ یہ مقام تمہارے لائق نہیں ہے۔سپہ سالار مسعود غازیؒ نے نہایت تدبیر سے کام لے کر جواب دیا کہ میں خود جانتا ہوں کہ جنگل اور علاقہ خراب ہے۔میں بسنے کے لئے نہیں آیا۔تھوڑے دن شکار کھیلنے کے بعد چلا جاؤں گا۔اس تھوڑے سے زمانہ کے لئے عارضی صلح کے طور پر عہد نامہ مرتب کر لیا جاوئے یہ ایک معقول تجویز تھی مگر اس کو ٹھکرا دیا گیا۔سبھی راجاؤں نے دریائے کتھلہ کے کنارے اپنا ڈیرہ ڈال دیا۔سپہ سالار مسعود غازی نے سرداران لشکر سے مشورہ کیا اور یہ طے ہوا کہ راجگان کا انتظار کرنے کے بجائے خود ان پر پہلے حملہ کیا جائے۔چنانچہ سالار موصوف نماز مغرب کے بعد روانہ ہو گئے اور سالار سیف الدین کو آگے آگے بطور ہراول روانہ کیا۔راتوں رات سفر کر کے صبح ہندوں کے لشکر کے قریب پہنچ گئے۔اور مسلمانوں کی جنگی ترکیب کے مطابق لشکر کو ترتیب دے کر حملہ کیا۔گھمسان کا رن پڑا۔دونوں طرف کے بہت سے لوگ مارے اور زخمی ہوئے مگر جیت سالار مسعود غازیؒ کی ہوئی اور کچھ راجہ قید ہوئے۔سات روز میدان جنگ میں قیام کر کے شہدا کو دفن کیا۔آٹھویں روز آپ بہرائچ واپس آئے۔(۲۱)

پہلی جنگ میں ہار سے ہندوں سرداروں کے دل میں خیال آیا کہ چھوٹی باتوں کے بعض دفعہ بڑے نتائج ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دھن کا پکّا اور بہادر نوجوان آہستہ

(۲۱) حیات مسعودی، مطبوعہ ۱۹۳۵ء، ص ۱۲۰

آہستہ پورے ملک دبالے۔اسی خیال سے بہرائچ کے باہر کے سرداروں کوجمع کیا گیا۔ جس سے دوسری جنگ کی تیاری شروع ہوگئی۔چند ماہ کی تیاری کے بعد کچھ راجہ دریائے بھکلہ پر دوبارہ جمع ہوئے اور سپہ سالار مسعود غازیؒ کو پیام دیا کہ اگر وہ اپنی خیریت چاہتے ہیں تو سرجو پار چلے جاویں۔سپہ سالار مسعود غازیؒ نے وہی پہلا جواب دیا اور کہلا بھیجا کہ ملک خدا کا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے تم بھی تو آخر ہمیشہ سے یہاں نہ تھے۔اب بجز لڑائی کے کوئی دوسرا چارہ نہ تھا۔

سپہ سالار مسعود غازیؒ نے مشورہ کیا اور رائے قائم کی کہ مخالفین کا بہرائچ آنا ٹھیک نہیں خود ہی چل کر ان پر حملہ کیا جاوے۔چنانچہ فوج آگے بڑھی تو اس پر آتش بازی پھینکی گئی اور بہت سے سواروں کے گھوڑے لوہے کی کیلوں کی وجہ سے گرے اور سواروں کو گرایا۔مگر باوجود بڑے نقصان کے کامیابی کا سہرا پھر بھی سپہ سالار مسعود غازیؒ کے سر رہا۔فتح یابی کے بعد شہدا کو دفن کرنے کا موقع مل گیا اور تین دن تک دریائے بھکلہ پر قیام رہا۔

'حیات مسعودی' میں ہے کہ تیسری اور آخری جنگ کی تیاری ہونے لگی جو فیصلہ کن ثابت ہوئی۔گزشتہ دو لڑائیوں کے نتیجے دیکھ کر ہندو سرداروں نے اپنی جنگی ترکیب بدل دی اس کے علاوہ انھوں نے دیکھا کہ سپہ سالار مسعود غازیؒ کی جمعیت تھوڑی رہ گئی ہے اب اس کو سنبھلنے کا موقع نہ دینا چاہئے۔چنانچہ سہر دیو کی سرکردگی میں ہندو فوج بہرائچ پر بڑھی۔جب حضرت سید سالار مسعود غازی کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی باقی ماندہ فوج کو جمع کیا اور پر جوش خطبہ دیا۔بعد خطبہ سپہ سالار مسعود غازیؒ کے جو کچھ تھا سب فوج کو بخش دیا۔اور ایک دستہ کو بطور ہراول کے مقرر کرکے حکم دیا کہ وہ بہرائچ سے دو کوس کی دوری پر فوجی چوکی قائم کرے اور خود عبادت میں مشغول ہوئے۔تیرھویں رجب ۴۲۴ھ کو صبح کے وقت مخالفین کا لشکر اس فوجی دستہ کے سر پر آپہونچا جو آگے بھیجا گیا تھا۔لڑائی شروع ہوگئی اور سپہ سالار مسعود غازیؒ کے پاس خبر بھی پہونچی تو وہ خود بھی اپنی فوج کے ہمراہ چلے اور سورج کنڈ پر ٹھہرے۔اس کے بعد پوری فوجوں میں لڑائی شروع ہوگئی۔پورا دن ختم ہوگیا

لیکن فیصلہ نہ ہوسکا۔دوسرے دن صبح پھرلڑائی شروع ہوگئی۔مخالف فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ دوپہر تک دوتہائی مسلمان شہید ہوگئے تھے۔جن میں سالار سیف الدینؒ بھی تھے۔یہ حضرت سالار مسعود غازیؒ کے دست راست تھے۔ہر مشورہ میں شریک رہتے تھے۔سپہ سالار مسعود غازیؒ کے حکم سے جملہ شہدا کوسورج کنڈ میں دفن کے لیے ڈال دیا گیا۔خودسپہ سالار مسعود غازیؒ نے سب جنازوں کی نماز پڑھائی تھی۔عصر کا وقت ہوگیا تھا لڑائی جاری تھی۔ایک تیر۱۴ا/رجب۴۲۴ھ مطابق ۱۵/جون ۱۰۳۳ء(حیات مسعودی میں مصنف نے ۱۰/جون ۱۰۳۳ء لکھا ہے۔) کوحضرت سید سالار مسعودغازیؒ کے گلے میں لگا جس سے وہ کلمہ پڑھتے ہوئے شہیدہوگئے۔سکندر دیوانہ جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے اور چند لوگ جوموجود تھے۔انھوں نے مہوئے کیاایک درخت کے نیچے آپ کوقبلہ رخ کر کے لٹا دیا۔اور جو چند لوگ تھے۔وہ شام تک لڑتے رہے۔یہاں تک کی سب شہید ہوگئے۔رات ہوگئی اور لڑائی رک گئی۔ کچھ لوگ بچ گئے تھے جو زخمی تھے وہ بہرائچ پہونچے اور امیر سید ابراہیم ؒ کوجنھیں سالار مسعود غازیؒ کیمپ میں چھوڑ گئے تھےاس واقعہ کی اطلاع دی۔دوسرے دن صبح امیر سید ابراہیم میدان جنگ میں گئے اور سب سے پہلے حضرت سید سالار مسعود غازی کودفن کیا اور پھر دیگر شہدا کو۔(۲۲)

۱۲۹۰ء کے ایک مکتوب میں ۱۳/ویں صدی کے مشہور صوفی شاعر حضرت امیر خسروؒ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی درگاہ کا ذکر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ان کا یہ خط کہتا ہے کہ بہرائچ شہر کے عظیم شہید سالار غازیؒ کا یہ معطر معطر آستانہ سارے ہندوستان کوصندل بیز کرتا نظر آتا ہے۔(۲۳)

ابن بطوطہ جو کہ محمد بن تغلق کے ساتھ بہرائچ آیا تھا اس نے آپ کی درگاہ شریف کے بارے میں لکھا ہے

''ہم نے شیخ سالار(سالار مسعود غازیؒ) کی قبر کی زیارت کی۔ان کا مزار ایک برج میں

(۲۲) حیات مسعودی ،ص ۱۲۹

(۲۳) اعجاز خسروی مطبوعہ ۱۸۹۵ء،ص ۱۵۶

ہے لیکن میں (ابن بطوطہ) اژدہام کے سبب اس کے اندر داخل نہ ہو سکا۔'' (۲۴)

عفیف شمس سراج لکھتے ہیں:

بادشاہ (فیروز شاہ تغلق نے ۷۷۶ھ (مطابق ۱۳۷۴ء) میں بہرائچ کا سفر کیا۔اور شہر میں پہنچ کر بندگی سید سالار مسعودؒ کے آستانہ پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔بادشاہ نے بہرائچ میں چند روز قیام کیا اور اتفاق سے ایک شب حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔سید سالارؒ نے فیروز شاہ کو دیکھ کر اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا یعنی اس امر کا اشارہ کیا کہ اب پیری کا زمانہ آ گیا ہے، بہتر ہے کہ اب آخرت کا سامان کیا جائے اور اپنی ہستی کو یاد رکھا جائے۔صبح کو بادشاہ نے حلق کیا اور فیروز شاہ کی محبت واتباع میں اس روز اکثر خانان وملوک نے سر منڈوایا۔(۲۵)

فیروز شاہ تغلق جب بہرائچ آیا تھا اس وقت حضرت امیر ماہؒ کے ہمراہ آپ کے مسکن سے روانہ ہوئے تو راہ میں پنجوں کے بل چلنے لگے فیروز شاہ نے یہ منظر دیکھا تو سبب دریافت کیا، تو انہوں نے کہا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر تو دیکھتا تو تو بھی ایسے ہی چلتا اس کے بعد اپنی ٹوپی سر سے اتار کر بادشاہ کے سر پر رکھ دی تو بادشاہ نے دیکھا کہ زمین پر ہر طرف شہداء کی لاشیں بکھری ہوئی ہیں۔جو خون سے شرابور ہیں کسی کے ہاتھ کٹے ہیں کسی کا سر اور کسی کے اور دوسرے اعضاء اور انکے جنازوں کے درمیان سے لاکھ بچ بچا کر چلنے کے باوجود پاؤں کسی نہ کسی سے لگ ہی جاتا۔(۲۶)

فیروز شاہ تغلق نے امیر ماہؒ صاحب سے کہا سالار غازیؒ کی کچھ کرامت بتائیں امیر ماہؒ صاحب نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ بڑی کرامات اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کے جیسا بادشاہ اور میرے جیسا فقیر دونوں انکی دربانی کر رہے ہیں اس جواب پر بادشاہ

(۲۴) عجائب الاسفار سفرنامہ ابن بطوطہ، مطبوعہ ۱۹۱۳ء، ص ۱۹۰

(۲۵) تاریخ فیروز شاہی، مطبوعہ ۱۹۳۸ء، ص ۲۵۳)

(۲۶) سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ، مطبوعہ ۲۰۱۱ء، ص ۸۴)

جس کے دل میں عشق کی چاشنی تھی بہت محظوظ ہوا۔(۲۷)

مولانا مولوی حافظ محمد فاروق بہرائچی اپنی تصنیف ''حضرت سید سالار مسعود غازیؒ'' کے صفحہ۱۹پر لکھتے ہیں:

حضرت سید امیر ماہ بہرائچیؒ کے بابت تاریخوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ درگاہ شریف جاتے وقت اپنا پورا قدم زمین پر نہیں رکھتے تھے۔انگوٹھوں کے بل چلتے تھے اور پھر بھی آپ کو افسوس تھا کہ اکثر شہدا پر انگوٹھا پڑتا ہے۔

''تذکرۂ غازی بالے میاں'' نامی رسالہ میں مصنف منشی محمد خلیل نے آپ کی کرامت کے بارے میں لکھا ہے:

۱۹۲۶ء میں نے آپ کے عرس کے موقع پر شرکت کا موقع ملا دیکھا کہ ایک بڑا چہ بچہ ہے جس میں مزار شریف کے اندر سے غسل مزار کا پانی آتا ہے اس میں اوپر تلے جذامی لوگ ایک کے اوپر ایک گرے پڑتے ہیں اور جن کے نصیب میں صحتیابی ہوئی اچھے ہوکر چلے جاتے ہیں۔راقم الحروف(منشی محمد خلیل) عبد الغفور صاحب ویکسی نیٹر کی چھولداری پر مقیم تھا جو حفظان صحت کے نگراں تھے۔ان سے معلوم ہوا کہ ابھی ایک جذامی بالکل تندرست ہو گیا گلی سڑی انگلیاں پھر خدا کے حکم سے برابر ہو گئیں۔جذامی غل مچا رہے تھے کہ وہ اچھا ہو چلا وہ اچھا ہو چلا۔تحقیق کرنے سے باہر کے متعدد اشخاس نے اس کی بابت وثوق سے بیان کیا کہ کل ضرور ایک جذامی صحتیاب ہو گیا اور ہر سال ایسا ہو جاتا ہے کیوں نہ ہو۔مردانِ خدا خدا نباشند۔لیکن زخدا جدا نباشند۔(۲۸)

شیخ محمد اکرام نے اپنی تصنیف ''آب کوثر'' میں شیخ اسمٰعیل لاہوری کا ذکر کرتے ہوئے نوٹ میں لکھا ہے:''شیخ اسمٰعیل لاہوریؒ جو ۱۰۰۵ء میں لاہور آئے تھے۔اس زمانے کی مشہور شخصیت ہیں لیکن بعد کی روایات کے مطابق جن کا تحریری آغاز ابنِ

(۲۷) حیات مسعودی، ص۱۴۳

(۲۸) تذکرۂ غازی بالے میاں، ص۴

بطوطہ، برنی اور عفیف سے ہوتا ہے۔ ہندستان کی ایک مشہور زیارت گاہ ان کی زندگی میں ہی صوبہ متحدہ (موجودہ نام اتر پردیش) کے شہر بہرائچ میں قائم ہو چکی تھی۔ یہ حضرت مسعود غازیؒ (جنھیں میاں غازی یا سالار بالا پیر بھی کہتے ہیں) کا مشہد اور مزار تھا۔ انھیں سلطان الشہدا کا لقب بھی حاصل ہے اور چونکہ وہ ہندستان کے سب سے پہلے شہدا میں سے تھے اس لئے خاص امتیاز رکھتے تھے۔ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جب ہندوستان میں کوئی شہید ہوتا ہے تو وہ ان کے متابعین میں گنا جاتا ہے۔ آپ سلطان محمود غزنویؒ کے خواہرزادے تھے۔ کئی لڑائیوں کے بعد جن میں آپ اور آپ کے والد کو بڑی کامیابی ہوئی۔ آپ بہرائچ کے ہندو سرداروں سے لڑتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ۱۰۳۳ء، میں شہید ہوئے۔ سلطان محمد تغلق نے آپ کے مزار کو دوبارہ بڑی شان سے تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ سے اور آپ کی مزار سے کئی کرامتیں منسوب کی جاتی ہیں اور عوام الناس میں آپ کا بڑا اثر ہے۔ بہرائچ میں جہاں آپ کا مزار ہے آپ کا عرس بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے اور اس کے علاوہ لاہور، دہلی، اور دیگر بڑے شہروں میں بھی آپ کے نام پر علم نکالے جاتے ہیں۔'' (۲۹)

قطعہ تاریخ شہادت

سالار غازی درچمن خلد چوں رسید غلمان و حورراشدہ امروزروز عید
اکبر فکربود کہ ہاتف زغیب گفت تاریخ انتقال ، ولئی جہاں شہید
۴۲۴ہجری

حضرت مسعودؒ غازی کی شہادت کا کمال جب ہوا مقبول حق آئی ندائے ذوالجلال
ہے یہ زندہ اس سے ہم راضی ہیں اکبر وارثی لکھدو، بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ رحلت کا سال
۴۲۴ھ

☆☆☆

(۲۹) آب کوثر مطبوعہ ۱۹۶۴ء، ص ۴۷

سید سالار سیف الدین غازیؒ

حضرت سید سالار سیف الدین المعروف سُرخُرو سالار غازیؒ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے چچا ہیں۔آپ سلطان محمود غزنوی کے عہد میں اونچے منصب پر فائز تھے مگر وصل مولیٰ کی تمنا میں حکومت کی کرسی پر چین نہیں ملا۔سالار مسعود غازیؒ سے عرض کیا بیٹا اب دل میں شوق شہادت مچل رہی ہے۔ملک بقا کا راہی اپنے بھتیجے کے ہمراہ ہندستان کے مختلف معرکوں میں اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے جہاد فرماتا رہا۔۱۳؍رجب ۴۲۴ھ کو بہرائچ کی سرزمین پر جب تیسری اور آخری فیصلہ کن جنگ عظیم کا معرکہ گرم ہوا تو سالار مسعودؒ نے میمنہ کی کمانڈری کے لئے اپنے بڑے والد سید نصر اللہ غازیؒ کو اور میسرہ کی کمانڈری کے لئے اپنے بھانجے رجب سالار رہٹیلہ غازیؒ کو متعین فرمایا۔اس جنگ میں میسرہ کی کمانڈری کرنے والے رجب سالار رہٹیلہ غازی شہید ہوگئے۔اس کے بعد سالار مسعود نے اپنے چچا حضرت سید سالار سیف الدین المعروف سُرخُرو سالار غازی کوؒ میسرہ کی کمانڈری عطا فرمائی۔

جنگ میں سالار سیف الدین نے جنگی جوہر دکھائے جس سے مقابل فوجوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی پھر کفار نے ایک ساتھ ہوکر تیروں کی بارش شروع کر دی تھی۔سالار سیف الدینؒ جنگ میں لڑتے ہوئے اس جگہ پر پہنچے جہاں آپ کی مزار ہے دشمن کا ایک تیر شہ رگ کو پار کرتا ہوا نکلا۔تیر لگتے ہیں زخم کی تاب نہ لاکر سواری سے نیچے اترے اور کلمئہ شہادت پڑھ کر شہادت نصیب فرمائی۔آپ کی تدفین سالار مسعود غازیؒ نے اسی جگہ کی جہاں پر آپ نے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔آپ کی شہادت ۱۳؍رجب

۴۲۴ھ کو ہوئی۔ آپ کی مزار ریلوے کراسنگ درگاہ شریف کے نزد محلّہ بخشی پورہ میں واقع ہے جہاں حافظ حیرت شاہ کی مزار سے پورب سے پچھّم کی طرف وسیع راستہ جاتا ہے۔ تقریباً دوسو گز چلنے کے بعد آپ کی مزار کی عمارت نظر آتی ہے۔ آپ کی درگاہ کی تعمیر سلطان فیروز شاہ تغلق نے کروائی تھی۔ (۳۰)

خواجہ اکبر وارثی میرٹھی قطعہ تاریخ شہادت لکھتے ہیں:

قطعہ تاریخ شہادت حضرت سید سالار سیف الدین غازیؒ

حضرت سرخرو سالار شۂ سیف الدین
پی کے جب جامِ شہادت ہوئے جنت کو رواں
اکبروارثی کو دی یہ ندا رضواں نے
سن لکھوان کی شہادت کا شہیدمیداں
۴۲۴ھ

☆☆☆

(۳۰) سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ (مطبوعہ ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۱-۱۱۲)

حضرت سید ابراہیم شہیدؒ

حضرت سید ابراہیم شہیدؒ کی شہادت ۱۵؍رجب ۴۲۴ھ کو ہوئی۔آپ کوسید سالار مسعود غازیؒ کا استاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔آپ کو سلطان محمود غزنوی کی فوج میں بارہ ہزاری منصب ملا ہوا تھا اور آپ سالار مسعود غازیؒ کے والد محترم سالار ساہو کے ساتھ رہتے تھے۔سالار ساہوؒ نے سالار مسعودؒ کی جب عمر چار سال کی ہوئی تب آپ کے پاس ہی تعلیم کے لئے حاضر کیا اور جہاں آپ کی رسم بسم اللہ ہوئی اور آپ نے سالار مسعود غازیؒ کو آپ نے مکمل دینی اور فوجی تعلیم دی۔

عباس احمد شیروانی نے لکھا ہے کہ امیر سید ابراہیمؒ نے سالار مسعود غازیؒ کی شہادت ہونے کے دوسرے روز ۱۵؍رجب ۴۲۴ھ کو میدان جنگ میں گئے اور سب سے پہلے سپہ سالار مسعود غازیؒ کو دفن کیا اور پھر دیگر شہدا کو۔سہر دیو(سہیل دیو) کو خبر ہوئی کہ کچھ مسلمان باقی رہ گئے ہیں تو اس نے پھر دھاوا کیا۔پھر لڑتے لڑتے سہر دیو مارا گیا اور بعد میں امیر سید ابراہیم شہیدؒ ہوئے۔(۳۱)

آپ کا مزار مبارک محلّہ اکبر پورہ می واقع ہے اور مرجع خلق ہے۔جس کا انتظام وقف بورڈ کے ذریعہ ہوتا ہے۔موجودہ متولی سید راشد اختر صاحب بخوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

☆☆☆

---

(۳۱) حیات مسعودی،ص ۱۲۹

قاضی شمس الدین بہرائچیؒ

قاضی شمس الدین بہرائچیؒ سلطان ناصرالدین محمود کے زمانے میں ہندوستان کے قاضی مما لک تھے۔سلطان ناصر الدین محمود آپ سے بہت متاثر تھا۔قاضی شمس الدین بہرائچی عالم و فاضل اور با کمال انسان تھے۔''نزہتہ الخواطر'' میں مولانا حکیم عبد الحئ ندویؒ قاضی شمس الدین بہرائچی کے بارے میں لکھتے ہیں:

ناصرالدین محمود بن شمس الدین التمش اپنے بھتیجے علاءالدین مسعود بن فیروز بن التمش کی طرف سے جب وہ بہرائچ کا والی مقرر تھا تو اس نے شیخ شمس الدین کو بہرائچ کا قاضی مقرر کر دیا تھا، کیونکہ وہ ان کے علم وفضل سے بہت متاثر تھا۔لیکن جب وہ بادشاہ ہند ہوا تو اس نے ۲۷؍رجب ۶۵۱ھ میں ان کو اپنے پاس بلا کر قاضی مما لک کا عہدہ تفویض کیا جس کا نتیجہ ہوا کہ آپ اس کے تمام اہم ملکی امور میں معتمد و مشیر کی حیثیت اختیار کر گئے۔مگر وہ دوسرے امراٗ وحکّام کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ ان کو حسد کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔امیروں نے سلطان کے پاس آپ کی شکایت بھی کی۔سلطان نے اتوار کے دن ۲۳؍ربیع الاول ۶۵۳ھ کو آپ کو منصب قضا سے الگ کر دیا۔۶۵۵ھ علم بغاوت بلند کیا تو انھوں نے اس پر قاضی شمس الدین کو متہم کیا اور کہا کہ اس بغاوت پر قاضی شمس الدین نے ہی ان کو آمادہ کیا تھا۔اس الزام کی بنا پر سلطان نے بروز اتوار ۲؍جمادی الاخر ۶۵۵ھ کو آپ کو دہلی سے شہر بدر کر کے بہرائچ بھیج دیا، جہاں وہ آخری عمر تک مقیم رہے۔(۳۲)

---

(۳۲) نزہتہ الخواطر جلد ۳؍ص ۱۰۳

'تاریخ فرشتہ' میں ہے کہ جب امیروں نے بغاوت کی تو اس وقت حضرت شیخ الاسلام قطب الدین اور قاضی شمس الدین بہرائچی وغیرہ اکابرین شہر نے قتلغ خاں اور کشلی خاں کو خفیہ خطوط بھیجے اور ان کو دہلی آنے اور شہر پر قبضہ کر کے کی ترغیب دی۔ الغ خاں ان امیروں کی مکاری سے واقف ہو گیا اور اس نے تمام حالات سے بادشاہ کو اطلاع دی۔ ناصرالدین نے حکم دیا کہ یہ تمام لوگ اپنی اپنی جاگیر کو واپس جائیں اور ایک روایت کے موافق ناصرالدین نے سب کو نظر بند کیا۔(۳۳)

تمام کتابیں اس بارے میں خاموش ہیں کہ قاضی شمس الدین بہرائچی کی وفات کس سن میں اور کہاں ہوئی۔

☆☆☆

(۳۳) تاریخ فرشتہ ترجمہ اردو مطبوعہ ۲۰۰۸ء، ص ۱۸۷

آستانہ حضرت سید امیر ماہ بہرائچیؒ
تصور جنید احمد نور ۲۰۱۷ء

سید امیر ماہ بہرائچیؒ

سید افضل الدین ابو جعفر امیر ماہ بہرائچیؒ کو بہرائچ میں سید سالار مسعود غازیؒ کے بعد سب سے زیادہ مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔آپ کی پیدائش بہرائچ میں ہوئی۔آپ کی سن ولادت کسی کتاب میں نہیں ملتی۔پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) لکھتے ہیں:

میر سید امیر ماہؒ بہرائچ کے مشہور ومعروف مشائخ طریقت میں تھے۔سید علاء الدین المعروف بہ علی جاوریؒ سے بیعت تھی۔آپ نے وحدت الوجود کے مختلف مسائل پر رسالہ ''المطلوب فی العشق المحبوب'' لکھا تھا۔فیروز شاہ جب بہرائچ گیا تھا تو ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور ''بسیار صحبت نیک دگرم برآمد''۔فیروز شاہ کے ذہن میں مزار (حضرت سید سالار مسعود غازیؒ) سے متعلق کچھ شبہات بھی تھے،جن کو سید امیر ماہؒ نے رفع کیا۔عبد الرحمٰن چشتیؒ (مصنف مرآۃ الاسرار) کا بیان ہے کہ اس ملاقات کے بعد فیروز شاہ کا دل دنیا کی طرف سے سرد پڑ گیا تھا،اور اس نے باقی عمر یاد الٰہی میں کاٹ دی۔(۳۴)

مولانا حکیم عبدالحئی ندویؒ'نزھۃ الخواطر'میں لکھتے ہیں:

شیخ محمد بن نظام الدین بن حسام الدین بن فخر الدین بن یحییٰ بن ابی طالب بن محمود بن علی بن یحییٰ بن فخر الدین بن حمزہ بن حسن بن عباس بن محمد بن علی بن محمد بن اسماعیل بن

(۳۴) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات مطبوعہ ۱۹۵۸،ص ۴۱۴

جعفر حسینی (امام جعفر صادقؓ)۔

ابو جعفر کنیت امیر ماہؒ کے نام سے مشہور بڑے مشائخ میں سے تھے۔طریقۂ سلوک شیخ علاء الدین حسینی جیوری سے طے کیا اور انھیں سے خرقہ فقیری پہنا۔اور شیخ کو جمال الدین کوئلی کی صحبت اختیار کی اور ان سے بھی راہِ طریقت اختیار کیا۔آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں سے'' المحبوب فی عشق المطلوب معارف''فارسی زبان میں ہے۔اسکی تصنیف فیروز شاہ (تغلق) کے زمانے میں کی تھی۔جبکہ فیروز شاہ تغلق نے آپ سے شہر بہرائچ میں ملاقات کی اور فیض بھی حاصل۔سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ بھی اسی شہر بہرائچ میں آپ سے ملے اور انکے فضل وکمال کے معترف ہوئے جیسا کہ''مرآۃ اسرار''میں موجود ہے۔مہر جہاں تاب میں لکھا ہے کہ وہ (امیر ماہؒ) فیروز شاہ کے زمانے میں وفات پا گئے تھے۔(۳۵)

مخدوم سید معین الحق جھونسویؒ لکھتے ہیں:

حضرت امام جعفر صادقؓ کے بڑے صاحبزادے سید اسمٰعیل اعرج تھے۔جو والد ماجد کی حیات میں ہی وفات کر گئے۔سید اسمٰعیلؒ کے دو صاحبزادے تھے۔پہلے سید علی اکبر جن کی اولادوں میں مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ بن سلطان ابراہیمؒ آتے ہیں۔اور میر سید علاء الدین ہیں جن کی قبر اطہر اودھ میں ہے۔ان دونوں بزرگوں کا سلسلۂ نسب میر سید علی اکبر بن میر سید اسمٰعیل بن حضرت امام جعفر صادق ؓ منتہی ہوتا ہے۔حضرت میر اسمٰعیل اعرج کے دوسرے صاحبزادے میر سید محمد ہیں۔جن کی نسل سے حضرت سید ابو جعفر امیر ماہؒ بہرائچی ہیں۔آپ سلسلۂ کبرویہ سہروردیہ میں حضرت میر سید علاء الدین جیوریؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔حضرت سید ابو جعفر امیر ماہؒ کا نسب بھی اس طور سے حضرت میر سید اسمٰعیل اعرج تک پہنچتا ہے۔(۳۶)

صاحب''مرآۃ الاسرار''عبد الرحمٰن چشتی لکھتے ہیں کہ سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ

(۳۵) نزہتہ الخواطر جلد ۳، ص ۲۰۳

(۳۶) منبع الانساب مطبوعہ ۲۰۱۰ء، ص ۳۴۸

نے جس کتاب میں ہندستان کے تمام سادات کا ذکر کیا ہے۔اس میں لکھتے ہیں :

سادات خطۂ بہرائچ کا نسب بہت مشہور ہے ،سادات بہرائچ میں سید ابوجعفر امیر ماہؒ کو میں نے دیکھا ہے ،وادی تفاوت میں بے نظیر تھے،سید شہید مسعود غازیؒ کے مزار کی حاضری کے موقع پر میں اور سید ابوجعفر امیر ماہؒ اور حضرت خضرؑ ساتھ ساتھ تھے ان کی مشیخت کے اکثر حالات کے لئے میں نے حضرت خضرؑ کی روح سے استفادہ کیا ہے۔سید امیر ماہؒ مزار علاقہ بہرائچ میں زیارت گاہ خلق ہے۔ اور آپ کی اولاد میں اب تک وہاں آباد ہے۔ان میں سے میر سید احمدؒ کو اس فقیر نے (مصنف کتاب مرآۃ الاسرار) نے بادشاہ جہانگیر کے عہد میں دوسری مرتبہ دیکھا۔ بڑے نیک آدمی تھے۔اس وقت میر سید علاء الدین اخلاق محمدی سے متصف ہیں اور اپنے اجداد کی مسند پر متمکن ہیں۔(۳۷)

مرآۃ الاسرار کے بیسویں طبقہ میں میر سید علای ءالدین کنتوریؒ کے حالات کے بعد حضرت سید امیر ماہؒ کے نام کی علیٰحدہ سرخی قائم کرکے تفصیل سے حالات لکھے ہیں:

عارف پیشوائے یقین'' ،''مقتدائے وقت''،''کاملان روزگار'' ، بزرگانِ صاحب اسرار'' کے القاب سے تذکرہ شروع کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''شانے عظیم وکراماتے وافر وحالے قوی وہمتے بلند داشت'' ''صاحب عالی مقام بود،عالمے ازنعمت اوفیض مند گشت'' آپ کا زمانہ حضرت نصیر الدین محمودؒ چراغ دہلویؒ (متوفی ۷۵۷) کے زمانے سے لےکر حضرت میر سید اشرف جہانگیرؒ (متوفی ۸۰۸ھ) تک ہے۔

''آئینہ اودھ'' میں مصنف شاہ سید محمد ابوالحسن نے لکھتے ہیں :

سلطان فیروز شاہ تغلق نے امیر ماہؒ کی خانقاہ کے مصارف کے لئے اودھ کے چند دیہات دیئے ان کے بیٹے بھی پابندِ شرع صوفی اور اپنے والد کی طرح دعوت وارشاد میں مصروف رہتے ۔نواب شجاع الدولہ (۱۷۳۱ء-۱۷۷۵ء) کے عہد تک اس

(۳۷)مرآۃ الاسرار ص ۹۲۶

خانقاہ کے سجادہ نشین اجداد کی علمی و رحانی روایت رکھے ہوئے تھے۔ جب نواب مذکور نے ان کی جائیداد کی ضبطی کے احکام جاری کیے تو انہوں نے اپنا مذہب بدل کر مذہب امامیہ اختیار کرلیا۔ جس سے ان کی نصف جائیداد بچ گئی۔ اب ان کی خانقاہ میں جو دعوت و ارشاد کا مرکز تھی وہ تعزیہ داری کی مجالس منعقد کرنے لگے۔ پھر نواب سعادت علی خان (۱۷۹۸ء-۱۸۱۴ء) کے عہد میں باقی جائیداد بھی ضبط ہوگئی۔ (۳۸)

آپ کی تصانیف کے سلسلہ میں صرف ایک کتاب ''المطلوب فی عشق المحبوب'' نامی رسالہ کا ذکر ملتا ہے، اس رسالہ کے پہلے باب در بیان عشق کا کچھ حصہ مصنف مرآۃ الاسرار نے نقل کیا ہے اور کچھ حصہ حضرت مولانا شاہ نعیم اللہؒ صاحب بہرائچی نے اپنی کتاب ''معمولات مظہریہ'' میں نقل کر کے سالک کے کچھ درجے اور مقامات بتائے ہیں۔ پروفیسر اقبال مجددی (پاکستان) لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ کے ایک بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ امیر ماہؒ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ لیکن انہوں نے ان کے صرف ایک رسالے ''المطلوب فی عشق المحبوب'' کا ہی ذکر کیا ہے۔ اس رسالہ '' المطلوب فی عشق المحبوب'' کا ہندستان میں صرف ایک نسخہ موجود ہے۔ جیسا کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب ''سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات'' میں لکھتے ہیں کہ اس کا ایک قلمی نسخہ میرے ذاتی کتب خانے میں ہے۔ اس رسالہ کے تین قلمی نسخے کتب خانہ داتا گنج بخشؒ میں اور کوئٹہ میں سلطان الطاف علی کے کتب خانہ میں ایک قلمی نسخہ موجود ہیں۔ کوئٹہ میں موجود قلمی نسخہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر ماہؒ نے یہ رسالہ سلطان فیروز شاہ تغلق کے لیے تالیف کیا تھا۔ لیکن اس رسالے کے دیگر خطی نسخوں سے یہ جملہ حذف ہو چکا ہے۔ (۳۹)

حکیم مولوی محمد فاروقی نقشبندی بہرائچیؒ آپ کی کرامت کے بارے میں لکھتے

---

(۳۸) آئینہ اودھ　مطبوعہ ۱۸۸۷ء، ص ۱۱۵

(۳۹) تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند　جلد اول　ص ۶۴۳

ہیں: امیر ماہ بہرائچیؒ کی کرامتیں اہل بہرائچ میں میں بہت کچھ مشہور ہیں عوام ہنود و اہل اسلام کو خدا کی جھوٹی قسم کھانے میں باک نہیں مگر آپ کی جھوٹی قسم کھانے سے بہت ڈرتے ہیں۔ موجودہ وقت میں بھی لوگ یہاں جھوٹی قسمیں نہیں کھاتے ہیں۔ سید امیر ماہؒ بہرائچی کی وفات ۱۴؍جون ۱۳۷۱ء مطابق ۲۹؍ذی القعدہ ۷۷۲ھ کو بہرائچ میں ہوئی تھی۔ ''خزینۃ الاصفیاء'' میں معارج الولایت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میر سید امیر ماہہؒ نے ۷۷۲ھ میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار پر انوار محلّہ وزیر باغ / چاند پورہ میں نزد پرانا نانپارہ بس اسٹینڈ شہر بہرائچ میں واقع ہے۔ یہ علاقہ عرف عام میں امیر ماہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی مزار بہرائچ میں خلق کی زیارت گاہ ہے۔ آپ کی خانقاہ میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے۔

خزینۃ الاصفِیاء جلد چہارم صفحہ ۹۵ پر مصنف نے آپ کی قطعہ وفات لکھی ہے:

چوں شد میر مہ در بہشت بلند به ترحیل آن شاہ روشن یقین
'' یکی پیر مہتاب سید بگو'' دگر کن رقم ''ماہ روشن یقین''
۷۷۲ھ ۷۷۲ھ

معین احمد علوی کاکوروی صاحب نے اپنی تصنیف ''میر سید امیر ماہ بہرائچی '' کے صفحہ ۱۸ مطبوعہ ۲۰۱۵ء میں آپ کی تاریخ وفات پر یہ قطعہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مولوی احمد کبیر صاحب حیرتؒ وکیل عدالت ساکن قصبہ پھلواری ولد حاجی مولوی فرید کی ایک کتاب میں جس میں تمام مشاہیر کی تاریخہائے وفات کے قطعات ہیں مندرجہ ذیل قطعہ نظر سے گذرا:

ایں میرماہ عارف بداختر شہادت بیں نام والد او حضرت نظام دین بود
بغداد بود اصلش بہرائچ ست مسکن علم دوکون حاصل از اہل دردبنمود
بعد از وصال آں مہ حورے ہمیں دعارا باداایں جناں منور از میر ماہ فرسود
۷۷۲ھ
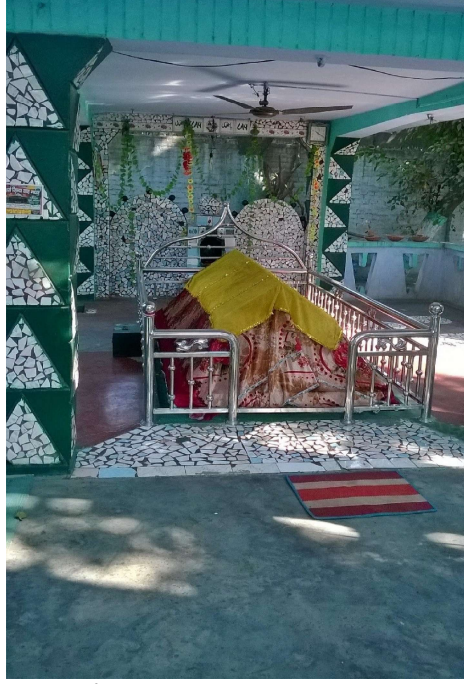
مزار حضرت سید اجمل شاہ بہرائچیؒ
نزد مولوی باغ قبرستان اسٹیشن موڑ
بہرائچ
تصویر جنید احمد نور ۲۰۱۶ء

سید اجمل شاہ بہرائچیؒ

قاضی سید عبدالمالک المعروف سید اجمل شاہؒ کئی سلسلوں سے وابستہ تھے۔ آپ سلسلہ چشتیہ جہانیہ وقادریہ وسہروردیہ میں سید جلال الدین بخاری المعروف بہ جلال الدین جہانیاں جہاں گشتؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے قاضی شیخ قوام الدین دہلویؒ سے بھی خرقہ خلافت پایا۔ معمولات مظہریہ میں حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ نے اجمل شاہؒ بہرائچی کے بارے میں لکھا ہیں:

سید اجمل شاہؒ کو بے شمار سلاسل سے نسبت حاصل تھی۔ قاضی سید عبد المالک المعروف سید اجمل شاہ بہرائچیؒ کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں اجازت اپنے پیرو مرشد سید جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ سے اور انہیں خواجہ نصیرالدین روشن چراغ دہلویؒ سے انہیں سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محمد بن احمد البداوئیؒ (نظام الدین اولیاءؒ) سے انہیں خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ سے حاصل تھی۔ اسی طرح سلسلہ سہروردیہ کی اجازت آپ کو سید جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ سے حاصل تھی انہیں حضرت شاہ رکن الدین عالمؒ سے انہیں اپنے والد شیخ بہاؤالحق زکریا ملتانیؒ سے انہیں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے۔ اسی طرح سلسلہ کبوریہ میں سید اجمل شاہؒ کو اجازت حاصل تھی اپنے مرشد سید جلال الدین مخدوم جہانیاں ؒ سے انہیں اپنے دادا سید جلال الدین بخاریؒ سے انہیں حمید الدین سمرقندیؒ سے انہیں شمس الدین ابو محمد بن محمود بن ابراہیم الفرغانیؒ سے انہیں عطایاء الخالدیؒ سے انہیں شیخ احمدؒ سے انہیں بابا کمال جنیدیؒ سے انہیں نجم الدین الکبریؒ سے انہیں عمار یاسرؒ سے انہیں شیخ الدین

ابو نجیب سہروردیؒ سے۔سلسلہ قادریہ میں آپ کو اجازت اپنے مرشد سید جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ سے انہیں سید جلال الدین بخاریؒ سے انہیں عبید غیبیؒ سے انہیں ابوالقاسم فاضلؒ سے انہیں شیخ ابوالمکارم فاضلؒ سے انہیں قطب الدین ابوالغیثؒ سے انہیں شیخ شمس الدین علی الالحؒ سے انہیں شیخ شمس الدین الحدادؒ سے انہیں شیخ محی الدین ابومحمد سید عبد القادر جیلانیؒ سے۔سلسلہ مداریہ قلندریہ کی اجازت آپ کو شاہ بدیع الدین شاہ مدارؒ سے بغیر کسی واسطہ سے حاصل ہوئی انہیں طیفور شامیؒ سے انہیں عین الدین شامیؒ سے۔اسی طرح سلسلہ نقشبندیہ میں سید اجمل شاہ بہرائچیؒ خلیفہ تھے شاہ عبد الحقؒ کے وہ خلیفہ تھے خواجہ یعقوب چرخیؒ کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ کے۔(۴۰)

محمد غوثی شطاری مانڈوی اپنی تصنیف ''گلزارِ ابرار'' میں شاہ بدیع الدین مدارؒ کے خلفاء کے حالات لکھتے ہوئے سید اجمل شاہ بہرائچیؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قاضی عبد المالک بہرائچیؒ کے زمانہ کے تمام اہل دولت شاہ سے لیکر سپاہی تک دوام دولت اور قیام سلطنت کے بارہ میں آپ کی مراد بخش دعا کے نیاز مند تھے۔اور نیز آپ کی فاتحہ کو خاتمہ بخیر کے بالکل ساتھ ساتھ پاتے تھے۔آپ کی تربت بہرائچ میں ہے۔(۴۱)

مشائخ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کے مصنف نے خواجہ عبد الحقؒ المشتہر بہ محی الدین کے احوال میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سید اجمل شاہ بہرائچیؒ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ عبد الحق امشتہر بہ محی الدینؒ کے خلیفہ تھے۔(۴۲)

معین احمد علوی کاکوری صاحب مشہور علمی رسالہ ''معارف'' میں لکھتے ہیں:

سلطان ابراہیم شرقی بادشاہ جونپور کو ان (سید اجمل شاہؒ) سے بڑی عقیدت تھی۔اس نے اپنی سلطنت میں آپ کو صدر جہاں کے عہدے پر ممتاز کیا تھا۔ان کے لئے دریا کے کنارے نہایت خوبصورت مسجد بنوائی تھی جو آج بھی 'جھنجری مسجد' کے نام

---

(۴۰) معملوات مظہریہ ترجمہ اردو مطبوعہ ۲۰۰۷ء، ص ۵۷-۵۸

(۴۱) گلزارِ ابرار ترجمہ اردو ۲۰۰۷، ص ۷۷

(۴۲) مشائخ نقشبندیہ ابوالعلائیہ ۱۹۹۱ء، ص ۱۱۲

سے مشہور ہے۔ سلطان ابراہیم شرقی کا ایک شاہزادہ اور خود سلطان بھی آپ کی خانقاہ کے قریب دفن ہیں۔ ایک مرتبہ سلطان ان کو اپنے ساتھ بنگالہ کی مہم پر بھی لے گیا تھا۔

ایک بار قاضی شہاب الدینؒ دولت آبادی وزیر سلطنت جونپور اور قاضی صدرِ جہاں سید اجمل بہرائچیؒ سے کسی امیر کی محفل میں آگے پیچھے بیٹھنے پر کچھ چشمک اور گفتگو ہوگئی۔ قاضی شہاب الدین علم میں ان سے زیادہ متبحر تھے۔ ان کے دل میں وزارت عظمیٰ کے ساتھ علم کے وقار کا سوال بھی پیدا ہوا۔ شاہ اجملؒ سے یہ کہہ کر کہ آپ کا علم مشکوک اور مشتبہ ہے اس لیے مجھ کو آگے بیٹھنا چاہیے۔ بیٹھنے میں سبقت لے گئے اور سید صاحب بوجہ آلِ رسولؐ ہونے کے اپنی افضلیت چاہتے تھے۔ غرض یہ کہ بحث چل پڑی اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے ایک رسالہ علم کی افضلیت پر لکھ ڈالا لیکن جب قاضی صاحب کے استاد کو اس بحث اور رسالہ کی اطلاع ہوئی تو ان کی یہ جسارت پسند نہ آئی اور ان کی طرف سے مزاج میں برگشتگی پیدا ہوگئی۔ (معارف جنوری ۱۹۹۲ء ص ۶۲، ۶۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعد میں قاضی صاحب نے اپنے ان خیالات سے توبہ کی اور ایک کتاب بنام ''مناقب السادات'' لکھی اور پہلے جو کچھ بھی لکھا اور کہا تھا اس سے معذرت چاہی۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں قاضی صاحب کو خواب میں نبی ﷺ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ سید اجمل کو راضی کرو، اس کے بعد آپ سید اجمل کے پاس گئے اور معافی مانگ کر ماسبق خیالات سے رجوع کیا او رپھر ''مناقب السادات'' لکھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (۴۳)

مولوی عبدالستار لکھتے ہیں:

خانوادہ طیفوریہ کے کئی گروہ نکلے جن میں شطاریہ حضرت خواجہ عبد اللہ شطاریؒ سے اور طبقاتیہ یا مداریہ حضرت شمس العارفین شاہ بدیع الدین قطب

(۴۳) اخبار اخیار (ترجمہ اردو) ۲۰۰۴ء، ص ۳۸۳

المدارؒ سے۔حضرت قطب المدارؒ کے پانچ خلیفہ تھے۔دوسرے خلیفہ کا ذکر کرتے ہوئے سید اجملؒ تھے آپ کے پیرو اجملی کہلاتے ہیں۔(۴۴)

مولانا امیر احمد قاسمی لکھتے ہیں:

مولانا سید اجمل شاہؒ اور سید بڈھن بہرائچیؒ وہ مشہور بزرگ ہیں جن سے ابراہیم شاہ شرقی کے دربار میں ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ کا مناظرہ ہوا تھا۔(۴۵)

قاضی سید عبد المالک المعروف بہ شاہ اجمل بہرائچیؒ ۲۵ر رمضان ۸۶۴ھ مطابق ۱۴ر جولائی ۱۴۶۰ء (بعہد سلطان بہلول لودی) کو اس دارفانی سے رخصت ہوئے۔آپ کا مزار بہرائچ میں نزد اسٹیشن موڑ (قبرستان مولوی باغ / احاطہ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ) مزار کے قریب واقع ہے۔جو بہرائچ سے گونڈہ جانے پر پٹرول پمپ کے بغل میں ایک چہار دیواری کے اندر کھجور کے درخت کے نیچے ہے۔

قطعہ تاریخ وفات (بحوالہ معارف ۱۹۹۲ء)

شاہ اجمل ولی پاک خدا عطر اللہ قبرہٗ ابدا
چون بخلد برین سفر فرمود بست و پنجم زماہ رمضان بود
سال نقلش خردچوگو ہر سفت شد ولی جہاں بخت گفت
بازترحیل آں چہ خوب و خنک رحمتہ اللہ علیہ گفت ملک
باز نقلس بہ اختلاف سند شیخ اہل کمال گفت خرد

۸۶۴ھ

☆☆☆

(۴۴) اخبار اخیار (ترجمہ اردو) ۲۰۰۴ء، ص ۳۸۳

(۴۵) نور العلوم کے درخشندہ ستارے ص ۱۹

آستانہ مخدوم سید بڈھن شاہ بہرائچیؒ
نزد مولوی باغ قبرستان اسٹیشن روڈ
بہرائچ
تصویر جنید احمد نور ۲۰۱۶ء

مخدوم سید بڈھن شاہ بہرائچیؒ

سید بڈھن شاہ بہرائچیؒ قاضی سید عبد المالک المعروف سید اجمل شاہ بہرائچیؒ کے خلیفہ تھے۔سید بڈھن بہرائچیؒ کی پیدائش شہر بہرائچ کے محلّہ بڑی ہاٹ میں ماہ رمضان میں ہوئی تھی۔

سید بڈھن شاہ بہرائچیؒ کا سلسلئہ نسب سادات حسینی سے ملتا ہے۔آپ کے بزرگ ساتویں ہجری میں کاشغر سے وارد ہوکر بہرائچ میں متوطن ہوئے یہ اور شاہ اجمل بہرائچیؒ ایک ہی خاندان سے تھے۔قاضی جمال الدین عرف قاضی چندن کے بھائی قاضی دانیال کے یہاں رشتہ قائم ہونے کی وجہ سے انھوں نے بہرائچ میں توطن اختیار کیا۔(۴۶)

معین احمد علوی کاکوروی آپ کے نام کے بارے میں مولانا شاہ اسلمؒ سجادہ نشین خانقاہ نعیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مولانا شاہ محمد اسلم صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارے خاندان میں ثقہ بزرگوں کے ذریعہ جو دو (۲) روایات سینہ بسینہ محفوظ چلی آرہی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت مخدوم بڈھن رمضان شریف میں پیدا ہوئے۔دن میں کبھی آپ دودھ نہیں پیتے تھے۔دوسرے ان کے سر کے بال بوقت پیدائش سفید تھے۔(۴۷)

---

(۴۶) معارف جنوری ۱۹۹۲ء،ص ۵۸

(۴۷) معارف جنوری ۱۹۹۲ء،ص ۵۹

سید ظفر احسن بہرائچی سجادہ نشین خانقاہ نعیمیہ آپ کے نام کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کی ولادت کے وقت آپ کے سر کے تمام بال سفید تھے اس لیے آپ کا نام بڈھن پڑ گیا تھا۔ آپ کے والد کا نام مخدوم سید اللہ دادؒ تھا۔ سید بڈھن بہرائچیؒ کا خاندان ساتویں صدی ہجری میں ہلاکو خاں کے پرفتن زمانہ سے پناہ حاصل کرنے کے لیے بغداد سے ہندستان آیا تھا اور علاقہ اودھ کے بہرائچ میں اقامت اختیار کی اور بہرائچ میں ایک محلّہ مخدوم پورہ کے نام سے آباد کیا جو موجودہ وقت میں بڑی ہاٹ کے نام سے مشہور ہے۔ (۴۸)

معین احمد علوی کاکوروی صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا شاہ محمد اسلم صاحب ؒ جانشین خانقاہ نعیمیہ نے خود راقم سے بیان کیا میرے دادا مولانا شاہ ابو محمد صاحب نواسہ شاہ نعیم اللہؒ (متوفی ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء) کی ایک تحریر ہمارے خاندانی کاغذات میں محفوظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ بہرائچ کی آبادی پہلے پھوس کے چھپروں سے گاؤں کے انداز پر آباد تھی۔ پختہ مکانوں میں صرف ہمارا ہی پہلا مکان تھا جو مولسری والی مسجد سے ملحق اب بھی موجود ہے۔ اس کی تاریخ تعمیر ''این است محل رکت'' یعنی زمانۂ شہنشاہِ جہانگیر ہے۔ زمانۂ قدیم زمانے میں پھونس کے مکانات ہونے کی وجہ سے بہرائچ میں دو بار بھیانک آگ لگی۔ جس میں لوگوں کا اثاثہ ضائع ہوگیا کہ اسی آگ میں شاہ بڈھن ؒ کے گھر کا اثاثہ قیمتی نوادرات اور نسخ سب ضائع ہوگئے۔ (۴۹)

سید بڈھن بہرائچیؒ نے شیخ عبد المقتدر بن رکن الدین شریحیؒ کے واحد شاگرد مخدوم شیخ حسام الدین فتح پوریؒ سے حاصل کی تھی اور ان ہی سے سلسلہ چشتیہ کی اجازت پائی تھی۔ مخدوم شیخ حسام الدین فتح پوریؒ کی وفات کے بعد آپ سید اجمل شاہ بہرائچیؒ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے مکمل باطنی تعلیم حاصل کر کے ان کے جلیل القدر خلیفہ

(۴۸) آثار حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ مطبوعہ ۲۰۱۵ء، ص ۲۹۹

(۴۹) معارف جنوری ۱۹۹۲ء، ص ۵۹

ہوئے۔مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ اپنی کتاب نزہتہ الخواطر میں لکھتے ہیں:

الشیخ الصالح الفقیہ السید بڈھن البہرائچیؒ کا شمار مشہور و معروف مشائخ کرام میں ہوتا تھا۔آپ نے علوم ظاہری کی تعلیم اور سلسلہ چشتیہ کی اجازت شیخ حسام الدین فتح پوری سے حاصل کی جو شیخ عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحیؒ کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے۔سید بڈھن بہرائچیؒ نے سلسلہ مداریہ و سہروردیہ اور دیگر مشہور سلاسل کی اجازت وخلافت سید اجمل شاہ بہرائچیؒ سے حاصل کی اور ان سے شیخ (درویش) محمد بن قاسم اودھیؒ نے اجازت اور خلافت حاصل کی۔(۵۰)

آپ کے فرزند اکبر سید شاہ فتح چشتیؒ آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے اور دوسرے خلیفہ شیخ درویش محمد اودھی بن شیخ قاسم اودھیؒ بہت مشہور ہوئے۔شیخ درویش محمد اودھیؒ (متوفی ۸۹۶ھ) کے خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ (متوفی ۹۴۴ھ) ان کے خلیفہ شیخ رکن الدین گنگوہیؒ (متوفی ۹۸۳ھ) ان کے خلیفہ مخدوم عبد الاحد سرہندیؒ (متوفی ۱۰۰۷ھ) ان کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ (متوفی ۱۰۳۴ھ)۔''آئینہ اودھ'' کے مصنف مولوی ابوالحسن مانکپوری اپنی ملازمت کے دوران ۱۸۷۵ء میں بہرائچ آئے اور مخدوم سید بڈھن بہرائچیؒ کی اولادوں سے ملے تھے۔مصنف ''آئینہ اودھ'' نے سید بڈھن بہرائچی کے حالات میں آپ کی اولاد کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

''ان مخدوم سید بڈھن بہرائچیؒ کی اولد میں مولوی سید ابوالحسن بہرائچیؒ نواسۂ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ خلف الرشید مولوی شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ صاحب ہیں۔مولانا سیدنا مخدوم سید بڈھنؒ کے طہارتِ نسب میں کوئی شق نہیں،مگر علی الاتصال شجرہ پدری مؤلف کو نہ ملا اس باعث سے اس کے لکھنے میں معذوری ہوئی،اور کچھ چکوک و دیہات معافی کے اس خاندان میں تھے۔عمل داری سرکار انگلیشیہ میں اثر قانونی سے ایک تعلقہ دار کے قبضہ جاتے رہے۔اب محض توکل پر بسر اوقات ہے۔''(۵۱)

(۵۰) نزہتہ الخواطر جلد ۳ ص ۲۴۰

(۵۱) آئینہ اودھ ص ۱۳۶

مخدوم سید بڈھن بہرائچیؒ کی تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔مولوی عبدالستار اپنی کتاب میں آپ کی وفات کی تاریخ لکھتے ہیں کہ سید بڈھن شاہ ؒ نے تاریخ ۸ رشوال ۸۸۰ء کو بعہد سلطنت سلطان بہلول لودی کے وفات پائی۔مزار پُر انوار شہر بہرائچ میں بستی سے اوتر قریب مزار حضرت مولوی شاہ نعیم اللہ قدس سرہٗ کے زیر درخت املی بالائی چبوترہ پر واقع ہے۔(۵۲)

قطعہ تاریخ وفات بحوالہ مسالک السالکین

مقتدائے طریقۂ احسن شیخ اہل جہاں شہ بڈھن
رفت زین جہان حزن و ملال ہشتمین بود از مہ شوال
سال ترحیل آن خرد فرمود صاحب کشف شاہ بڈھن بود
۸۸۰

معین احمد علوی صاحب آپ کی وفات کے بارے میں لکھتے ہیں:مخدوم بڈھن شاہ بہرائچی کی وفات ۸رشوال ۸۸۰ھ مطابق ۴رفروری ۱۴۷۶ء کو ہوئی۔مزار پُر انوار زیارت گاہ خلائق ہے۔ریلوے اسٹیشن جانے والی سڑک کے پورب جانب پڑتا ہے پہلے ایک بڑا املی کا درخت چبوترے پر سایہ فگن تھا۔۱۹۶۰ء کے قریب منتظمین نے املی کا درخت کٹوا کر نئے سرے سے چبوترہ کی مرمت کرا کے مزار پر چھت قائم کر دی۔(۵۳)

سید ظفر احسن بہرائچی نے آپ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کی وفات ۱۷ رجب ۸۸۰ھ مطابق ۱۷رنومبر ۱۴۷۵ء میں سلطان بہلول لودی کے زمانے میں ہوئی تھی۔(۵۴)

☆☆☆

(۵۲) مسالک السالکین،ص ۴۴۰

(۵۳) معارف جنوری ۱۹۹۲ء،ص ۶۰-۶۱

(۵۴) آثار حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ،ص ۳۰۲

مزار حضرت شیخ فیروز شہیدؒ
واقع عیدگاہ شہر بہرائچ
تصویر جنید احمد نور ۲۰۱۸ء

شیخ فیروز شہیدؒ

شیخ فیروز شہیدؒ مصنف اخبار اخیار شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے پر دادا تھے۔ انکی مزار بہرائچ میں ہے۔''اخبار اخیار'' میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے خاندان کے حالات شیخ فیروز شہیدؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ملک موسیٰ کے کئی لڑکے تھے جن میں ایک کا نام شیخ فیروز تھا۔شیخ فیروز میرے دادا کے حقیقی دادا تھے۔شیخ فیروز تمام فضائل ظاہری و باطنی سے موصوف تھے۔اور دینی وکسبی نعمتوں سے مالا مال تھے۔فن جنگ میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔جنگی ترکیبوں میں اپنی قوت طبع اور سلیقہ کے لیے بے نظیر تھے۔علم شاعری ،دلیری ،سخاوت ظرافت ،لطافت،عشق ومحبت اور دیگر صفات حمیدہ میں یکتائے روزگار تھے۔ نیز دولت و حشمت،عزت وعظمت میں شہرۂ آفاق تھے۔ ہمارے گھر میں شریں کلامی ،ذوق و ظرافت آپ ہی کی وجہ سے پیدا ہوا۔آپ سلطان بہلول کے دور حکومت کے ابتدائی زمانہ میں بقید حیات تھے۔آپ نے سلطان حسین شرقی کی آمد اور سلطان بہلول سے جنگ کا قصہ نظم کیا تھا۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی آگے لکھتے ہیں کہ یہ کلام ہمارے پاس تھا لیکن اس وقت نہیں ہے البتہ اس کے دوشعر یاد ہے جو سلطان بہلول کو حسین شرقی نے مخاطب کر کے کہے ہیں۔

ایا قابض شہر دہلی شنو حیاتت چو خواہی ازیں جابرو
منم قابض ملک مار است ملک خدا داد مارا خدا راست ملک

شیخ فیروز ۸۶۰ھ مطابق ۱۴۶۵ء میں بہرائچ (قدیم نام بھڑائچ) گئے تھے

جہاں جنگ میں شہادت پائی اور وہیں دفن ہوئے، جنگ میں جاتے وقت آپ کی اہلیہ محترمہ نے کہا کہ امید سے ہوں آپ نے جواب دیا انشاء اللہ بیٹا پیدا ہوگا اور اس سے بکثرت اولاد ہوگی، پیٹ کے فرزند اور تم دونوں کو اللہ کے سپرد کیا جنگ میں نہ معلوم کیا صورت پیش آئے۔ غرض کہ اللہ نے ان کو بیٹا دیا جن کا نام سعد اللہ تھا اور سعد اللہ میرے حقیقی دادا تھے۔(۵۵)

آپ کی مزار بہرائچ کے مرکزی عیدگاہ سے لگی ہوئے ایک اونچے ٹیلے پر ہے۔ جہاں پر ایک مسجد اور شہر کا مرکزی قبرستان بھی ہے۔ معین احمد علوی کاکوروی مرحوم اپنے ایک مضمون بنام 'حضرت سالار مسعود غازیؒ کے سوانحی مآخذ' میں لکھتے ہیں کہ 'واقعات مشتاقی' کے مصنف شیخ رزق اللہ مشتاقی بن شیخ سعد اللہ بن شیخ فیروز ترک بخاری ہے۔ یہ شیخ فیروز وہی ہیں جن کا مزار بہرائچ کی عیدگاہ کے شمال میں دریائے سرجو کے کنارے پر فضا مقام پر زیارت گاہ خلق ہے، اور فیروز شہیدؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا خاندان ہے، شیخ فیروز شرقی بادشاہوں اور لودی بادشاہوں کی جنگ میں بہرائچ میں شہید ہوئے تھے۔(۵۶)

☆☆☆

---

(۵۵) اخبار اخیار ترجمہ اردو، ص۵۷۲

(۵۶) معارف اپریل ۱۹۷۷ء، ص۲۹۲

سید سلطان بہرائچیؒ

سید سلطان بہرائچیؒ کی پیدائش ۸۵۹ھ مطابق ۱۴۵۵ء میں بہرائچ میں ہوئی تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں: میرے والد فرماتے تھے کہ سید سلطان بہرائچیؒ اہل دل، خاکسار اور صاحب ہمت درویش تھے۔ شیخ علاؤالدینؒ کے مرید تھے تلقین وارشاد کا تعلق سلسلہ شطاریہ سے رکھتے تھے۔ لباس میں صرف ستر عورت پر اکتفا کرتے اور عام طور پر ننگے سر رہا کرتے کبھی درویشوں کے ساتھ رہتے اور کبھی عالم تنہائی میں رہتے تھے، دینوی رسوم سے آزاد رہا کرتے تھے۔ ذکر بالجبر زیادہ کرتے تھے، دوران ذکر میں آپ نے اپنے قلب پر اس زور سے ضرب لگاتے تھے کہ جس طرح صنوبر کی لکڑی چیرتے وقت کٹر کٹر کی آوازیں نکلتی ہیں اسی طرح آپ کے دل سے آوازیں نکلتی تھیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب 'اخبار الاخیار' میں آگے لکھتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ میں پہلے طلب حق کے سلسلہ میں سلطان بہرائچیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت کتابت میں مشغول تھے میں بیٹھے بیٹھے سر نیچے کیے چپکے چپکے ذکر کرنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر میری طرف غصہ سے دیکھنے لگے اور بعد میں تبسم فرمایا اور مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور مہربانی فرمائی، لیکن مجھے حقیقت دریافت کرنے کی جرات نہ ہوئی، پھر جب میں وہاں سے چلا گیا تو آپ نے خود مجلس میں ذکر کیا کہ آج میرے پاس ایک نوجوان آیا جو قلب سے ذکر کر رہا تھا مجھے غیرت آئی چاہا کہ اس کے دل پر ایک طمانچہ ماروں لیکن میرے پیرومرشد حاضر ہوئے، فرمایا کہ رحم کا مقام ہے۔ حکایت ہے کہ آپ کو ایک ہندو عورت سے محبت ہوگئی تھی جو آپ کی توجہ کی بدولت

مسلمان ہوگئی تھی، اس کے قبیلہ کے لوگوں نے محمد زماں کے یہاں جو ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے رشتہ دار تھے، مقدمہ داخل کر دیا، محمد زماں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ اس عورت کو گھر سے نکال دو ورنہ تم پر حملہ کروں گا، آپ نے تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ مسلمان ہوگئی ہے اس کو کافروں کے سپرد کرنا ناجائز ہے، اگر آپ کو لڑائی کا شوق ہے تو جلدی آجائیے دیکھیے اللہ تعالی کیا معاملہ فرماتے ہیں، سید سلطان بہرائچی کے اس جواب سے محمد زماں مرعوب ہوگیا تھا اور اپنی حرکت پر شرمندہ ہوا۔ (۵۷)

مخدوم سید معین الحق جھونسوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں: میر سید سلطان بہرائچی قدس سرہ، شیخ علاء الدین اجودھنی کے مرید تھے۔لیکن بیعت و ارشاد سلسلۂ شطاریہ میں لیتے تھے۔ سرمست قلندر تھے۔ظاہری گزر بسر رندانہ ہوتی۔کبھی لباس فاخرہ پہنتے تو کبھی لباس فقیرانہ، کسی حالت اور صفت کے پابند نہ تھے۔کبھی تنہا رہتے، کبھی صحرا میں اور کبھی بازاروں میں، نجیب سید تھے۔ (۵۸) آپ کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: آپ کے مریدوں اور خلفاء میں سے شیخ ابن انبر دھ بھی ہیں جو بوڑھے بابرکت اور مجذوب شکل تھے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں سید سلطان بہرائچیؒ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے صرف سن ۹۴۹ھ لکھا ہے۔ جس کو مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب ''خزینۃ الأصفیاء'' کی جلد دوم صفحہ ۳۴۴ پر نقل کیا ہے ساتھ ہی آپ کی قطعہ تاریخ وفات کو بھی قلم بند کیا ہے۔جو یہاں نقل کیا جاتا ہے

سیدفردوس　شد　باعزو　جاہ
چونکہ　سلطان　جہاں　مشتاق　حق
خاص　حق　سلطان　وفا تش　کن　رقم　　　۹۴۹ھ
باردیگر　کن　میاں　مشتاق　حق　　　۹۴۹ھ

☆☆☆

(۵۷) اخبار اخیار ص ۴۶۴

(۵۸) منبع الانساب ص ۳۷۱

آستانہ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ
واقع گیند گھر بہرائچ
تصویر جنید احمد نور ۲۰۱۷ء

شاہ نعیم اللہ نقشبندی مجددی مظہری بہرائچیؒ

حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچی کی پیدائش ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۷۳۸ء میں ہوئی۔ آپ کا مقام پیدائش موضع بھدوانی قصبہ فخر پور ضلع بہرائچ ہے۔آپ کے والد کا نام غلام قطب الدین تھا۔

شاہ نعیم اللہؒ صاحب علوی سید تھے۔آپ کے مورثِ اعلی خواجہ عماد خلجی ہمراہ سید سالار مسعود غازیؒ کے ہندستان آئے تھے اور بارہ بنکی کے قصبہ کینتور میں جنگ میں جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ شاہ نعیم اللہ نے سات سال کی عمر میں شیخ محمد روشن بہرائچی کی خدمت رسم بسم اللہ ادا کی۔ رسم بسم اللہ کے ایک سال ہی میں آپ نے قرآن مجید ختم فرما کر درسیہ فارسیہ کی طرف توجہ فرمائی اور شہر بہرائچ کے اساتذہ سے مختصرات کی تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد علوم عربیہ کی تحصیل کا شوق ہوا اور اس کو حاصل کرنے کے لیے لکھنؤ ،شاہجہاں پور ، بریلی ،مرادآباد ،دہلی کے متعدد سفر کیا اور علوم ظاہری حاصل کیا۔علوم ظاہری سے فراغت کے بعد علم باطن حاصل کرنے کا شوق ہوا اور ۱۱۸۶ھ لکھنؤ میں مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خلیفہ محمد جمیل نقشبندیؒ سے فیض باطنی حاصل کیا اور طریقۂ نقشبندیہ مجدیہ کے اذکار و اشغال سیکھے۔بعد میں ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء میں دہلی گئے اور مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا اور چار سال تک مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خدمت میں رہے اور خرقۂ خلافت و طریقۂ نقشبندیہ،قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ کی خلافت اور اجازت حاصل کر کے ۱۱۳۹ھ مطابق ۱۷۷۹ء۔
میں بہرائچ واپس آئے۔ مرزا مظہر جان جاناں آپ کے بارے میں فرمایا

کرتے تھے کہ تمہاری (شاہ نعیم اللہ بہرائچی) چار سال کی صحبت دوسروں کی بارہ سال کی صحبت کے برابر ہے۔ شاہ نعیم اللہ بہرائچی کو شاہ غلام علی نے جامع معقول ومنقول کہا ہے۔(۵۹)

کتاب مستطاب حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں مولانا مولوی محمد حسن نقشبندی مجددی آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

حضرت مولوی نعیم اللہ ساکن بہرائچ حضرت مرزا صاحب قدس سرہ خلفاء نامدار میں سے ہیں۔آپ جامع معقول ومنقول تھے۔چار سال تک حضرت مرزا صاحب کی صحبت میں رہے۔حضرت مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری چار سال کی صحبت اور وں کی بارہ سال کی صحبت کے برابر ہے۔حضرت مرزا صاحب قبلہ آپ کے حال پر نہایت عنایت فرماتے اور فرماتے کہ تمہارے نور نسبت اور فیض صحبت سے عالم منور ہوگا۔پس ایسا ہی ہوا۔حضرت نے بروقت عطاء اجازت وخلافت ہر سہ جلد مکتوبات قدسی آیات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ بھی ان کو عطا فرمائی تھیں۔اور فرمایا کہ دولت یعنی مکتوبات شریف جو میں نے تم کو دیئے کسی مرید کو نہیں دیئے۔فرمایا کہ مشائخ طریقت جو اپنے مریدوں کو خلعت خلافت دیا کرتے ہیں۔جو میں نے تم کو دیا ہے۔یہ سب میں بہتر ہے۔اس نعمت کا شکر اور قدر کرنا۔یہ تمہارے واسطے ظاہر اور باطن کا ایک خزانہ ہے۔اور اگر طالب جمع ہوا کریں۔اور فرصت ہوا کرے تو بعد عصر کے سب کے سامنے پڑھا کرنا اور بجائے مرشد اور مربی کے ہے۔آپ بکمال اخلاق حسنہ آراستہ تھے۔اور صبر مین نہایت صبر و توکل سے اوقات یاد خدا میں بسر کرتے۔آخر میں مولانا مولوی محمد حسن نقشبندی مجددی نے لکھا ہے کہ راقم الحروف نے آپ کے مزار کی زیارت کی ہے۔(۶۰)

سید ظفر احسن بہرائچی نے آپ کے خلفاء کے بارے میں لکھتے ہیں: شاہ نعیم اللہ بہرائچی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کے مشہور بزرگ ہیں۔آپکے خلفاء کی تعداد

---

(۵۹) مقامات مظہری ص ۳۸۹

(۶۰) کتاب مستطاب حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۳۰۵

بہت زیادہ تھی۔ شاہ مراداللہ فاروقی تھانیسری لکھنویؒ (مزار مرادعلی لین ،اکھاڑہ کریم اللہ شاہ متصل رائل ہوٹل (باپو بھون) لکھنؤ میں ہے۔ مولوی محمد حسن کٹکیؒ (مزار مولوی محلّہ پوسٹ مہاسنگھ پور ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ) ،مولوی کرامت اللہؒ (مزار درگاہ پیر جلیل لکھنؤ)، مولوی نور محمدؒ (مزار درگاہ پیر جلیل لکھنؤ)، حاجی سید احمد علیؒ (مزار مسجد ٹاٹ شاہ چوک فیض آباد اودھ) ، سید محمد دوستؒ (مزار مسجد ٹاٹ شاہ چوک فیض آباد اودھ) ، میر محمد ماہؒ (حضرت میر محمد ماہؒ خاندانِ حضرت امیر ماہؒ کے ایک فرد تھے۔آپ کے خاندان کے بعض افراد نے زمینداری بچانے کے لئے مذہب امامیہ کے پیروگار ہو گئے تھے۔) وغیرہ۔ (۶۱)

آپ نے مرزا مظہر جان جاناں کے حالات پر دو کتابیں لکھی ہیں۔بشارات مظہریہ اور معمولات مظہریہ ان میں مرزا مظہر جان جاناں کے خاندانی اور ذاتی حالات اور مشغلوں کے علاوہ مرزا مظہر جان جاناں کے معمولات کا تفصیل سے ذکر ہے۔ بشارات مظہریہ قلمی اور ضخیم ہے اور ۲۱۰/اوراق پر مشتمل ہے اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم (لندن) میں محفوظ ہے ،جبکہ دونسخہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں محفوظ ہیں۔معمولات مظہریہ چھپ چکی ہے۔شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ نے مرزا مظہر جان جاناں صاحب کے مکتوبات کا ایک انتخاب بھی رقعات کرامت سعات کے نام سے تیار کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔سید ظفر احسن بہرائچی اپنی کتاب آثار حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ میں صفحہ ۳۲۲ پر لکھتے ہیں کہ شاہ نعیم اللہ بہرائچی نے کئی کتابیں تالیف کی جو اس طرح ہے۔

(۱)رسالہ ادعیہ ماثورہ(عربی/ فارسی)(۲)بشارات مظہریہ (نسخہ برٹش میوزیم (لندن) میں محفوظ)(۳) مثنوی در مدح حضرت مظہرؒ و خلفائے ایشاں(اردو غیر مطبوعہ)(۴)معمولات مظہریہ (مطبوعہ)معمولات مظہریہ (۵)مثنوی درمدح سلاسل طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ(اردوغیر مطبوعہ)(۶)رسالہ دراحوال حضرت مرزا مظہر(۷)متفرق اشعار بہ زبان اردو و فارسی(۸)مکتوبات مرزامظہرجانِ جاناں(۹)شرح سفرالسعادت

---

(۶۱) آثار حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ مطبوعہ ۲۰۱۵ء،ص ۲۷۰-۲۷۱

(۱۰)رقعات مرزا مظہر حصہ اول (مطبوعہ)(۱۱)حاشیہ رسالہ میر زاہد (۱۲)رقعات کرامت ساعت حصہ اول(مطبوعہ)(۱۳)حاشیہ رسالہ ملا جلال (۱۴)خودنوشت سوانح حیات(احوال نعیم اللہ بہرائچی) (غیر مطبوعہ)(۱۵)خلاصۂ وصیت ہائے خاصہ از کلمات اکابر ثلثہ (۱۶) مجموعۂ مکاتیب قاضی ثناء اللہ پان پتی (مطبوعہ)(۱۷)خلاصۂ بیاض حضرت حاجی محمد افضل محدث سیالکوٹی (عربی/ فارسی) (۱۸)رسالہ انفاس الاکابر (در خصائص طریقۂ نقشبندیہ) (مطبوعہ(۱۹)خطبات جمعہ (عربی) (۲۰)رسالہ انوار الضمائر(در تحقیق درویشی ومعنی قیومیت (مطبوعہ) (۲۱) ۔وصیت نامہ (۲۲)رسالہ یقول الحق (در رد اعتراضات شیخ عبد الحق محدث دہلوی بر کلام حضرت مجدد)(۲۳)مکاتیب شریفہ(۲۴)رسالہ سلسلۃ الذہب (در سلوک طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ) (۲۵) دیباچہ(عربی) بر کتاب شیخ محمد عابد سنامی (۲۶)رسالہ المعصومہ

پروفیسر محمد اقبال مجددی نے آپ کی تصنیف کے یہ نام لکھے ہیں (۱)بشارات مظہریہ(فارسی نثر)،(۲)معمولات مظہریہ (فارسی نثر)(۳)انفاس الاکابر (فارسی نثر)(۴)انوار الضمائر،(۵)رسالہ شمسیہ مظہریہ(۶)رقعات کرامات سعادت مرزا مظہر(فارسی نثر)(۷)رسالہ در بیان نسبِ خود۔(۶۲)

یہاں پر آپ کی تصنیف کردہ کتابوں کے بارے میں اختلاف ہے۔بقول پروفیسر اقبال مجددی کے شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کی صرف سات (7) کتابیں ہے۔جبکہ خانقاہ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کے سجادہ نشین حضرت سید ظفر احسن نے اپنی تصنیف میں صفحہ ۳۲۳ پر شاہ نعیم اللہ صاحب کی تصانیف کی تعداد ۲۶ لکھی ہے۔جن میں سے کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔(واللہ اعلم)۔ مشہور شاعر اور درگاہ شاہ مراد اللہ صاحب فاروقیؒ تھانیسری ثم لکھنوی کے نگراں مرحوم بشیر فاروقی لکھنوی 'گلزارِ مراد' صفحہ ۸ پر آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کے دست مبارکہ کا تحریر کردہ قرآن مجید بھوپال میں

---

(۶۲) تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان و ہند جلد دوم مطبوعہ ۲۰۱۵ء،ص ۱۷۹

حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب جو حضرت مولانا شاہ فضل احمد رائے پوری کے عزیز ہیں کے پاس موجود ہے۔'

شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کی وفات ۵/صفر ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء میں ۶۵ سال کی عمر میں بروز جمعہ نماز عصر کی تیسری رکعت کے سجدے میں ہوئی تھی۔آپ کی تدفین جہاں ہوئی وہ آج احاطہ شاہ نعیم اللہؒ (گیند گھر میدان) کے نام سے پورے شہر میں مشہور ہے۔آپ کے مزار اور چہار دیواری کی تعمیر ۱۸۱۱ء مطابق ۱۲۲۶ھ میں اسی نقشہ کے مطابق کرائی گئی جس نقشہ کے مطابق شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ نے مرزا مظہر جان جاناںؒ کی مزار کی تعمیر کرائی تھی۔جو آج بھی اسی حالت میں موجود ہے۔

اسی احاطہ کے ایک حصہ میں محکمہ تعلیم کے دفاتر اور ایک سرکاری نسواں انٹر کالج بھی قائم ہیں۔گیند گھر میدان آپ کے ہی خاندان کی ملکیت تھی جسکا بڑا حصہ انگریزی حکومت نے قبضہ کر لیا تھا۔''معارف'' کے شمارہ فروری ۱۹۹۲ء میں معین احمد علوی ذیل قطعہ تاریخ وصال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ معمولات مظہریہ میں ذیل قطعہ تاریخ وفات درج ہے۔

مولوی صاحب نعیم اللہ در وقت نماز بہر سجدہ نہا دہ کرو رحلت زین جہان
سال تاریخش چوا نور بادل غمگین بجست ہاتفے گفتا زسرشد سوئے حق راہ روان
۱۲۱۸ھ

جبکہ آثار مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ میں صفحہ ۳۲۹ پر مصنف سید ظفر احسن بہرائچی نے دیگر قطعات کے ساتھ اس قطعہ کو اس طرح لکھا ہے۔

مولوی صاحب نعیم اللہ در وقت نماز بہر سجدہ نہا دہ کرو رحلت زین جہاں
سال تاریخش چوا نور بادل غمگین بجست ہاتفے گفتہ زسرشد سوئے راہِ حق رواں
۱۲۱۸ھ

رحلت نمود مولوی نعیم اللہؒ وقتِ شام سر رابہ سجدۂ باری نہادہ بہ عشق تام
کر دم سوال سالِ تواریخ راز غیب ہاتف بمن بگفت کہ باغِ نعیم دام
۱۲۱۸ھ

دیگر

سال ہجری خوب شد تاریخِ اُو صُبح فوت آمد نعیم اللہ شاہ

۱۲۱۸ھ + ۵۸۶= ۱۸۰۴ء

گفتہ ام من خادم درگہ ظفرؔ قطع تاریخ نعیم اللہ شاہ

دیگر

عالم دیں ،عارفِ نکتہ شناس بودہ ای حضرت نعیم اللہ شاہ

گـــفتـــمـــــش تاریخ از یثرب بروں رفت در جنت نعیم اللہ شاہ

۱۹۳۰ - ۷۱۲

۱۲۱۸ھ

مادۂ تاریخ: فروکش فردوسِ بریں = ۱۲۱۸ھ

☆☆☆

مولانا شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ

مولانا بشارت اللہؒ کی پیدائش ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء میں شہر بہرائچ میں ہوئی تھی اور آپ کا نسب شیخ بڈھن بہرائچیؒ سے ملتا ہے۔مولانا بشارت اللہ بہرائچیؒ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ شاہ غلام علی دہلویؒ کے خلیفہ تھے۔آپ اول اپنے خسر مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ سے بیعت تھے، بعد میں شاہ غلام علیؒ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام کمال ونسبت مجددیہ حاصل کی حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ آپ کے حال پر نہایت عنایت فرماتے تھے۔ جب کبھی آپ حاضر ہوتے تو حضرت شاہ غلام علیؒ آپ کا استقبال کرتے تھے۔(۶۳) آپ کی علو منزلت کا اس سے ہی قیاس کرنا چاہیے کہ حضرت شاہ غلام علیؒ آپ کا استقبال کرتے تھے۔شاہ غلام علیؒ نے اپنے جانشینی کے واسطے دو شخصیت کو تجویز فرمایا تھا ایک شاہ ابوسعیدؒ اور دوسرے مولانا بشارت اللہؒ کہ ان میں سے کوئی ایک مقیم ہوکر اشاعت طریقہ کرے اس بات کا ذکر شاہ غلام علی کی وصیت نامہ میں ہے۔

ایک مرتبہ آپ کو شاہ صاحب کی جانب سے کچھ گمان ناخوشی ہوا تو آپ نے اس کا اظہار شاہ غلام علیؒ سے کیا اس کا جواب شاہ غلام علیؒ نے اس طرح تحریر فرمایا وہم ناخوشی بندہ در دل نیارند بندہ ہرگز از شما ناخوش نیست وجہ ناخوشی چیست ایں وہم از دل برادر ندا کثر میگویم کہ سہ چہار کس در یاران من ممتاز اند میاں ابوسعیدؒ و رؤف احمدؒ واحمد سعیدؒ ودیگر مولوی قصوری غلام محی الدینؒ پیدا شدہ است۔(۶۴)

(۶۳) کتاب مستطاب حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص۳۵۲
(۶۴) کتاب مستطاب حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص۳۵۲

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اپنی مشہور کتاب 'تاریخ دعوت وعزیمت' جلد چہارم کے صفحہ ۳۶۸ پر لکھتے ہیں کہ (مولانا) شاہ بشارت اللہؒ نے بہرائچ میں سلسلہ مجدیہ نقشبندیہ کی اشاعت کی۔شاہ بشارت اللہؒ سلسلہ مجدیہ کے ایک مشہور شیخ ہیں جنہوں نے بہرائچ میں ایک خانقاہ قائم کی۔

مولانا سید عبدالحئی حسنیؒ اپنی کتاب ''نزھتہ الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

الشیخ العام الفقیہ بشارت اللہ--- البہرائچی کا تعلق مشائخ نقشبندیہ سے تھا۔ ان کی ولادت ۱۲۰۱ھ میں شہر بہرائچ میں ہوئی۔اپنے چچا (خال محترم) مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کے گہوارہ علم وفضل میں پروان چڑھے۔اور ان ہی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ان کی وفات کے بعد دہلی کا قصد کیا اور منطق وحکمت کی تعلیم شیخ امام خیرآبادیؒ سے اور فقہ وحدیث کی تعلیم شاہ رفیع الدینؒ اور ان کے بھائی شاہ عبدالقادرؒ سے حاصل کی۔اس دوران حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے درس میں حاضری اور کسب فیض کا سلسلہ جاری رہا۔مزید برآں حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت میں حاضری اور کسب فیض کا سلسلہ جاری رکھا۔علوم ظاہری کے حصول سے فراغت کے بعد ہمہ تن گوش ہوکر دل و جان سے حضرت شاہ غلام علیؒ کی صحبت اختیار کرلی اور ان کے راز دارِ خاص اور خلوتوں کے امین ہوگئے۔اور وہ مقام ومنزلت حاصل کی جس سے ان کے دیگر متوسلین و منسلکین حیران تھے۔حضرت شاہ غلام علیؒ نے بہت محبت اور شفقت کے ساتھ خلعتِ خلافت سے نوازا۔حضرت شاہ غلام علیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اصحاب و متعلقین میں چار افراد ہیں جن کو اللہ سلامت رکھے اور ان جیسے دائمی مودّت ولاوں میں اضافہ فرمائے۔اور مودّت کا درجہ قرابت سے بڑا ہوتا ہے۔پھر ان چاروں کے نام بیان فرماتے تھے۔شیخ ابوسعید اسعدہ اللہ سبحانہ اور ان کے صاحبزادے شیخ احمد سعید جعلہ اللہ تعالیٰ محموداً اور شیخ رؤف احمد اَف اللہ بہ اور شیخ بشارت اللہ جعلہ اللہ مبشراً بقبولہ۔(۶۵)

حضرت مولانا شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ کے نام اُن کے پیرومُرشد حضرت شاہ

(۶۵) نزھتہ الخواطر جلد ۷ صفحہ ۵۳۹

غلام علی دہلویؒ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے۔ وہم نا خوشی بندہ در دل نیارند بندہ ہرگز از شما ناخوش نیست وجہ ناخوشی چیست ایں وہم از دل بر دارند اکثر می گویم کہ سہ چہار کس در یاران من اند شما ومیاں ابوسعید ورؤف احمد واحمد سعید ودیگر مولوی قصوری غلام محی الدین پیدا شدہ است۔

بندہ یعنی شاہ غلام علی دہلویؒ، کی ناخوشی کا وہم دل میں نہ لائیں، بندہ ہرگز آپ یعنی شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ سے ناخوشنہیں ہے۔ ناخوشی کی وجہ کیا ہوسکتی ہے، یہ وہم دل سے نکال دیں، میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ تین　چار آدمی میرے احباب میں مُمتاز ہیں، آپ یعنی شاہ بشارت اللہ بہرائچی، اور میاں ابوسعید و رؤف احمد واحمد سعید، اور دوسرے مولوی قصوری غلام محی الدین پیدا ہوئے ہیں (٦٦)

سید ظفر احسن بہرائچی اپنی کتاب ’آثار حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ میں صفحہ ۲۲۵ پر لکھتے ہیں کہ شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ نے کئی کتابیں تالیف کی تھیں جو اس طرح ہے:

(۱) خطبات جمعہ وعیدین (۲) مکاتیب شریفہ (۳) ترجمہ شرح تہذیب (۴) ترجمہ کلمات امیر المؤمنین حضرت علی (جمعہ ابوعلی الطبرانی علی ترتیب حروف المعجم من نہایۃ السالکین) (۵) رسالہ شروط بیعت (٦) رسالہ سرور القلوب عندذکرالمحبوب (۷) شرح مثنوی مولانا روم (۸) فارسی ترجمہ وشرح قصیدہ بانت سعاد (۹) فارسی ترجمہ و شرح قصیدہ بردہ (۱۰) مثنوی در مدح حضرت شاہ غلام علیؒ۔

سید ظفر احسن بہرائچی نے آپ کے خلفاء کے یہ نام اپنی کتاب میں لکھا ہے جو اس طرح ہیں:

ملا ظہیر الدین بخاریؒ، ملا عبد الغفور بخاریؒ، ملا غلام رسول قندھاریؒ، ملا میر قندھاریؒ، مولوی غلام محمد دربھنگویؒ، مولوی قدرت اللہ گوپامویؒ *مولوی نادر علی ملیح آبادیؒ آپ کی وفات یکم جمادی الثانی ۱۲۵۴ھ مطابق ۲۳ر اگست ۱۸۳۸ء بروز جمعرات

(٦٦) آثار حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ ص ۱٦۴

کوشہر بہرائچ میں ہوئی۔احاطہ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ میں ایک چبوترے پر آپ کی مزار بنی ہوئی ہے۔

محمد حسن نقشبندی مجددیؒ نے لکھا ہے کہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی آپ کے صاحبزادے شاہ ابوالحسن کی عمر۱۴سال کی تھی۔انہوں نے نسبت باطنی شاہ احمد سعید کی خدمت میں حاصل کی تھی۔اس وقت ان کے صاحبزادے حضرت مولانا ابومحمد سلمہ اللہ تعالیٰ بہرائچ میں موجود ہیں۔چالیس سال کے قریب اپنے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں فیضیاب رہے۔راقم الحروف نے بھی ان کی زیارت کی ہے۔زندگی نہایت نامرادی اور گمنامی سے بسر کرتے ہیں۔کمال خلیق اور منکسر مزاج بزرگ ہیں۔ان کے پاس پیران طریقت کے اکثر تبرکات موجود ہیں۔منجملہ ازاں اس روپیہ کو بھی ایک خط خاص دستخطی حضرت شزہ غلام علی صاحب قدس سرہٗ کا مرحمت فرمایا ہے۔(٦٧)

موجودہ وقت میں خانقاہ نعیمیہ بہرائچ کے سجادہ نشین سید ظفر احسن بہرائچی ہیں۔سید ظفر احسن صاحب سجادہ نشین خانقاہ نعیمیہ بہرائچ کا شجرہ نسب مخدوم بڈھن بہرائچیؒ تک۱۳واسطوں سے پہونچتا ہے۔جواس طرح ہے:

حضرت سید ظفر احسن بن سید شاہ اعزازالحسنؒ بن سید عزیزالحسنؒ بن سید شاہ نور الحسنؒ بن سید شاہ ابوالحسنؒ بن سید شاہ بشارت اللہ بہرائچی نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ (بھانجے اور داماد حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ) بن سید امنت اللہؒ (ہمشیر مکرم حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ) بن سید امان اللہؒ بن سید رحمت اللہؒ بن سید عبدالکریمؒ بن سید حبیب اللہؒ بن سید عبدالحمیدؒ بن مخدوم سید ابراہیمؒ بن حضرت مخدوم سید شاہ فتح چشتی بن قطب الاقطاب حضرت مخدوم سید بڈھن چشتی مداری نقشبندی قادری سہروردی بہرائچیؒ (٦٨)

☆☆☆

(٦٧) کتاب مستطاب حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص۳۵۳

(٦٨) سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازیؒ ص۶۰

شاہ محمد ولی اللہ نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ

حضرت مولانا شاہ سید محمد ولی اللہ نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچیؒ اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے۔(۶۹)

آپ کی ولادت صوبہ اودھ کی سابق دارالحکومت فیض آباد کے قصبہ روناہی میں ہوئی تھی۔آپ کی تعلیم وتربیت حضرت اقدس مولانا شاہ مراد اللہ صاحب فاروقی تھانیسری ثم لکھنویؒ کے ذریعہ لکھنؤ میں ہوئی۔شاہ مراد اللہ صاحب فاروقی تھانیسریؒ حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ (مصنف معمولات مظہریہ،بشارات مظہریہ،خلیفہ خاص حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید دہلویؒ) کے خلیفہ تھے۔شاہ مراد اللہ فاروقی تھانیسریؒ نے آپ کو اجازت اور خلافت بھی عطا کی تھی۔

شاہ مراد اللہ تھانیسریؒ کی وفات کے بعد آپ نے حضرت مراد اللہ تھانیسری ثم لکھنویؒ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا شاہ سید ابوالحسن نصیر آبادیؒ سے تعلیم وسلوک کی مزید تربیت حاصل کی اور آپ کی خلافت سے سرفراز ہوئے۔پیرومرشد کے حکم کی تعمیل کرتے

---

(۶۹)حضرت مولانا شاہ سید ولی اللہ نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچیؒ کے حالات آپ کے خانوادے کے حافظ سید محمد آصف صاحب سے حاصل ہوئے جنہوں نے اپنے خانوادے کے قدیم و نادر مخطوطات راقم کو دکھائے۔ساتھ ہی اپنے خانوادے کے دیگر بزرگوں کے حالات بھی فراہم کیے۔(جنید احمد نور)

ہوئے بہرائچ تشریف لائے اور بہرائچ میں مشتقل سکونیت اختیار کی۔آپ شاہ مراد اللہ ؒ صاحب کے سسرالی رشتہ میں نواسے لگتے تھے۔آپ نے عقد مسنون بھی کیا۔جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کوتین بچے عنایت فرمائے،ایک حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحمٰنؒ،دوسرے جناب مولوی سید عبد الخالقؒ، تیسری صاحبزادی بی بی نجب النساءاں صاحبہ جن کا نکاح حضرت اقدس مولانا شاہ ابو محمد نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچیؒ کے ساتھ ہوا۔شاہ ابو محمد نقشبندی خانقاہ ارشاد پناہ حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کے علمی و روحانی جانشین تھے اور حضرت اقدس مولانا شاہ سید ابوالحسن صاحب بہرائچیؒ کے صاحبزادے تھے۔

شاہ مراد اللہؒ صاحب تھانیسر (پنجاب) سے لکھنؤ تشریف لائے جہاں آپ سلسلہ نقشبندیہ میں شامل ہونے کی غرض سے پیرو مرشد کی تلاش میں آئے تھے۔لکھنؤ میں حضرت مرزا مظہرؒ صاحب کے خلیفہ موجود تھے۔انھوں نے آپ کو بہرائچ شاہ نعیم اللہؒ صاحب کے پاس تعلیم اور سلوک کی تربیت کے لئے بھیجا جہاں شاہ مراد اللہؒ صاحب نے اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ سے اپنے سلوک کی تعلیم حاصل کی اور انکے خاص خلفہ میں شمار ہوئے۔شاہ مراد اللہؒ صاحب دوران قیام بہرائچ میں ایک مکان تعمیر کرایا اور اسی میں رہتے تھے۔بعد میں شاہ مراد اللہؒ کے لکھنؤ منتقل ہونے پر وہ غیر آباد پڑا ہوا تھا،اس لئے اس مکان میں شاہ سید محمد ولی اللہ نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچیؒ نے اسکی مرمت وتعمیر فرمائی اور وہیں رہائش اختیار کی اور وہاں آپ نے اپنی خانقاہ کو آباد کیا۔آپ کے فیضان سے شہر بہرائچ اور گرد و نواح کے تمام خلق خدا کو راہِ ہدایت میں لی۔آپ کی ذات مبارکہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کو کافی عروج حاصل ہوا۔

رشد و ہدایت کا یہ روشن آفتاب بروز جمعرات ۷رمحرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۲۴رمئی ۱۸۶۶ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔آپ کی تدفین محلّہ براہمنی پورہ

میں واقع آپ کی خانقاہ میں مسجد کے احاطہ میں جانب مشرق میں ہوئی۔ جہاں آپ کی خام قبر کے نشانات آج بھی پائے جاتے ہیں۔ مسجد موجودہ وقت میں مسجد حبیب اللہ کے نام سے مشہور ہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب بہرائچیؒ کے پاس تمام نادر ونایاب کتابیں تھیں اور تبرکات بھی تھے جو آپ کو آپ کے پیر ومرشد حضرت شاہ مراد اللہ تھانیسری ثم لکھنویؒ سے حاصل ہوئے تھے۔ جس میں تمام علوم کی کتابیں موجود تھیں۔ یہ کتابیں اور تبرکات عرصہ دراز تک آپ کی خانقاہ کی زینت رہیں۔ مگر افسوس کہ حضرت مولانا شاہ سید حبیب اللہ صاحبؒ کے وصال کے بعد ان کتابوں کی نگہداست نہ ہو سکی جس کی وجہ سے سب ضائع ہو گیں اور دیمک وکیڑوں نے اس کو ختم کر دیا۔ اسی میں ایک نایاب کتاب ''دیوان مظہرؒ'' تھی۔ ''دیوان مظہر'' کو راجہ مدار بخش بہرائچی (والی ریاست نانپارہ ضلع بہرائچ) نے حضرت مولانا شاہ مراد اللہ صاحب فاروقی تھانیسری لکھنویؒ کو لکھوا کر تحفہ میں بھیجی تھی۔ کتاب کے تمام اوراق بہت پوشیدہ تھے۔ صرف آخری صفحہ پڑھنے میں آیا جس پر یہ عبارت تحریر ہے۔

تَمّتْ هـذَا نُسْخَتهُ سُمّی دِیْوَان مَظْهَر بِعَونِ الْمَلِکِ الْوَهَّابْ فِی التَّارِیخِ عشره شَهْر صَفَرْ اَلفِ وَ مِئَتَانِ وَ عِشْرُنَ مِنْ هِجرَةِ النِّبْوِیَّةِ عَلـی مُهَاجِرِه الصَّلواةُ وَالسّلامْ .الحقیر الفقیر اخون مدار بخش بهرائچی،حسب الاء رشاد زبدة الاولاد قریش و پیشوائے خدائے ذکر بیش مقبول بارگاه حضرت صاحب مولوی مراد الله صاحب تهانیسری

ترجمہ تمت: یہ نسخہ جس کا نام دیوان مظہر ہے، اللہ کی مدد سے یکم صفر ۱۲۲۰ھ کو مکمل ہوا۔ حقیر فقیر مدار بخش (والی ریاست نانپارہ ، بہرائچ)، حسب ارشاد زبدۃ الاولاد قریش و پیشوائے خدائے ذکر بیش مقبول بارگاہ حضرت مولوی مراد اللہ تھانیسری

قطعہ تاریخ وفات (بحوالہ کلیات امیر اللہ تسلیم ،ص ۳۵۷)

از منشی امیر اللہ تسلیمؔ (۷۰)

آہ جب حضرت ولی اللہ شاہ بہر سیر روضۂ رضواں چلے
خامۂ تسلیمؔ نے لکھا یہ سال بادشاہِ کشورِ عرفاں چلے
۱۲۸۳ہجری

☆☆☆

(۷۰) منشی امیر اللہ تسلیمؔ دبستان اودھ کے نامور استادالشعراء میں سرفہرست تھے۔آپ کے اجداد فیض آباد کے قاضی تھے۔آپ کی ولادت ۱۸۱۹ء اور وفات ۲۸ رمئی ۱۹۱۱ء کو ہوئی۔آپ نے لکھنؤ میں سکونیت اختیار کر لی تھی۔ جہاں آپ مطبع منشی نول کشور میں خوش نویشی کا کام انجام دیتے تھے۔ یہیں نواب اصغر علی خاں نسیمؔ دہلوی سے مشورۂ سخن بھی کیا۔آپ کے شاگروں میں مجاہد آزادی مولانا حسرتؔ موہانی، اصغرؔ گونڈوی، جگر مرادآبادی، نواب محمد تقی خاں افسرؔ لکھنوی اور عرشؔ گیاوی کا نام اہم ہے۔(ص ۸ مقدمہ انتخاب غزلیات, امیر اللہ تسلیمؔ مرتب فضل امام مطبوعہ ۱۹۸۸ء)

مولانا شاہ سید عبدالرحمٰن نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ

حضرت مولانا شاہ سید محمد عبدالرحمٰن نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچی مشہور بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچیؒ کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت شہر واقع خانقاہ میں ہوئی تھی۔آپ نے ابتدائی تعلیم والد ماجد نور اللہ مرقدہ سے حاصل کی۔ بعد میں پھر باضبطہ تعلیم کی غرض سے لکھنؤ تشریف لے گئے۔ان دنوں بحرالعلوم حضرت اقدس مولانا شاہ ابوالحیا محمد نعیم فرنگی محلیؒ کا شہرہ آفاق پر تھا۔آپ نے انھیں کی خدمت میں حاضر ہوکر زانوئے تلمذ طے کیا۔اور درس نظامی کے مستند عالم ہوئے۔تحصیل علم کے دوران آپ کو اپنے مشفق استاد سے کافی شفقت اور محبت ملتی رہی،اور آپ بھی حضرت والا سے والہنا محبت کرتے تھے۔فرنگی محل سے فراغت کے بعد حدیث شریف کی تعلیم کی غرض سے گنج مرادآباد تشریف لے گئے۔جہاں یگانہ روزگار ہادی کامل اور حدیث شریف کے بلند پایۂ عالی سند حضرت اقدس مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں رہ کر حدیث شریف کی سند حاصل کی۔اور آپ کے دستِ حق پرست پر بعیت کا شرف بھی حاصل کیا اور باطنی دولت سے سرفراز ہوکر بہرائچ تشریف لائے اور مشتقل سکونیت اختیار کی۔

آپ کی ذاتِ مبارکہ سے بھی رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔کثیر تعداد میں خلق خدا نے آپ سے فیض صحبت حاصل کیا۔آپ کی خانقاہ کی مسجد کی ازسرنو پختہ تعمیر آپ کے ہی زمانے میں ہوئی۔جس کی سنین تعمیر یہ ہے۔۱۷رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ

مطابق ۱۷رمئی ۱۸۸۹ء بروز جمعہ۔

آپ کے اوصاف حمیدہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ بہرائچیؒ کے جیسے تھے۔آپ نے اپنے والد ماجدؒ کی روایات کو برقرار رکھا۔علم اور عرفاں کی جس شمع کو حضرت شاہ ولی اللہ بہرائچیؒ نے روشن کیا تھا،آپ کی ذات مبارکہ سے کافی بڑھاوا ملا۔آپ بھی صبر و قائنت اور ضیائے الٰہی کے مجسم پیکر تھے۔آپ نے صرف درویشانہ زندگی اختیار کی آپ نے بھی عقد کیا تھا۔جن سے صرف تین صاحبزادیات تولد ہوئیں۔

اطراف و کناف بہرائچ میں آپ کی ذات مبارکہ سے بھی کثیر تعدداد میں بھی فیض یاب ہوئے۔جن میں ریاست ہائے نانپارہ کے راجگان وریاست گنڈارں وریاست ٹپر ہا کے راجگان نے بھی آپ سے فیض صحبت حاصل کیا اوراپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

آپ کا وصال بروز جمعہ ۲۱رمحرم الحرام ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۱رجنوری ۱۹۱۲ء کو بہرائچ میں ہوا۔آپ کی تدفین خانقاہ شریف میں مسجد سے متصل جانب مشرق اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بہرائچیؒ کے پہلو میں ہوئی۔

قطعہ تاریخ وفات

حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچی

از محمد جمال الدین نائب ناظم علاقہ اودھ راج کپورتھالہ

دریغ عبدالرحمٰن زدار فانی رفت		خدا بقصر بہشتش نشاندبا صد زَین
زبان بذکر تشہدروان بحالت نزع		سپر دروح معطّر بخالق کونین
دِش کی منزل حق بود پاکز سیداشت		بامر خُذْ بِیَدِک ضِغْثاً از کثافت شین
بصدق و عدل و بورع و حیا رسیدش فیض		زیار غار و عمر وزعلی و ذی النورین
بعلم و صبر و بزہدور ضا تلمّذ داشت		زبو حنفیہ و ایوب و شبلی و حسنین
ہر آنکہ دست بدست خدا پرستش داد		زشرنفس در آمد نسدّ ذوالقرنین
بسال رحلتش ابن فال زد جمال الدینؔ		حقش رساندہ بدرگاہ سیّد الدّارین

۱۳۳۰ھ
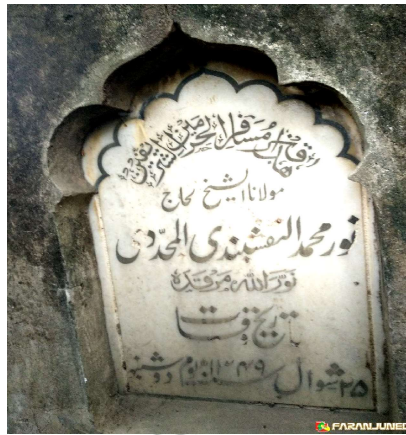
کتبہ قبر حضرت شاہ نور محمد نقشبندی مجددیؒ
واقع احاطہ شاہ نعیم اللہ شاہ بہرائچیؒ، گیند گھر بہرائچ
تصویر جنید احمد نور ۲۰۱۷ء

مولانا شاہ نور محمد نقشبندی بہرائچیؒ

مولانا شاہ نور محمد نقشبندیؒ کی پیدائش ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں رسڑا ضلع بلیا میں ہوئی تھی۔آپ کے والد کا نام شیخ کریم اللہ تھا۔آپ حضرت شیخ الدّ لائل علامہ محمد عبد الحق مہاجر مکیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔(۱۷)

آپ کی ابتدائی اردو فارسی کی تعلیم بلیا میں ہی ہوئی۔تعلیم کا شوق آپ کو بچپن سے تھا۔اور اسی شوق نے آپ کو ترک وطن پر مجبور کیا اور آپ غازی پور پہنچے اور وہیں کئی سال تک تحصیل علم میں مصروف رہے۔اس وقت مولانا احمد حسن کانپوری کا حلقہ درس پورے ہندوستان میں مشہور تھا۔مولانا نور محمد کے علمی شوق نے غازی پور کو بھی خیر باد کہنے پر مجبور کر دیا اور وہاں سے کانپور پہنچے اور عربی کی مکمل تعلیم حاصل کی اور سند فراغت لی۔عربی کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنی زندگی مسلمانوں کی تبلغ و ہدایت کے لیے وقف کر دی اور آخری عمر تک آپکا یہی مشغلہ رہا۔

روحانی مدارج طے کرنے کے لیے آپ حضرت مولانا کریم بخش موٴی نقشبندیؒ کے مرید ہوئے۔بعد میں حضرت شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی،شیخ نے فرمایا کہ ایک بڑے بزرگ کی بیعت کے بعد مجھ سے بیعت کی ضرورت نہیں۔آپ تعلیم حاصل کریں مولانا متعدد سال تک مکہ معظّمہ میں حضرت شیخ الدلائلؒ کی خدمت میں رہ کر تصوف کے بلند ترین منازل طے کئے۔پھر شیخ نے خلافت دیکر ہندوستان آنے کی اجازت فرمائی۔مولانا شاہ نور محمد پر آپ

(۱۷)مختصر حالات شاہ نور محمد نقشبندی مجددی رسڑاوی ثم بہرائچی،مطبوعہ ۱۹۳۱ء،ص ۳

کے شیخ کی خاص طور سے نظر تھی۔ جو لوگ وہاں حاضر ہوتے تھے انہیں معلوم ہوتا تھا کہ شیخ جتنا اہتمام مولانا کے لیے کرتے تھے اور کسی کے لیے نہ فرماتے۔ حضرت شیخ نے اپنی جگہ مولانا کے لیے چھوڑی تھی۔

مولانا کا ارادہ تھا کہ بقیہ حیات وہیں رہ کر بسر کرے مگر مادی دنیا پر روحانی دنیا کی کشش غالب آئی اور مکان کی زیارت کے بجائے عالم ارواح میں خود صاحب مکان سے ملاقات کرنے کے لیے تشریف لیگئے مولانا نے شیخ الدلائل کی ضخیم کتاب 'تفسیر اکلیل' جو ۱۲ سال کے عرصہ میں تیار ہوئی تھی اور سات جلدوں میں ہے اسے طبع کرنے کا اہتمام فرمایا اور محض خدا پر توکل کر کے مطبع اکلیل (موجودہ وقت میں تاج پریس کے نام سے ہے) کے نام سے ایک پریس قائم کر کے اس کتاب کو طبع کرایا، اسکے بعد مولانا کی دیگر تصانیف ارشاد الحق، تعلیم حقانی، انیس المسافرین، النور المبین طبع کرائی۔ اور خود اپنے قلم سے شیخ الدلائل کی ایک مختصر سوانح عمری لکھی۔ اس کے علاوہ آپ نے میلاد پر ایک رسالہ ''منبع الحسانات'' کے نام سے لکھا تھا۔ جو اب نایاب ہے۔ خلافت ملنے کے بعد مولانا نور محمدؒ کا اکثر حصہ عمر بہرائچ اور اسکے اطراف و جوانب میں بسر ہوا۔ اور جب تک اکلیل نہ طبع ہوئی تھی اس وقت تک تبلغ و ہدایت کے ساتھ ساتھ مطبع کی نگرانی بھی فرماتے تھے۔ 'تفسیر اکلیل' چھپ جانے کے بعد آپ کی زندگی خدمت دین کے لیے وقف تھی۔

مولانا شہر میں تبلغ کرنے کے ساتھ ساتھ دیہات میں بھی تبلغ کرتے تھے اور آپ کی اکثر زندگی غربا اور مساکین کے ساتھ گذری۔ بہرائچ اور اسکے اطراف میں تقریباً ۳۸ سال آپ نے گزارے۔

مولانا نور محمدؒ نے ۱۳۴۹ھ میں نواں (۹) حج کیا تھا اور وہاں سے واپس پر سخت علیل ہوگئے اور عرصہ تک علیل رہے، ضعف بیحد بڑھ گیا تھا، خوراک بہت کم رہ گئی تھی جمادالثانی ۱۳۴۹ھ تک مرض کا بہت اثر رہا۔ لیکن پھر صحت میں بہتری ہونے لگی اور تا دم وفات طبیعت روبصحت ہی رہی لیکن اس مرض کا آپ کے مشاغل پر کوئی اثر نہ تھا شاید ہی کوئی ایسا وقت ہوا کہ باجماعت نماز نہ پڑھی ہو۔ اس مرض کی حالت میں آپ نے

رسڑا میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد رکھی اور آپ کا سارا وقت اسی کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا۔خود تمام کاموں کی نگرانی فرماتے اور بعض وقت خود اپنے ہاتھوں سے کام شروع کر دیتے تھے۔اس طرح عمارت تعمیر ہوگئی۔رسڑا میں مولوی سعید بہت زیادہ علیل تھے مولانا عیادت کے لیے تشریف لے گئے مولوی صاحب سے ملے اور دونوں کی آنکھوں میں آنسوں جاری ہوگئے مولانا نے فرمایا کہ چلئے اب ہمارا وقت بھی قریب ہے۔مولوی صاحب کی وفات تیسرے ہی دن ہوگئی اور مولانا کی وفات تقریباً پانچ ماہ کے بعد ہوئی۔

۲۲؍شوال کو جمعہ کا دن تھا آپ سے عرض کیا گیا کہ بازار کی مسجد میں نماز ادا فرمایئے لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے تمام لوگوں سے ملاقات کرنا ہے میں جامع مسجد میں نماز پڑھوں گا آپ سے لوگوں نے اصرار کیا کہ وہاں تشریف نہ لے جایئے مگر آپ نے بار بار یہی فرمایا کہ مجھے بہت سے لوگوں سے ملنا ہے چنانچہ وہیں تشریف لے گئے۔جمعہ بعد ایک مختصر سا وعظ فرمایا اور جو بات پہلے اشارد فرماتے تھے اسے آپ نے صراحتاً فرما دیا کہ صاحبوں یہ میرا آخری وعظ ہے اس کے بعد میں غالباً آپ سے نہ مل سکوں اس لیے اگر مجھ سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف پہنچی ہو یا میں نے کسی کی غیبت کی ہو تو خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں۔آپ نے اس آخری وعظ میں استقامت علی الدین خلوص اتحاد و اتفاق تنظیم و اصلاح کے متعلق مختصر لفظوں میں فرمایا۔

۲۴؍شوال کو روانگی حج کا دن تھا علی الصباح درگاہ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ تشریف لے گئے ،راہ میں حافظ حیرت شاہؒ (۴۷)جو بہرائچ کے ایک مجذوب

(۴۷) آپ غالباً سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے۔آپ کی مزار درگاہ ریلوے کراسنگ کے قریب حضرت سید سالار سیف الدین غازیؒ کے مقبرہ کو جانے والی روڈ کے موڑ پر ایک احاطہ میں واقع ہے۔آپ ہمارے جد امجد الحاج براتی میاں نقشبندیؒ کے دوستوں میں تھے۔آپ کے احاطہ میں راقم الحروف کے جد امجد براتی میاں نقشبندیؒ کی مزار اور آپ کے دونوں صاحبزادے الحاج قادر میاں چونے والے (راقم کے پرداداجان)اور الحاج شفیع اللہ شفیعؔ بہرائچی(راقم کے پرناناجان) کی قبریں موجود ہیں۔راقم کے چھوٹے دادا شمس الدین صاحب چونے والے کی قبریں موجود ہیں۔اس کے علاوہ بھی ہمارے خاندان کے کئی افراد کی قبریں بھی واقع ہیں۔(جنید احمد نور)

بزرگ تھے سے ملاقات ہوئی کچھ دیر گفتگو ہوئی ، درگاہ جا کر فاتحہ پڑھی پھر حافظ حیرت شاہؒ سے ملاقات ہوئی اور تقریباً ۵ یا ٦ منٹ تک آپس میں ایسی باتیں ہوئی کہ سوائے آپ دونوں حضرات کے حاضرین میں کوئی نہ سمجھ سکا 1 بجے ظہر کی نماز پڑھ کر اسٹیشن کی جانب روانگی ہوئی۔جلوس جب حضرت مولانا نعیم اللہ شاہ بہرائچیؒ کے مزار کے سامنے پہنچا تو وہاں رک کر آپ نے فاتحہ پڑھا اسٹیشن تک مجمع بہت بڑھ گیا تھا۔اہل شہر بہرائچ کی طرف سے ایک الودعی نظم پڑھی گئی نظم پڑھنے کے دوران مولانا خود بھی رو رہے تھے اور اکثر حاضرین بھی رو رہے تھے۔آپ سفر حج کے لیے روانہ ہوئے مگر یہ سفر حقیقت میں خدا کی طرف روانگی کا تھا۔ٹرین میں سفر کے دوران ہی غفلت شروع ہوئی۔اگلے اسٹیشن پر آپکو لٹادیا گیا پانی کے چھینٹے وغیرہ دئے گئے۔پہلے نبض بہت آہستہ آہستہ چل رہی تھی لیکن پھر نبض کی رفتار بھی اچھی ہوگئی تھی ،مگر گونڈہ تک طبیعت اور زیادہ بگڑ گئی ،شب میں ڈاکٹر اور طبیب نے معائنہ کیا اور بتایا کہ فالج کا اثر ہے مولانا جب سے غافل ہوئے تکلم نہ فرما سکے محض رات میں 9 بجے ایک بار اللہ زبان سے نکلا اور کلمہ شہادت کی انگلی اٹھی۔اسٹیشن سے بڑگائیں بازار میں لایا گیا وہاں سے صبح ۸ بجے موٹر لاری سے بہرائچ لانے کے لیے سوار ہوئے ،آپکا پورا خاندان اسی میں موجود تھا۔کوڑیا کے مقام سے آگے نکل آئے تھے کہ دوبار آپ کو چھینک آئی۔نبض دیکھی گئی تو ساقط ہو چکی تھی ،اور آپکی روح ۱۵/ مارچ ۱۹۳۱ءکو اس عالم فانی سے کوچ کر گئی اور آپکی وفات کی خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی تھی اور مولانا کے مکان پر بھیڑ امڈ پڑی تھیں۔شہر کی تمام دوکانیں بند تھیں۔

دوسرے دن جب جنازہ کا جلوس نکلا اس جنازہ میں دس بارہ ہزار آدمی تھے۔ہر شخص کی آرزو تھی کہ جنازہ کو کاندھا دے۔مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کے مزار کے مغربی جانب آپ کو دفن کیا گیا جہاں آج آپ کی مزار ہے۔آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ نے آپ کی یاد میں علاقہ اودھ کے مشہور اور عظیم دینی تعلیمی مرکز جامعہ مسعودیہ عربیہ نور العلوم کا قیام کیا۔جہاں موجودہ وقت میں ملک کے مختلف حصوں کے تقریباً پندرہ سو بچے زیر تعلیم ہیں۔

الوداعی نظم

از مولوی محمد احسان الحق ابن شاہ نور محمد نقشبندی بہرائچی یہ نظم آپ کے سفر حج پر بہرائچ سے روانہ ہونے پر پڑھی گئی تھی۔

الوداع اے زائر کوے محمد الوداع　　الوداع اے عاشق روئے محمد الوداع
الوداع اے ہادی دین محمد الوداع　　الوداع اے مولوی نور محمد الوداع
الوداع اے عازم حج و زائر ارض حرم　　الوداع اے پیر و دین شہ خیر الانم
کیا کلام اس میں کہ ہے ارض حرم وہ سرزمین　　جس جگہ پیدا ہوئے تھے رحمت للعالمینؐ
سچ ہے دنیا میں کوئی بڑھ کر جگہ اس سے نہیں　　شکر رب العالمین کہ آپ جاتے ہیں وہیں
التجا یہ ہماری آپ سے سن لیجئے　　ہم غریبوں کے لیے جا کر دعائیں کیجئے
ہم گنہگاروں کے حق میں یہ دعا فرمایئے　　از طفیل سرور عالم خدایا بخش دے
گوہر مقصود سے دامن ہمارے پر کرے　　زندگی بھر ہم حمایت میں رہیں تنظیم کے
درد ہر دل میں ہو ہمارے ایک فقط اسلام کا　　مرتے دم تک وِرد ہو دل سے خدا کے نام کا
ہم کو وہ قوت عطا کرائے خدا ئے ذوالکرم　　صفحہ ہستی سے باطل کو مٹائیں یک قلم
خدمت اسلام میں ہم سب رہیں ثابت قدم　　سرنگوں ہونے نپائے دین احمد کا علم
مشرق سے تا مغرب اب سکہ چلے اسلام کا　　سارے عالم میں بجے ڈنکا خدا کے نام کا
قادر مطلق نہیں کوئی بھی ہے تیرے سوا　　عاجز و ناچار ہیں ہم سب ترے در کے گدا
اے خدائے دو جہاں صدقہ رسول پاک کا　　ہم گنہگاروں کی بھی مقبول ہویہ التجا
جب تلک زندہ رہیں قائم رہیں اسلام پر　　ہوں عمل پیرا ہمیشہ ہم تیرے احکام پر
بعد حج ارضِ حرم سے سوئے طیبہ جایئے　　جایئے ہا ں شوق سے شہر مدینہ جایئے
روضۂ اطہر پہ بھی جاکر دعا فریئے　　بینواؤں کی طرف سے التجا فرمایئے
اے حبیب کبریا اے سرور خیرالانام　　یہ دیا ہے شہر بہرائچ کے مسلم نے پیام
الصلوٰۃ والسلام اے رحمتہ للعالمین　　الصلوٰۃ والسلام اے قبلہ حاجات دین
الصلوٰۃ والسلام اے نور رب العالمین　　الصلوٰۃ والسلام اے شافع یوم الیقین

الصلوٰۃ اے سرور عالم محمدؐ السلام الصلوٰۃ اے رہبر عالم محمدؐ السلام
حال دل کیسے سنائیں تم سے کوسوں دور ہیں درد دل سے اپنے اے آقا بہت مجبور ہیں
تھے سلف اچھے ہمارے ہم برے مشہور ہیں اس لئے اب آپ سے کہنے پہ مجبور ہیں
شرم آتی ہے کہیں ہم آپ سے کیا اے شہا یہ دعا کیجئے کہ بس اب رحم فرمائے خدا
کیجئے للہ عنایت اے شہ ہر دوسرا ہاتھ اٹھا کر آپ کہدیجے کہ اے بار خدا
حال ابتر ہوچکا ہے امت مرحوم کا کچھ نہیں باقی رہا ہے اس حسرت کے سوا
بارش ابر ہو جائے ان پر ایک بار پہلی سی عزت انھیں دے اے مرے پروردگار
حضرت صدیقؓ سا صدق وصفا پیدا ہو پھر حضرت فاروقؓ سا عدل ووفا پیدا ہو پھر
حضرت عثمانؓ کا علم وسخا پیدا ہو پھر اور دنیا میں کوئی شیر خدا پیدا ہو پھر
تا کہ پھر شاداب ہو گلشن تیرے اسلام کا ہر مسلما ں پھر بنے شیدائی تیرے نام کا
ہے یقین ہم کو خدا سے آپ گر کہدیجئے کام بن جائیں ہمارے جتنے ہیں بگڑے ہوئے
ہم بھلے ہیں یا برے ہیں نام لیوا آپ کے کیوں تباہی میں پڑیں ہم آپکے ہوتے ہوئے
آپ فرمادیں تو جہ گر تو بیڑا پار ہے اک سہارا آپ ہی کا بس ہمیں درکار ہے
حضرت صدر مکرم کر چکے ہم عرض حال ہم نے جو کچھ بھی کہا ہے اس کو رکھیئے گا خیل
آپکی فرقت کا ہے ہر قلب بیحد ملال اب یہ آخرمیں دعا ہے اے خدا ئے ذوالجال

عا فیت سے اس سفر سے آپکی ہو واپسی
جلد ہی پھر ہو قدم بوسی میسر آپ کی

قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا شاہ نور محمد نقشبندیؒ

از منشی عبدالغفار شہرتؔ بہرائچی

ستم اے فلق تونے ڈھایا یہ کیسا غبار اپنے دل سے نکالا یہ کب کا
نہ آنا تھا کچھ رحم آیا نہ تجھ کو بنایا ہمیں تیر غم کا نشانا
ہوا چاک چاک اپنا دل فرط غم سے جگر بھی الم سے ہوا پارہ پارا
ہوئی زندگی تلخ ظالم ہماری دیا تونے ہم کو وہ جانکاہ صدمہ

جدا ہوگئے ہم سے نور محمد تجھے اے ستمگر فلک مل گیا کیا
روانہ ہوئے تھے وہ بیت الحرم کو مگر اپنے پاس ان کو حق نے بلایا
الٰہی کدھر طالب دید جائیں نظر آئے گا اب کہاں انکا جلوا
یہ سال وفات ان کا ہے عیسوی خداکا عاشق محمدؐ کا شیدا

۱۹۳۱ء

لکھی رو کے شہرتؔ نے تاریخ ہجری تہ قبرہیں اب وہ آرام فرم

۱۳۴۱ھ

قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا شاہ نور محمد نقشبندیؒ

از منشی کاظم حسین صاحب کاظمؔ

حاجی و مولوی نور محمد عالم تیرا اوج معارف زمدارج آگاہ
نیک دل نیک عمل مجمع اوصاف کمال صاحب فیض و کرم واقفِ احکام الہ
صدمۂ ہائلہ مرگ یکایک بہ نمود بہر بہرائچ ازین واقعۂ رنج آگاہ
بست ر پنج از مہ شوال و دوشنبہ بود جان بحق گشتہ عجیب عارف عرفاں آگاہ
کاظمؔ این مصرعہ از سال وفاتش بنوشت آمداز مہر تصوف بکسوف قبر آہ

۱۳۴۹ھ

☆☆☆

مولانا محمد فاروق نقشبندی مجددی مظہری بہرائچیؒ

حضرت مولانا حکیم حافظ حاجی محمد فاروق (۷۳) نقشبندی مجددی مظہری بہرائچیؒ ۲۹؍شعبان ۱۳۰۳ھ مطابق ۲۲؍مئی ۱۸۸۶ء کو خانقاہ عالیہ حضرت مولنا سید نعیم اللہ شاہ بہرائچیؒ (خلیفہ اجل حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید دہلویؒ) نزد مونسری مسجد محلّہ بڑی ہاٹ شہر بہرائچ کے مقام پر طلوع ہوا جن کی نورانی کرنوں سے کائنات عالم کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔ آپ کے والد ماجد سید حامد علیؒ ایک درویش صفت بزرگ تھے۔ آپ کی والدہ بھی دیندار، وصلوٰۃ اور بلند پایہ کی بزرگہ تھیں۔ جو حضرت مولانا سید ابو محمد نقشبندی بہرائچیؒ کی ہمشرہ عزیزہ تھیں۔ ان کے آغوش میں آپ نے پرورش پائی۔ ابھی آپ چند سالوں کے تھے کہ آپ کے والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی پرورش کا گراں بار آپ کے ماموں کے کاندھوں پر آ پڑا۔ جو اپنے زمانہ کے بلند پایہ بزرگ اور ولی کامل تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر میں اپنے ماموں کے زیر نگرانی ہوئی، ان کی آپ پر خاص نظر عنایت تھے۔ بیحد عزیز رکھتے تھے اور ان سے آپنے حافظہ کیا اور عربی، فارسی و اردو کی تعلیم میں مکمل عبور انکی زیر نگرانی حاصل کی۔ مذید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ دارالعلوم جامع مسجد پٹکا پور میں داخلہ لیا، ۲۲ برس کی عمر میں وہاں سے درس نظامی میں سند حاصل کی اور وہیں مدرس ہو گئے، یہ سلسلہ چند سالوں تک جاری رہا تدریس کے ساتھ ساتھ آپ کو علم طب کی طرف رغبت ہوئی کچھ دنوں کے لئے تدریس کا

(۷۳) یہ مضمون آپ کے بڑے صاحبزادے ابو احمد فاروقی صاحب (کراچی، پاکستان) نے لکھا تھا۔ جو آزادی کے بعد پاکستان چلے گئے تھے۔ یہ مضمون ابو احمد فاروقی صاحب کے داماد حاجی سید جمیل احمد صاحب (نامی دواخانہ، چوک بہرائچ) سے حاصل ہوا جسے یہاں نقل کیا گیا۔ (جنید احمد نور)

سلسلہ موقوف کیا اور علم طب حاصل کرنے کی غرض سے لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔ وہاں طب کی تعلیم کے لیے سلطان الاطبا حکیم حافظ عبدالولی صاحب مرحوم جھوائی ٹولہ لکھنؤ کے شاگرد رشید بنے اور ان سے مکمل طب کی سند حاصل کی۔ چونکہ آپ مذہب اسلام کی تعلیم سے کامل طور سے واقف تھے۔ مستند علما جن میں حضرت مولانا عین القضا صاحب حیدآبادیؒ کی آپ پر خاص عنایت تھی۔ زمانہ قیام لکھنؤ میں مولانا کی صحبت میں اکثر اپنا وقت گذارتے تھے۔ علم طب حاصل کرنے کے بعد آپ الہ آباد منتقل ہو گئے اور وہاں پانچ سال تک تعلیم اسلام کی خدمت میں مسلم بورڈنگ ہاؤس میو کالج الہ آباد میں درس تدریس کا کام شروع کیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنا دواخانہ بھی شروع کیا۔ اسی وقت خلافت تحریک شروع ہوئی اور علی برادران کے کہنے پر آپ نے ملازمت کو خیرآباد کہا اور کانپور منتقل ہو گئے، جہاں آپ کی ملاقات رئیس احرار حضرت مولانا ابوالفضل حسرتؔ موہانی سے ہوئی۔ ان سے آپ کو بیحد عقیدت اور محبت تھی، روز آنہ آپ کے دواخانہ پٹکا پور تشریف لاتیاور حالات حاضرہ پر گھنٹوں بحث و مباحثہ ہوتا۔ اگر وہ نہ آتے آپ انکے دولت خانہ پر تشریف لے جاتے یہ سلسلہ قیام کانپور تک جاری رہا۔ آپ کو علی برادران سے بیحد محبت تھی۔ خلافت تحریک ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے اس میں بڑھ چڑھ پر حصہ لیا، جس وقت مولانا شوکت علی کانپور تشریف لائے وہ آپ سے ملنے آپ کے دواخانہ پٹکا پور آئے اور آپ کے ساتھ کافی دیر تک حالات حاضرہ پر گفتگو ہوتی۔

آپ نے دو حج کیے۔ ایک حج ۱۹۳۰ء میں دوسرا ۱۹۳۳ء میں اس حج میں رئیس الاحرار مولانا حسرتؔ موہانی آپ کے ہمسفر رہے۔ ملکی سیاست میں آپ ان کے شانہ شانہ بھرپور حصہ لیا۔ آپ اسلام کے عظیم شعلہ بیان مقرر اور بہترین ادیب تھے۔ آپ کا انداز خطاب نہایت دل نشیں اور آواز مسحور کن تھی۔ تقریر کے دوران مکمل سکوت طاری رہتا۔ آپ نے چند مسلمانوں کے اصرار پر موضع کھر گو پور ضلع گونڈہ میں موجودہ سیاست پر ایک واعظ دیا۔ اس سلسلہ میں آپ کو ایک سال کی قید بامشقت کی سزا دی۔ عدالت عالیہ میں جو بیان آپ نے دیا اس کا ایک ایک لفظ ہمارے لئے مشعل راہ کا کام کرتا۔ آپ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نصلی علیٰ نبی الکریم میں مسلمان ہوں عام مسلمانوں کی طرح

میرا بھی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے کے ذریعہ خداوند تعالیٰ نے ہماری تمام ضروریات کے تعلیم کے لئے قرآن شریف نازل کیا ہے۔اور اسی پر عمل کرنا تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ذیل کی آیت بارھویں پارہ کی ہے''التائبون العبدون۔۔۔۔''اس آیت شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ کامل مسلمان ہمیشہ اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور نیک کاموں کی تعلیم دیتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کی حفاظت کرتے ہیں۔ابتدائے اسلام سے موجودہ زمانہ تک اس حکم کے پابند مسلمان موجود ہیں اور اس کو بجا طور پر اپنا فرض سمجھتے ہیں۔اس فرض سے ان کو روکنا انکے اس فرض سے روکنا ہے۔جس کو کوئی مسلمان گوارہ نہیں کرسکتا افسوس یہ ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کے کارکونان نے اس فرض کی ادائیگی سے مسلمانوں کو روکنا شروع کر دیا ہے، چنانچہ میری گرفتاری بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ہندوستان کے بہت علماء سزا یاب ہو چکے ہیں اور یقین ہے مجھے بھی سزا دی جائیگی کیونکہ آج کل کی عدالتوں کا فیصلہ کسی انصاف پر مبنی نہیں ہوتا اور حقیقی انصاف سے حکام واقف نہیں اور نہ انکے یہاں اسکی کوئی اہمیت ہے۔مذہب میں مداخلت اسکا شیوہ ہو گیا ہے جیسا کہ دیکھا جا رہا ہے بیشمار شہادتیں اس سلسلے میں مل سکتی ہیں۔خلافت اسلامیہ کے خلاف گورنمنٹ انگلشیہ کی دیرینہ عداوت اور دوسری سلطنتوں سے اسکی تباہی کے لئے ساز وباز اور ہندوستان کی مدد سے اسکی تباہی ور جزیزرۃ العرب پر صریحی احکام کے خلاف قبضہ اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے مطالبات سے بے پرواہی ایسے حالات ہیں کہ جسکی نظیر کسی مہذب گورنمنٹ میں نہیں مل سکتی وعدہ کر کے بدل جانا اسر یرسزاد ہے۔تمام ہندوستانی اس امور کے باعث ہندوستان کی موجودہ نظام سلطنت کو قرار دیتے ہیں ،ورنہ اس طرح ہم ہندوستانیوں کی آوازیں بیکار نہ جاتی اور حکومت کو ہمارے مطالبات پر پوری توجہ ہوتی پس موجودہ حالت پر نظر کرتے ہوئے پبلک کو اس کے حقوق سے آگاہ کرنا اور شاہی نوکروں کے ظلم سے انہیں نجات دلانے کی تدبیر بتلانا،عدل وانصاف کا آئندہ کے لئے قیام ہر ہندوستانی کا فرض ہوتا ہے کیونکہ آیت مندرجہ کے تحت میں یہ تمام امور داخل ہین جس کا ہم کو حکم دیا گیا ہیاور ملازمان گورنمنٹ کی بے انصافیوں کی وجہ ہے۔اس کا اقتدار جا چکا ہے۔میں چوں کہ

مذہب اسلام سے کامل طور پر واقف ہوں مستند علماء کے پاس رہ کر اسلامی علوم میں تکمیل کی ہے۔ پانچ سال تک تعلیم اسلام کی خدمت پر مسلم بورڈنگ ہاؤس میو کالج الہ آباد میں رہا، اب مکمل طور پر بہرائچ اپنے وطن میں یہی خدمت انجام دے رہا ہوں کیونکہ جس آیت مندرجہ بالا اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہوں۔اس کے علاوہ ایک ایسے خاندان کا فرد ہوں جو بہرائچ میں چھ سو سال سے آیت مندرجہ پر عامل چلا آ رہا اور جس میں مشہو علماء و فضلا گزرے ہیں۔ ہندوستان میں انکے معتقد بکثرت پائے جاتے ہیں۔ضلع گونڈہ وبہرائچ کے مسلمان خصوصیت کے ساتھ اس خاندان کے مرید و معتقد ہیں۔اس لئے مسلمانوں کو خاص طور پر ان کے فرائض سے آگاہ کرنا میرے لئے اوروں سے زیادہ ضروری ہی۔ میں چند مسلمانوں کے اصرار سے بہرائچ سے کھر گو پور ہوتا ہوا موضع بشنا پور جارہا تھا ابتدا میں کھر گو پور پڑ گیا وہاں کے مسلمانوں کی خواہش پر زمانہ موجودہ کے لئے شرعی مسائل کا ایک مجمع کے سامنے اظہار کر دیا اس اظہار پر ایک فرضی مقدمہ چلایا گیا ہے۔جسکا ایک گواہ ایک کانسٹبل ہے اور ایک سب انسپیکٹر کا عزیز ہے اور ایک ریاست رامپور کا ایک سپاہی ،جنہیں میرے دو گھنٹہ کی تقریر میں صرف دو جملہ ہی یاد رہے جیسا کے وہ بیان کرتے ہیں۔شاہی نوکروں کی خوش قسمتی سے تقریر نوٹ کرنے والے بڑے بیفوش وفہم واقع ہوئے ہیں جنکو دو گھنٹہ کی تقریر میں صرف دو جملہ خلاف قانون نظر آئے اور وہ بھی بالکل غلط۔ یہ تمام امور ایک منصف حاکم کے لئے گواہوں کے بری سمجھتے ہیں پورے مددگار ہیں،ثبوت کے صرف ایک جملہ کی نسبت مجھے کہنا ہے۔ جملہ یہ ہے کہ سب مل کر قانون توڑ د۔میں کانگریس وخلافت کے پروگرام سے پورے طور پر واقیفت کی حالت نہ میں ایسی غلیظ اور نازک تعلیم پبلک پلیٹ فارم پرنہیں دے سکتا اور نہ کوئی عقلمند وذی شعور آدمی ایسی حرکت کر سکتا ہے۔ بقیہ جو کچھ کہا گیا ہے غلط اور بالکل غلط ہے۔

میں نے اپنی تقریر میں موجودہ شاہی نوکروں کے ظلم وستم پر صبر وسکون اور ظالم کی مدد کرنے کی شرعی ضرورت پر زور دیا اور بتلایا تھا کہ اپنے اخلاق وعادت درست کرلو ظلم جاتا رہے گا۔ظالم یا ظلم چھوڑ دے گا یا خود بخود تباہ ہو جائیگا۔ جو شخص یہ جانے کہ فلاح ظالم ہے اس کے ظلم میں مدد دیگا اس پر اسکے ظلم کا وبال پڑیگا۔اس عدالت سے

مجھے کوئی انصاف کی امید ہوتی تو میں مقدمہ کی پیروی کر کے گواہ کے بیانات غلط ثابت کر دیتا،مگر تجربہ نے یہ بتایا ہے کہ حق اور سچ کہنے کا انصاف موجودہ عدالتوں میں نہیں ہوتا اور میں حق اور سچائی پر ہوں لہٰذا میرا انصاف ہوگا اس لیے پیروی فضول سمجھتا ہوں۔فرضی حاکم کو اختیار ہے جو چاہے کرے یہ البتہ واضع رہنا چاہیئے کہ جیل کے فرائض کے بعد علمی مشغلہ اور درود وظائف اور عبادت کا مجھے موقع ملنا چاہیئے کیونکہ میری زندگی جیل کے دوسرے سیاسی قیدیوں کی طرح بسر نہ ہو سکے،جیسا کہ انکی حالت دیکھ کر اندازہ کر لیا گیا ہے۔(دستخط محمد فاروق مجددی صدر مجلس خلافت وسیکٹریری ڈسٹرکٹ کانگریس، بہرائچ)

قیام کانپور میں آپ نے کئی کتابیں تصنیف کی جس میں' آئینہ حرم' جلد اول 'پیام حق' حصہ اول و دوئم ''معلم العربیہ' اور' سوانح سید شہداء حضرت سید سالار مسعود غازی ؒ' خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔'سوانح سید شہداء حضرت سید سالار مسعود غازی ؒ' دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں موجود ہے۔جس کی ایک کاپی راقم کے پاس بھی ہے۔جس درمیان شدھی کی تحریک عروج پر تھی،اسکے خلاف آپ نے 'پیام حق' حصہ اول تصنیف کی جو بہت زیادہ مقبول ہوئی۔شدھی تحریک اور مسلہ خلافت میں سرگرمی سے کام کرنے میں یہ اپنے خاندان میں منفرد تھے۔حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ مجددی نقشبندیؒ کی تعلیم پر سختی سے کار بند رہے۔آپ ہندوستان کے مشہور ماحی بدعت حامی سنت بزرگ حضرت مولانا شاہ ابو الخیر صاحب نقشبندی مجددی مظہری ؒ سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ تھے۔ان کی صحبت سے آپ کو بہت فیض ملا۔آپ ان سے ملنے برابر دہلی تشریف لے جاتے اور ہفتوں انکی قدم بوشی کا شرف حاصل کرتے۔جس وقت حضرت مولانا شاہ ابوالخیرؒ رامپور کے قیام میں لوگوں سے ملنے جلنے پر پابندی لگائی گئی آپ ان سے برابر ملتے رہے۔جب آپ کے بچے بڑے ہوئے ربیع اول کی یکم تا بارہ تاریخ تک گھر میں محفل میلاد کی محفل منعقد کرتے اور اپنے بچوں سے میلاد پڑھواتے یہ سلسلہ آپکے وصال تک جاری رہا۔۱۹۱۶ء میں آپ مزید تعلیم کے لئے جامعہ از ہر مصر جانا چاہتے تھے۔آپ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا مگر آپ کے ماموں حضرت مولانا سید ابو محمد نقشبندی مجددی مظہریؒ نے

منع فرمایا لہاذا آپ نے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ چند ماہ بعد ۱۹۱۶ء میں ہی آپ کے ماموں کا انتقال ہوگیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّآ اِلَیہِ رَاجِعُون۔

آپ کی شادی ۱۹۱۸ء میں سید خاندان کے جناب محمد ظہور صاحب مرحوم کی چھوٹی صاحبزادی مسماۃ کبریٰ بیگم سے ہوئی تھی۔ آپ کے دولڑکیاں مسماۃ حبصہ بیگم و مسماۃ زکیہ بیگم اور چارلڑکے ابو احمد فاروقی وضمیر احمد فاروقی وحنیف احمد فاروقی اورنقیب احمد فاروقی صاحب ہوئے۔ جن کے انتقال ہو چکے ہیں۔ آپ کا خاندان پاکستان قائم ہونے کے بعد مستقل طور پر کراچی پاکستان میں آباد ہوا۔

۱۹۳۹ء میں آپ کی اہلیہ کی سخت بیمار ہوئیں، ان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی بچے سب چھوٹے تھے مجبوراً اپنا دواخانہ کانپور سے بہرائچ منتقل کیا۔ حضرت عنایت اللہ خاں المشرقی بانی خاکسارتحریک بہرائچ تشریف لائے۔ ان سے بھی ملاقات کی اور بہرائچ کی تاریخ میں خاکسارتحریک کی سب سے بڑی ریلی ہوئی۔ اس ریلی میں آپ نے اپنی خطابت کے جوہر دیکھلائے۔ یہ ریلی بہرائچ شہر سے باہر ایک بہت بڑے میدان میں ہوئی تھی جس میں تمام ہندوستان کے خاکسار نے شہر میں بہت بڑا مارچ نکلا جس میں آپ نے بھی شرکت کی تھی۔ آپ نے بعد میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور بہرائچ مسلم لیگ کے صدر بنے۔ چونکہ آپ کی صحت دن بہ دن خراب ہوتی گئی اس وجہ سے مسلم لیگ کی صدارت کو خیرآباد کہا۔

چند ماہ کی علالت کے بعد آپ ۲۹ر شوال المکرّم ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۶ر ستمبر ۱۹۴۶ء بروز پنجشنبہ (جمعرات) بہرائچ میں اپنے مالک حقیقی سے مل گئے۔ اِنّــاللّٰـہِ وَاِنّــآ اِلَیــہِ رَاجِـعُـون۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا سید کلیم احمد صاحب نقشبندی مجددی مظہریؒ (سابق مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ و سابق مالک شبلی بک ڈیپو نظیرآباد لکھنؤ) نے پڑھائی۔ آپ کو گورنمنٹ اسکول کے سامنے مولوی باغ میں حضرت شاہ نعیم اللہ نقشبندی مجددی مظہریؒ کے قدموں کے سامنے سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کی مزار شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ کے بغل میں چبوترے پر واقع ہے۔

آپ مشہور سینیر وکیل بہرائچ جناب سید مسعود المنان صاحب کے سگے پھوپھا تھے۔

مولانا حکیم سید محمد عبدالباری نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ

سابق امام مرکزی عیدگاہ شہر بہرائچ حضرت مولانا حکیم سید عبدالباری نقشبندیؒ کی ولادت بہرائچ میں ایک معزز اور علمی خانوادے میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام مولوی سید عبدالخالق صاحب تھا۔

آپ نے سب سے پہلے اپنے مشفق عمِ محترم مولانا شید عبد الرحمٰن صاحب بہرائچیؒ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر مزید تعلیم کی غرض سے لکھنؤ تشریف لے گئے۔وہاں چوک کی مسجد مولوی حیدرعلی کے نام سے مشہور تھی اس میں قیام فرمایا،اور وہاں کے مشہور اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی۔بالخصوص یگانہ روزگار جید عالم دین اور سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف بزرگ حضرت اقدس مولانا شاہ سید عین القضاہ صاحب حیدرآبادی ثم لکھنویؒ سرفہرست تھے۔آپ نے ان سے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی فیضیاب ہوئے۔مولانا عین القضاہ صاحب مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے بانی بھی تھے۔مولانا باریؒ کے معاصروں میں دو شخصیات محبوب ہیں۔ایک حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلیؒ اور دوسرے امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی کاکورویؒ۔علم معقولات ومنقولات کے ساتھ ساتھ آپ نے علم طب میں بھی مکمل عبور حاصل کیا۔اور بڑے حاذق اور نباض حکیم تھے۔تحصیل علم کے بعد آپ بہرائچ واپس تشریف لائے اور اپنے دادا حضرت اقدس مولانا شاہ سید محمد ولی اللہ بہرائچیؒ کے علمی اور روحانی جانشین بنے اور علم وعرفاں کی جو شمع حضرت اقدس نے روشن فرمائی تھی اس کی لو کو آپ نے بھی پروان چڑھایا۔آپ اپنے عم محترم حضرت مولانا شاہ سید عبد

الرحمٰن نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچیؒ کے بھی جانشین ہوئے۔آپ سے بھی ایک زمانہ نے علم ومعرفت حاصل کیا۔دینی اور ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ روحانی علم کا سلسلہ بھی آخر دم تک جاری رکھا۔آپ جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل بھی تھے۔آپ عرصہ دراز تک شہر کی عید گاہ امام کے منصب پر فائز رہے۔کثیر تعداد میں لوگوں نے اعلانے کلمتہ اللہ کی تصدیق آپ کے دستِ حق پرست پر کی اور دولتِ ایمانی سے سرفراز ہوئے۔ریاست ہائے نانپارہ کے راجگان وریاست گنڈارں وریاست ٹپر ہا کے راجگان نے بھی آپ سے فیض صحبت حاصل کیا اور اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔آپ کا نکاح آپ کے حقیقی چچا حضرت مولانا شاہ سید عبدالرحمٰن صاحب نقشبندیؒ کی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا۔جن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے۔(۱) حضرت مولانا شاہ سید حبیب اللہؒ (۲) حضرت مولوی حکیم سید حفیظ اللہؒ (۳) حضرت مولوی سید محمد عزیز اللہؒ (۴) حضرت مولوی سید محمد محیب اللہؒ ۔آپ شہ سواری اور شکار میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔خاندانی وجاہت اور وقار آپ کے جبین مبارک سے عیاں تھی۔

حضرت مولانا شاہ سید محمد عبدالباریؒ بہرائچی کی وفات ۳؍شعبان المعظّم ۱۳۵۰ھ بروز اتوار مطابق ۱۳؍دسمبر ۱۹۳۱ء کو بمقام رنیہ پور نیپال گنج (ملک نیپال) میں اس دارفانی سے عالمِ جادوانی کی طرف کی ’ یَاَایَّھُاَ لنَفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃَ‘ آواز پر لبیک کہا اور اپنے مالک حاقیقی سے جا ملے۔آپ کی جسد خاکی کو نیپال گنج سے شہر بہرائچ لائی گئی جہاں آپ کی تدفین خانقاہ شریف واقع محلّہ براہمنی پورہ میں آپ کے عم محترم حضرت مولانا شاہ سید عبدالرحمٰن نقشبندی مجددیؒ کے پہلو میں ہوئی۔آپ کی خام قبر مبارک کے اثار آج بھی آپ کی مسجد حبیب اللہ کے بغل میں پائے جاتے ہیں۔

مولانا سید اسلم شاہ نقشبندی مجددی مظہری نعیمی ندویؒ

بہرائچ زمانہ قدیم سے بزرگانِ دین اور علماء کا مرکز رہا ہے۔خاص طور پر بہرائچ زمانہ قدیم سے سلسلہ نقشبندیہ کے جلیل القدر اور عظیم بزرگوں کا مرکز رہا ہے۔انہیں بزرگوں میں ایک نام نامی حضرت مولانا شاہ سید اسلم نقشبندی مجددی مظہری نعیمی رحم اللہ کا بھی ہے۔آپ شہر بہرائچ کی مشہور خانقاہ نعیمیہ کے سجادہ نشین تھے۔

حضرت مولانا سید اسلم شاہؒ کی پیدائش تقریباً ۱۹۰۰ء میں شہر بہرائچ کے مشہور و معروف خاندان میں ہوئی تھی۔آپ خاندانِ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کے چشم و چراغ تھے۔آپ کے والد حضرت حافظ شاہ عبدالمکارم صاحبؒ خانقاہ نعیمیہ کے سجادہ نشین حضرت شاہ نورالحسن نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ کے بڑے بیٹے تھے۔مولانا شاہ ابومحمد نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچیؒ آپ کے بڑے دادا تھے۔حضرت سید اسلم شاہ اپنے چچا اور خسر حضرت شاہ عزیز الحسن نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔مزید تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے حاصل کی تھی۔بہرائچ و اطراف ضلع بہرائچ میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ نعیمیہ کی اشاعت میں آپ اہم کردار تھا۔آپ کے سیکڑوں مرید تھے۔خاص طور پر بہرائچ،گونڈہ میں۔راقم کے دادا حاجی نور احمد اور ڈاکٹر سید محی الدین صاحب سے آپ کے گہرے تعلقات تھے۔

مولانا اسلم شاہؒ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ سے سند فراغت حاصل کی۔اس کے بعد

ارباب ندوہ نے بحیثیت مدرس انہیں آج کے پاکستان کے کوہاٹ (صوبہ خیبر پختونخوا) بھیج دیا۔ وہاں ۱۲ سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۳۸ء میں وہاں سے مستعفی ہو کر بہرائچ اپنی خاندانی خانقاہ میں زیب سجادہ ہوئے۔ مولانا محمد ادریس ذکا گڑہولوی اپنے پیر قطب القطاب حضرت مولانا محمد بشارت کریمؒ کی حیات، مکتوبات اور ملفوظات وغیرہ مبنی تصنیف 'جنت الانوار' میں مولانا اسلم شاہؒ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''آپ مشہور بزرگ مولانا بشارت کریمؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ کوہاٹ میں ملازمت کے زمانہ ہی میں مولانا موصوف کی گڑہول آمد و شد شروع ہوئی۔ مولانا نہایت خموشی کے ساتھ گڑہول میں اپنی حاضری کے حالات و کیفیات درج کرتے رہے مگر اس کی خبر سوائے ان کے خاص عزیزوں کے دوسروں کو نہ تھی۔ مولانا کے انتقال کے بعد ان کے ایک عزیز خاص نے اس بیاض سے سارے مضامین نقل کر کے بھیجے ہیں۔ جو قول اسلم کے نام شائع ہوا اسی کتاب میں شامل ہے۔'' (۷۴)

آپ کی وفات ۲۹ / ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ مطابق ۷ / مارچ ۱۹۷۰ء کو مولسری مسجد واقع گھر پر ہوئی۔ آپ کی تدفین احاطہ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ واقع خاندانی قبرستان میں ہوئی۔ جہاں آپ کی مزار شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کے قریب شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ کے پہلو میں ایک چبوترے پر واقع ہے۔ حضرت مولانا سید اسلم شاہ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ تک اس طرح ملتا ہے۔

حضرت مولانا سید اسلم شاہ نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ ابن حضرت شاہ ابوالمکارم نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ ابن حضرت شاہ نور الحسن نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ ابن حضرت شاہ ابوالحسن نقشبندی مجددی مظہری نعیمیؒ ابن حضرت مولانا شاہ بشارت اللہ نقشبندی مجددی مظہری نعیمی بہرائچیؒ (خواہر زادے اور داماد حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ نقشبندی مجددی مظہری بہرائچیؒ)

---

(۷۴) جنت الانوار ص ۳۴۴

ذکر سجادگان خانقاہ نعیمیہ بہرائچ

خانقاہ نعیمیہ حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کی یادگار ہے۔اس خانقاہ تمام سجادگان اپنی ایک اور منفرد پہچان اور مقام رکھتے تھے۔حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کی وفات کے بعد انکے داماد حضرت شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ (خلیفہ شاہ غلام علی دہلویؒ)جانشین ہوئے۔شاہ بشارت اللہ بہرائچیؒ کی وفات کے بعد انکے بیٹے شاہ ابوالحسن بہرائچیؒ جانشین ہوئے۔شاہ ابوالحسن بہرائچیؒ کے دو بیٹے شاہ ابومحمد اور شاہ نور الحسن بہرائچیؒ تھے۔شاہ ابو محمد بہرائچیؒ صاحب کے کوئی صاحبزادے نہیں تھے اور پانچ لڑکیاں تھی ،شاہ ابوالحسن بہرائچیؒ کی وفات کے بعد شاہ نورالحسن جانشین ہوئے۔جبکہ شاہ نورالحسن بہرائچیؒ کے دو بیٹے تھے شاہ ابوالمکارم بہرائچیؒ اور شاہ عزیزالحسن بہرائچیؒ۔شاہ نورالحسن بہرائچیؒ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شاہ عزیزالحسن بہرائچیؒ آپ کے جانشین ہوئے۔شاہ عزیز الحسن بہرائچیؒ کی وفات کے بعد شاہ عزیزالحسنؒ کے داماد اور بھتیجے سید اسلم شاہ بہرائچیؒ آپ کے جانشین ہوئے۔سید اسلم شاہ بہرائچیؒ کی وفات کے بعد آپکے چچازاد بھائی اور شاہ عزیزالحسن بہرائچی کے صاحبزادے حضرت شاہ اعزازالحسن بہرائچیؒ جانشین ہوئے۔شاہ اعزازالحسن بہرائچیؒ کی وفات ۲۱/جون ۲۰۰۷ء کو ہوئی۔آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ ظفر احسن نقشبندی مجددی مظہری نعیمی ندوی بہرائچی دامت برکاتہم العالیہ خانقاہ نعیمہ کے سجادہ نشین ہوئے۔موجودہ وقت میں آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ نعیمیہ کی نشر و اشاعت میں مشغول ہیں۔

خانقاہ نعیمیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت سید شاہ ظفر احسن صاحب میرے والد کے آزاد انٹر کالج میں ہم جماعت تھے۔اللہ کے فضل سے خانقاہ نعیمیہ سے راقم کا خاندانی تعلق رہا ہے۔اللہ یہ تعلق ہمشیہ قائم رکھے۔

مولانا سید شاہ محمد حبیب اللہ بہرائچیؒ

حضرت مولانا سید شاہ محمد حبیب اللہ بہرائچیؒ سابق امام مرکزی عیدگاہ شہر بہرائچ۔آپ حضرت مولانا حکیم سید محمد عبدالباریؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ کی ولادت ۲۰/نومبر ۱۹۰۰ء مطابق ۲۹/رجب المرجب ۱۳۱۸ھ بروز منگل ہوئی۔

آپ کی تربیت اور ابتدائی تعلیم آپ کے والد کے زیر سایہ ہوئی۔پھر باقاعدہ تعلیم کی غرض سے دارالعلوم ندوۃ العلماء،لکھنؤ تشریف لے گئے۔اور وہاں سے سند حاصل کی۔حضرت مولانا سید اسلم شاہؒ بہرائچی (سجادہ نشین،خانقاہ نعیمیہ،مولسری مسجد، بہرائچ) آپ کے معاصر تھے۔

بعد تحصیل علم آپ نے بھی اپنے بزرگوں کی روایات کو برقرار رکھا اور آپ سے بھی رشد و ہدایت کا کام جاری رہا۔مرکزی عیدگاہ شہر بہرائچ کی امامت بھی آپ کے سپرد ہوئی جس کو آپ نے حسن وخوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔جب آپ پر مرض فالج کا حملہ ہوا تو آپ صاحب فراش ہوگئے۔تقریباً دس سال تک اسی بیماری میں مبتلا رہے۔اس دوران آپ کے منجھلے بھائی جناب مولوی حکیم سید محمد حفیظ اللہؒ نے امامت کے فرائض انجام دیے۔

مولانا حبیب اللہؒ صاحب کی وفات ۲۸/ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴/فروری ۱۹۷۱ء کو بعد نماز عصر ہوئی۔آپ کی تدفین خانقاہ واقع مسجد سے متصل احاطہ میں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ حکیم سید محمد عبدالباریؒ کے پہلو میں عمل میں آئی۔

ذکر علماء

مولانا سید باقر مہدی جرولی

سید باقر مہدی جرولی ضلع بہرائچ کے قصبہ جرول کے مشہور شیعہ عالم ہوئے ہے۔آپ کے بارے میں مولانا حکیم عبدالحئی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) اپنی مشہور زمانہ کتاب 'نزہتہ الخواطر' میں لکھتے ہیں:

''سید صاحب فضیلت ،باقر مہدی بن ظفر مہدی بن حسن ذکی حسینی موسوی شیعی جرولی مشہور فضلاء میں سے ایک ہیں۔قصبہ جرول میں پیدا ہوئے۔جرول جیم کے فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ بہرائچ کے متعلقہ گاؤں میں سے ایک ہے۔۱۲۷۲ھ (مطابق ۱۸۵۶ء) سن پیدائش ہے۔اپنے والد اور سید علی محمد شیعی لکھنوی اور سید کلب باقر جائسی حائری سے علم کی سمجھ حاصل کی۔انھیں سے اصول وکلام حاصل کیا اور منطق وحکمت علامہ عبدالحئی بن عبد الحلیم لکھنوی سے حاصل کیا اور فن ریاضی سید تفضّل حسین فتح پوری سے سیکھا۔آپ انتہائی ذہن عمدہ معاشرت عالی مرتبہ کتابوں کے مطالعہ میں ہمیشہ مشغول رہنے والے اور ان کو یکجا کرنے کے دلداہ تھے۔آپ کی تصانیف میں 'مجموعہ الخطب العربیۂ اور 'المواعظ الباقر یہ' اور ایک رسالہ مردوں کی تجہیز وتدفین کے بارے ہے۔اور ایک رسالہ 'عید کا چاند' اردو زبان میں بھی ہے۔

آپ کی وفات قصبہ جرول ضلع بہرائچ میں ۱۳۱۲ھ (مطابق ۱۸۹۸ء) میں ہوئی۔(۷۵)

(۷۵) نزہتہ الخواطر جلد ۳ ص ۱۲۰۲

مولانا محمد احسان الحقؒ

مولوی محمد احسان الحقؒ اولین مہتمم جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ ہی نہیں تھے بلکہ ایک مثالی شخصیت تھے۔آپ مثل انجمن کے تھے۔مدرسہ کا مہتمم ہونے کے علاوہ آپ عمدہ خطاط ہونے ساتھ ہی ساتھ اکلیل پریس کے مالک بھی تھے جیسا کہ آپ کے صاحبزادے مولانا افتخار الحق قاسمیؒ صاحب کے مضمون سے ظاہر ہے۔جو مولانا افتخار الحق صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر مولانا ابرارالحق قاسمی صاحب نے اس ناچیز کو فراہم کیا،جس کا کچھ حصہ آپ سب کی خدمت میں پیش ہے۔

(جنید احمد نور)

دادا جان مولانا نور محمدؒ صاحب کے تذکرے میں لکھا جا چکا ہے سیہ کار کے والد ماجد محمد احسان الحقؒ دادا کی پہلی اولاد نرینہ ہیں۔اس لیے ظاہر ہے کہ ان کی پیدائش پر غیر معمولی خوشی ہوئی ہوگی۔والد ماجد محمد احسان الحق صاحب کی ولادت ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں قصبہ رسڑا ضلع بلیا میں ہوئی۔محمد احسان الحق نام رکھا گیا اور اسی نام سے عقیقہ ہوا۔جب کچھ سنِ شعور کو پہنچے تو پھر پڑھائی کی ابتداء ہوئی غالب گمان یہ ہے کہ قرآن پاک اور کچھ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔پھر اس کے بعد مدرسہ میں داخل کیے گئے۔ یہ پتہ نہ چل سکا کی قصبہ رسڑا کے کسی مدرسہ میں یا پھر مئو کے کسی مدرسہ میں بہر حال دادا جان کو ان کی تعلیم کی طرف کافی توجہ تھی اور ان کو منتہٰی تعلیم دلانا چاہتے تھے۔مگر والد صاحب کا رجحان دوسرا ہو گیا۔تفسیر اکلیل کی طباعت کے سلسلہ میں جب پریس قائم ہوا تو کتابت کے لیے متعدد خطاط اور کاتب خوشنویس بلائے گئے۔والد

نوٹ: مولانا احسان الحق صاحب کے مکمل حالات ”مختصر تذکرہ مولانا احسان الحقؒ“ کے نام سے شائع ہو کر منظر عام پر آ چکا ہے۔(جنید احمد نور)

صاحب کو کتابت سیکھنے کا رجحان شدید ہو گیا چنانچہ تعلیم چھوٹ گئی۔خود ہی ایک بار بتایا کہ شرح وقایہ تک پڑھ کر چھوڑ دیا اور ہمہ تن کتابت سیکھنے میں مشغول ہو گئے۔کوئی عمدہ خطاط منشی بالک رام تھے قصبہ رسڑا میں انہیں سے کتابت سیکھی اور بہت ہی عمدہ خطاط و خوشنویس بن گئے۔بعد میں جب بہرائچ منتقل ہوئے تو یہاں دوسرے کاتبوں کو بلایا گیا ایک کاتب منشی دین محمد صاحب گورکھپور کے تھے بہت ہی بہترین خطاط تھیوالد صاحب نے ان سے مزید ہاتھ صاف کیا۔ان کو استاد کہتے تھے۔

دادا جان مرحوم (شاہ نور محمدؒ) جب تفسیر اکلیل وغیرہ کی طباعت سے فراغت ہوئی تو پریس کا کام چھوڑ دیااور والد صاحب کا رجحان دیکھ کر ایک ہینڈ پریس والد صاحب کو دیکر فرمایا کہ لو اسی سیتم کماؤ کھاؤ اس طرح والد صاحب نے پریس کا کام نجی طور پر بہرائچ ہی میں شروع کیا۔ اللہ نے بڑی برکت دی اور یہ سلسلہ آج تک قائم ہے۔چوں کہ دادا جان کا تعلق مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے کافی زیادہ رہا تھا اس وجہ سے مکی مدنی حضرات اکثر مہماں آتے رہتے تھے اور کافی دنوں تک قیام کرتے تھے۔ان کی ضیافت شاہانہ طور سے فرماتے تھے۔اس وجہ سے خود کا مزاج بھی شاہانہ ہو گیا تھا۔کھانے پینے اور لباس میں اپنے مزاج کے موافق رکھتے تھے۔اپنے اور درود و وظائف کے بہت سختی سے پابند تھے۔رمضان شریف میں ہمیشہ آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے اور روزانہ ایک ختم قرآن کا اہتمام رہتا تھا۔دعاء،تعویذات کے لیے لوگ آپ کے پاس آتے تھے۔آپ بلاتکلف ہر ایک کوخواہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوتعویذیں دے دیا کرتے تھے۔پینے والی تعویذیں گلاب و زعفران سے لکھ کر دیتے تھے،کسی سے کبھی ایک پیسہ نہ لیا۔جب زعفران مہنگا ہو گیا تو حاجتمندوں سے صرف زعفران کے لیے کہہ دیتے وہ لاکر دیتا مگر پیسہ کبھی نہ مانگا۔والد صاحب بھی دادا جان کی طرح دادا جان کے مریدوں و معتقدین میں مقبول و معروف تھے۔ان کی بھی آواز بہت اچھی تھی بہت پڑھتے تھے۔میلاد شریف کی محفل میں لوگ اکثر بلاتے تھے۔نعتیں ونظمیں بیحد خوش الحان سے پڑھتے تھے لوگ سننے میں محو ہو جاتے تھے۔دادا جان کے وصال کے بعد دیہاتوں میں

ان کے مریدین اور معتقدین کی اصلاح ورہ نمائی کے لیے والد صاحب ہی تشریف لے جانے لگے اور مریدین والد صاحب کو بہت مانتے تھے۔ اکثر دیہات کے لوگ آ کر بلا لے جاتے تھے۔ موضع عاقل پور میں مستقل جاتے تھے۔ عید کی نماز پڑھانے کے لیے اس کے علاوہ بھی نیز کوئی تقریب بغیر آپ کی شرکت کے نہ کرتے تھے۔ گاؤں میں کوئی مسجد نہ تھی با جماعت نماز کے لیے ایک مسجد کی شدید ضرورت تھی، والد صاحب نے اہل قریہ کو متوجہ کیا سب لوگ بخوشی تیار ہو گئے چنانچہ بالکل گاؤں کے داخلی سرے پر چھوٹی سی مسجد والد صاحب نے اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی اور نماز با جماعت مسجد میں ہونے لگی۔

والد صاحب نے دادا جان کے ہاتھ پر ۲۷ر رمضان ۱۳۴۴ھ مطابق ۲ رمئی ۱۹۲۴ء میں با قائدہ بیعت کیا اور ہر دو سلاسل میں داخل ہوئے۔ نیز دلائل الخیرات وغیرہ کی اسی وقت با قائدہ اجازت حاصل کی اور تب سے والد صاحب پابندی سے اذکار وظائف پڑھتے تھے۔

والد صاحب مرحوم پریس کے کام کے ساتھ ساتھ دادا جان کی جگہ پر مریدین اور معتقدین کی رہ نمائی کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ چنانچہ اکثر خود دیہات کے لوگوں کی خواہش پر دادا جان کے حلقہ مریدین میں جا کر تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ بعض دفعہ تو ۱۵-۱۵ دن تک کا سفر و دورہ ہوتا تھا۔ نیز شہر میں بھی ۱۲ ربیع الاول میں تقریباً پورا پورا مہینہ مختلف محلّوں میں لوگ محفل میلاد میں آپ کو مدعو کر کے لیجاتے تھے۔ آپ خوب خوب تقریر کرتے تھے۔ لوگ بے حد متاثر ہوتے تھے۔ آپ عموماً ارکان اسلام، نماز، روزہ، حب رسولؐ، اتباع نبویؐ پر واعظ بیان کرتے تھے۔ حب رسولؐ اور اتباع نبویؐ پر آپ کی تقریر بڑی ہی ایمان افزا اور پر سوز ہوتی تھی۔ 'شاہ نامہ اسلام' منظوم حفیظ جالندھری میں سے آپ اپنے مخصوص انداز سے واقعات پڑھ کر اس انداز سے تشریح کرتے کہ خود بھی روتے اور مجمع کو بھی متاثر کر کے رلا دیتے تھے۔ ایک شخص محلّہ گدڑی کا والد صاحب کا بہت مخالف تھا۔ پتہ نہیں کیوں پھر ایسا ہوا کہ شہر میں ایک جگہ محفل میلاد منعقد ہوئی، والد صاحب تقریر کے لیے مدعو تھے۔ میں بھی ساتھ میں تھا تقریر کے لیے اسٹیج بنایا گیا تھا۔

تخت کے اردگرد اور دور تک کافی مجمع اکٹھا تھا، وہ مخالف شخص اس دن پتہ نہیں کس طرح اس محفل میں والد صاحب کی تقریر سننے آ گیا اور بالکل سامنے تخت سے لگ کر ہی بیٹھا تھا۔ والد صاحب نے حبّ رسولؐ پر اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرمائی اور حسب معمول ایک صحابیہ کی محبت کا واقعہ شاہ نامہ سے پڑھ کر نہایت ایمان افروز و پرسوز انداز میں بیان کرتے کرتے خود بھی رونے لگے میں نے دیکھا کہ وہ شخص بھی بڑی شدت سے رو رہا ہے اور ہچکی بندھ گئی تھی۔ محفل ختم ہونے کے بعد وہ بڑے والہانہ انداز میں بڑھ کر اٹھا اور والد صاحب سے مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھ کو بھی چوما۔ پھر جہاں بھی شہر میں والد صاحب کا بیان ہوتا تھا وہ ضرور شرکت کرتا تھا۔ والد صاحب کا دل بھی حب رسولؐ سے لبریز تھا۔ اکثر نجی طور پر بھی حضورؐ کا ذکر خیر کرتے تو بے اختیار آنسو نکل آتے تھے۔

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ہمشیرہ زاہدہ کا عقد رسڑا کے محمد یونس مرحوم کے لڑکے شعیب احمد سے والد صاحب نے کر دیا تھا۔ اس کے بعد آپ کا دل زیارت حرمین شریفین کے لیے مضطرب و بے چین رہنے لگا اور ہر وقت اس کی دھن سوار رہنے لگی، تو باوجود یہ کہ آپ شاعر نہ تھے۔ مگر قلبی تاثرات وواردات بے اختیار اشعار کی شکل میں ڈھلنے لگے اور آپ ہمہ وقت گنگناتے رہتے اور پھر ان کو صفحہ قرطاس پر بھی منتقل کرنے لگے۔

اظہار تمنّا

سلام اس پر مُزیّن جس پہ ملبُوس رسالت ہے
درود اس پر کہ جس کے فرق پر تاج نبوت ہے

سلام اس ذات اقدس پر امام المرسلیں جو تھا
درود اس پر کہ تکوین دو جہاں کا اولیں جو تھا

سلام اس ذات پر جسکو شہنشاہ رسل کہئے
درود اس پر کہ جس کو ہادیٔ ہر جز و کل کہئے

سلام اس ذات پر جو باعث تخلیق عالم ہے
درود اس پیکر نوری پہ جو ہادیٔ اعظم ہے

سلام اس پر جو بنکر رحمتہ للعالمین آ ی
دورود اس پر کہ جو ہو کر شفیع المذنبیں آیا

سلام اس پر مجسم جو خدا کا فضل و احساں ہے
درود اس پر کہ جو کشتیٔ امت کا نگہباں ہے

سلام اس پر کہ جس پر ختم انسانی شرافت ہے
درود اس پاک ہستی پر کہ جس کی عام رافتہے

نعت

کر دروں رحمتیں اللہ کی اس ذاتِ اکمل پر
مساوات و اخوت کے علمبردار اول پر
کروں عرض تمنا کس طرح سرکار والا میں
مجھے ہو بار یابی کس طرح دربار والا میں
تو اے بادِ صبا طیبہ کی جانب سے اگر گزرے
مکیں گنبد خضرا کو یہ پیغام پہونچا دے
لئے بیٹھا ہوں مدت سے تمنا اپنے سینے مں
بلا لیجئے میرے سرکار مجھ کو بھی مدینے میں
مجھے روکے ہوئے ہے ہند میں میری سیہ بختی
سوئے طیبہ مجھے جانے نہیں دیتی تہیدستی
اگر لطف کرم کی اک نگہ سرکار ہوجائے
تو میرا بخت خفتہ طالعِ بیدار ہو جائے
تیرے چشم کرم کا اک اشارہ چاہتا ہوں میں
تیری لطف وعنایت کا سہارا چاہتا ہوں میں

۱۹۴۵ء میں جب آپ نے حج کے لیے درخواست ایک جہاز کی کمپنی کو سو روپیہ ایڈوانس کے ساتھ بھیج دی اس وقت حج کی درخواستیں دخانی جہازوں کی کمپنیاں خود وصول کر کے حاجیوں کو لے جایا کرتی تھیں۔اس وقت کرایا کم تھا۔ والد صاحب کے ارادہ حج کو سن کر شہر کے متعدد حضرات بھی والد صاحب کی معیت میں جانے کے لیے آمادہ ہوگئے اور اپنی درخواستیں والد صاحب کے ذریعہ ہی ارسال کرادیں ان کے نام ہیں حاجی یار محمد صاحب، حاجی عبدالغنی صاحب دو آدمی باغبان برادری کے اور نرہر گونڈہ کے حاجی حبیب اللہ خاں عرف للّو خاں اور ایک گاؤں کے حاجی تھے۔اس طرح یہ مع والد صاحب کے کل سات نفس کا قافلہ بن گیا اور غالبًا حافظ محمد بخش صاحب بڑی ہاٹ بھی اس سفر میں ہمراہ تھے۔سبھی حضرات کی درخواست منظور ہوگئی اور روانگی کا وقت قریب آ گیا انھیں ایام میں ملک میں انتخابی الیکشن کا چرچا زوروں پر ہوا۔دو پارٹیاں کانگریس اور مسلم لیگ کا سب سے زیادہ زور تھا اور الیکشن میں انہی کا آپس میں مقابلہ تھا ایک قدیم جماعت جمعتہ علماء کی تھی اور وہ نظریۂ کانگریس سے متفق تھی۔اس جماعت سے بھی بعض بعض شہروں میں امیدوار چنے گئے تھے۔ چچا محفوظ الرحمٰن نامؔی صاحب بھی مخلصین کی رائے مشورے و اصرار سے جمعیتہ العلماء کے امیدوار بہرائچ سے تھے، چچا محفوظ الرحمٰن نامؔی صاحب نے والد صاحب سے الیکشن میں کامیابی کے لیئے خصوصی دعا

کرنے کے لئے کہا۔ بہر حال سفر حجاز پر والد صاحب تشریف لے گئے اور بہت با مراد واپس ہوئے۔ آپ نے سب کے لئے خصوصی دعائیں کی تھیں بحمد اللہ ان سب کی مقبولیت کا مشاہدہ کیا۔ چچا صاحب بھی الیکشن میں کامیاب ہوئے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں والد صاحب کو پھر سفر حجاز کا داعیہ ہوا اور اسکا محرک ایک مخلص و معتقد کی خواہش و آرزو کہ والد صاحب ان کے سفر حج کے ساتھی بنیں دوبارہ آپ حج کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ دوبارہ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

پھر ۱۹۵۵ء میں بہرائچ کے ایک مخلص حاجی ولی محمد(۷۶)صاحب تھالی والے(ساکن محلّہ غلام علی پورہ،شہر بہرائچ) حج کے لیے تیار ہوئے اور درخواست دی مگر سوئے اتفاق سے ان کی درخواست غالبًا تاخیر کے باعث واپس ہوگئی تو والد صاحب کے پاس آئے اور بضد ہوئے کہ بمبئی چل کر کسی طرح سے سیٹ دلا دیجیے سارا خرچ وہ برداشت کریں گے۔ والد صاحب تیار ہوئے تو اس شرط پر کہ بمبئی پہنچ کر میں آپ کو انشا ءاللہ ضرور حج کے لیے جانے کی سبیل نکال لوں گا مگر پھر بمبئی سے میں یونہی گھر نہ لوٹوں گا بلکہ آپ کے ساتھ ہی رہوں گا اور آپ کو میرا بوجھ برداشت کرنا پڑے گا۔ انہوں نے مذاق سمجھتے ہوئے اور اپنی دل کی لگی کے پیش نظر رواداری میں کہہ دیا اچھا چلیے دیکھا جائے گا۔ اللہ آپ کے لیے بھی راستہ پیدا کر دے گا اور مجھ سے جو ہو سکے گا کروں گا۔ چنانچہ والد صاحب انہیں کے وعدہ پر ان کے ساتھ بمبئی چلے گئے صرف احتیاطاً دو تین سو روپیے جو فی الوقت دستیاب ہو سکے رکھ لیے۔ وہاں پہنچ کر والد صاحب دخانی جہاز میں ان کے لیے بہت کوشش کی مگر جگہ نہ مل سکی تب والد صاحب نے ان کو رائے دی کہ ہوائی جہاز سے چلے جائیے کچھ رقم زیادہ لگ جائے گی اور واپسی میں دخانی جہاز میں جگہ

---

(۷۶) حاجی ولی محمد صاحب کے والد کو بہرائچ ہمارے جد امجد حاجی براتی میاں نقشبندیؒ میوات سے بلاکر بہرائچ میں بسایا تھا۔ آپ کے خاندان کے افراد پھول کی تھالی بنانے کے ماہر تھے اور آج بھی آپ کے خاندان کے افراد شہر میں موجود ہیں۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔

مل جائے گی ،وہ تیار ہو گئے۔اس طرح سے والد صاحب نے ہوائی جہاز میں جوڈاک کا تھا انکے لیے جگہ حاصل کرلی اور ان صاحب کے حسبِ وعدہ خود بھی ہوائی جہاز سے سفر کے لیے ان سے کہا کہ آپ کم از کم ایک طرف کا ٹکٹ میرے لیے بھی لیں مگر خلاف توقع بجائے دخانی جہاز کے ہوائی جہاز کا ٹکٹ لینے میں انہیں کا روپیہ زیادہ لگ گیا اور رقم نہ بچی تو مجبوری ظاہر کی ۔ والد صاحب تو یہاں کہہ کر گئے تھے کہ میں واپس نہ ہوں گا۔اس لیے یہاں گھر پر تار بھیجا کہ فوراً اتنا روپیہ مہیا کر کے بھیجو کسی بھی طرح سے ان کو مطلوبہ رقم مہیا کر کے بھیج دی گئی اور وہ بھی اسی جہاز سے حج کے لئے روانہ ہو گئے۔

والد صاحب کہتے تھے وہاں جب حرم شریف میں حاضری ہوئی تو اس وقت جیب میں صرف ۴ روپے تھے۔اب تشویش ہوئی کہ یہاں تک پہونچ تو گئے مگر اخراجات کا کیا انتظام ہوگا؟ کہتے تھے کہ اسی فکر وتشویش میں بیٹھا تھا کہ مؤ کے جناب حکیم مولانا منیر الدین صاحب (میرے شیخ) دکھائی دیے جو والد صاحب کو دیکھ کر ان سے ملنے کے لیے آ رہے تھے۔ملاقات ہوئی سلام ومصافحہ کے بعد خیر خیریت پوچھا اور ابّا کو متفکر محسوس کر کے اس کی وجہ بااصرار پوچھی تو پوری بات والد صاحب نے ان کو بتائی۔حکیم صاحب نے فرمایا بس اتنی سی بات سے آپ متفکر ہیں اور وہ بھی اللہ کے گھر میں آپ بالکل بے فکر رہیں۔اور پھر غالباً سو ریال فوراً نکال کر والد صاحب کو دیے اور یہ بھی کہا کہ آپ میرے ساتھ ہی قیام کریں اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کی تشویش دور کر کے اطمینان کے ساتھ بہت عمدگی سے پورا حج کرا دیا۔واپسی میں دخانی جہاز سے آنا ہوا۔

مختصراً جب مجھے ۱۹۶۰ء میں والد صاحب کی حیات میں ہی حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی روانگی کے وقت والد صاحب نہایت اچھے تندرست تھے۔اور دوران سفر مکہ میں متعدد اپنی اور گھر کی خیریت کے خطوط بھی والد صاحب نے مجھ کو لکھ کر مطمئین رکھا مگر جب 3½ ماہ بعد میں واپس ہوا تو گونڈہ میں بہرائچ کی گاڑی پر بڑے بھائی صاحب سے ملاقات ہوئی خیریت دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ والد صاحب بیمار ہیں ،سنکر طبیعت تشویش ہوگئی چنانچہ سفر حجاز سے بخیریت واپس پہونچنے کی ساری خوشی

کافور ہوگئی کیوں کہ ناسازی طبع سے بالکل صاحب فراش ہوگئے تھے۔اچھے سے اچھا علاج مستقل طور پر ہوا مگر قضا و قدرت پر کسی کا اختیار نہیں۔والد صاحب کی حیات مستعار کا وقت پورا ہو چکا تھا اس لیے علاج نے کام نہ کیا۔۱۷رشعبان ۱۳۸۰ھ جمعہ کا دن تھا غالباً ۴رفروری ۱۹۶۱ء تھا۔بظاہر طبیعت بہت پرسکون اور اچھی تھی۔روزانہ کے معمولات خوردونوش وغیرہ بدستور تھے،ہاں رات کا کھانا مانگا تو مگر ۳-۴ لقمہ کے بعد ہی ہاتھ روک دیا اور کہا آج بالکل کھانا حلق سے نہیں اتر تا ہے۔پھر حسب معمول آرام کرتے رہے اور عشاء بعد سو گئے۔۱۲-۱ بجے کے بعد والد صاحب جگ گئے میں متوجہ ہو گیا کہا اٹھا کر بیٹھا دَ کچھ دیر اپنے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھائے رہا اسی طرح زانو پر ٹیک لگائے ۲ گھنٹہ سے زاید گزر گیا۔پھر آخری بار ان کو اپنے سینے پر نیم دراز لئے بیٹھا تھا کہ ان کی شہادت کی انگلی ۳ بار آسمان کی طرف اٹھی اور پھر میری گود ہی میں انھوں نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عہدے و منصب: آپ جامعہ مسعودیہ عربیہ نورالعلوم بہرائچ کے پہلے مہتمم تھے۔آپ تین بار مہتمم کے عہدے پر فائز ہوئے۔پہلی بار جامعہ کے قیام سے ستمبر ۱۹۴۵ء تک اور دوبارہ فروری ۱۹۴۶ء سے ستمبر ۱۹۵۴ء تک اور تیسری بار دسمبر ۱۹۵۶ء سے جنوری ۱۹۶۱ء تک آپ مہتمم کے عہدے پر فائز رہے۔

جائے مدفن: آپ کی تدفین احاطہ شاہ نعیم اللہؒ (خلیفہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ) میں آپ کے والد شاہ نور محمد نقشبندی مجددیؒ کے قریب ہوئی۔آپ کے بغل میں ہی آپ کے چھوٹے بھائی اور مدرسہ نورالعلوم کے بانی سابق پارلیمنٹری سیکریڑی حکومت اتر پردیش مولانا محفوظ الرحمن نامیؒ صاحب کی ابدی آرام گاہ ہے۔آپ کے خانوادے کے لوگوں کے مطابق غلطی سے آپ کی ابدی آرام گاہ پر مولانا نامیؒ کے نام کا پتھر نسب ہو گیا تھا اور جب کہ مولانا نامیؒ کی ابدی آرام گاہ پر آپ کے نام کا پتھر نسب ہو گیا تھا،جو آج بھی اسی طرح ہے۔

☆☆☆

مولانا محفوظ الرحمٰن نامؔی کی ایک یادگار تصویر
بشکریہ ارشد انصاری صاحب

مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ

مولانا محفوظ الرحمٰن نامی صوبہ اتر پردیش ضلع بلیا کے تحصیل رسڑا۔میں ۲۰ر دسمبر۱۹۱۲ء کو ایک معزز علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام شاہ نور محمدؒ تھا اور آپ کے والد شیخ الدّ لائل علامہ محمد عبدالحق مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے۔

آپ مشرقی یو پی کے عظیم دینی وتربیتی ادارہ جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ اور عصری تعلیم کا مرکز آزاد انٹر کالج بہرائچ کے بانی اور موسس، یو.پی گورنمنٹ کی وزارت تعلیم میں پارلیمنٹری سکریٹری رہے۔مولانا محفوظ الرحمٰن نامی نے ناظرہ قرآن پاک،اور ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا نور محمدؒ سے حاصل کی، پھر مزید تعلیم کے لیے مؤ ناتھ بھنجن، ضلع اعظم گڑھ کے مدرسہ مفتاح العلوم میں داخلہ لیا۔ یہاں عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

مدرسہ مفتاح العلوم میں آپ کے اساتذہ میں مولانا عبد اللطیف نعمانیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ تھے۔پھر آپ کے والد نے برائے حصول تعلیم ۱۹۲۵ء مطابق ۱۳۴۴ھ میں دار العلوم دیوبند بھیجا۔حضرت مولانا نے وہاں پانچ سال رہ کر مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں،اور ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳۴۸ھ میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ دار العلوم دیوبند میں آپ کے اساتذہ کرام میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب صاحب بلیاویؒ وغیرہ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت مولانا نامی نے دارالعلوم سے فراغت کے بعد الہ آباد بورڈ سے امتحانات میں نمایاں اور امتیازی حیثیت سے کامیابی حاصل کی۔

مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نامیؒ نے نجیب آباد ضلع بجنور کے ایک بزرگ

حضرت مولانا نجیب اللہ شاہ صاحبؒ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کر رکھا تھا، اکثر وبیشتر رمضان اپنے شیخ کے پاس نجیب آباد میں ہی گذارتے تھے، لیکن کچھ نامساعد حالات کے باعث مولانا نامیؒ نے اپنے موجودہ شیخ سے بیعت فسخ کر لی، اور حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ ومجاز حضرت حاجی عبدالرحیم صاحبؒ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کیا، اور پھر اخیر عمر تک ان ہی کے مرید رہے، حضرت حاجی صاحبؒ کا قیام فیض آباد میں رہتا تھا، مولانا نامیؒ رمضان المبارک کا آخری عشرہ اکثر وبیش تر حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس گزارتے تھے، اور منازل سلوک طے کرتے تھے، اس طرح حضرت مولانا نامیؒ نے تکمیل سلوک اور اجازت بیعت کے بعد اپنے شیخ کی ظاہری وباطنی فیوض کو عام کرنے کے لیے شہر وضلع بہرائچ کے مضافات میں بہت سے لوگوں کے قلوب کی اصلاح فرمائی، اور ان کو اپنے سلوکی سلسلۃ الذہب میں جوڑ کر ان کی دنیا وآخرت کو آراستہ وپیراستہ فرماتے رہے۔ حضرت مولانا نامیؒ کے مریدین ومتعلقین کی ایک بڑی تعداد کپور پور، گجیاپور، سرجو پوروہ، عاقلپور، نرہر گونڈہ، خیرتیا، حمید پور وغیرہ میں موجود ہے۔

مولانا امیر احمد صاحب قاسمی نے لکھا ہے: آپ کے والد کی وفات کے بعد شہر کی جامع مسجد میں ایصال ثواب کے لیے ایک بہت بڑا اجتماع ہوا اسی مجمع میں موجود شہر کی ایک موقر شخصیت جناب الحاج خواجہ خلیل احمد شاہ صاحب مرحوم (سابق ایم۔ایل۔سی۔ بہرائچ) نے 'قیام مدرسہ' کی تجویز رکھی جس کی تائید دیگر خواجگان حضرات ومعززین شہر نے پرجوش طریقے پر کی۔

حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ نے مخلصین ومعززین شہر کی تجویز اور اپنی دیرینہ آرزو وخواہش کے مطابق یکم ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۹/ مارچ ۱۹۳۱ء بروز اتوار جامع مسجد ہی کے صحن میں صرف دو طالب علموں حضرت مولانا حافظ حبیب احمد صاحب اعمیٰ محلّہ گدڑی، حضرت مولانا حافظ عزیز احمد صاحب محلّہ اکبر پورہ سے جامعہ مسعودیہ نور العلوم کی بنیاد رکھی، اور علم وعرفان کا ایک چراغ روشن کیا۔ مستقل عمارت کی ضرورت محسوس ہوئی، تو لوگوں کے مشورے سے جامع مسجد سے متصل راجہ نانپارہ کی 'لیا محل' نامی

عمارت جو خالی پڑی تھی، عالیجناب سعادت علی خاں راجہ نانپارہ سے حاصل کر کے مدرسہ کو جامع مسجد سے اسی عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔ آپ نے ملک کی آزادی کے وقت فوری طور پر علوم عصریہ کی ترویج واشاعت کے لیے 'مولانا آزاد نور العلوم ہائی اسکول' کے نام محلّہ قاسم پورہ شہر بہرائچ میں ایک کالج کی بنیاد رکھی، جو فی الحال آزاد انٹر کالج کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔(۷۷)

مولانا نامیؒ نے اس وقت کے مسلمانوں کی شرح ناخواندگی سے متاثر ہو کر قرآن فہمی اور قرآنی تعلیم کو عام کرنے کے لیے 'رحمانی قاعدہ عربی' اردو، 'معلم القرآن' 'مفتاح القرآن' کے پانچ حصے مختصر نحوی صرفی قواعد پر مشتمل ترتیب دیا، تاکہ اس کے ذریعہ مسلم بچوں میں آسان طریقہ پر کم وقت میں قرآن فہمی اور ترجمہ قرآن کی استعداد وصلاحیت پیدا ہو جائے۔ پھر حضرت مولانا نامیؒ نے مذکورہ نصاب طبع کرایا اور ضلع بہرائچ ودیگر اضلاع میں کوشش کر کے اس نصاب کو جاری کرایا، اس کے لیے آپ نے دوسرے صوبوں کا بھی دورہ کیا، اس کے بہت اچھے نتائج مرتب ہوئے اور اس وقت مفتاح القرآن کے پانچوں حصے رحمانی قاعدہ عربی، اردو بہت سے مدارس مکاتب اور کالجوں میں داخل نصاب ہیں۔ پاکستان میں مولانا نامیؒ کے مفتاح القرآن کا انگریزی ترجمہ جس میں پانچ حصوں کو چار حصوں میں کر کے شائع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے ممالک کی کئی ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہیں۔

مولانا محفوظ الرحمٰن نامی صاحب علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے کورٹ ممبر بھی رہے۔ دارالعلوم دیوبند کی جانب سے آپ کی نامزدگی ۱۳۶۸ھ میں ہوئی۔ آپ کے علاوہ آپ کے ساتھ مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب (مہتم دارالعلوم دیوبند)، مولانا حفظ الرحمٰنؒ صاحب کو بھی کورٹ ممبر نامزد کیا گیا تھا۔(۷۸)

مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ جون ۱۹۴۷ء سے اکتوبر ۱۹۵۷ء تک ۱۰ سال جامعہ

(۷۷) نور العلوم کے درخشندہ ستارے ص ۳۱

(۷۸) ہسٹری آف دارالعلوم دیوبند جلد اول ص ۲۴۸

مسعودیہ نور العلوم کی مجلس شوریٰ کے صدر رہے، اور ستمبر۱۹۴۵ء تا فروری ۱۹۴۶ء عہدہ اہتمام پر فائز رہے، جب کہ از ابتداء تا ۱۳۵۳ھ اور شوال ۱۳۶۰ھ تا ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ تقریباً ۱۲ سال منصبِ صدارتِ تدریس، اور ابتداء تا فروری ۱۹۴۶ء تقریباً ۱۵ سال ناظم تعلیمات کے عہدے پر فائز رہے۔ حضرت مولانا نامیؒ نے ۱۹۴۶ء میں جمعیۃ علماء کے اشتراک سے کانگریس کے ٹکٹ پر پارلیمنٹری بورڈ سے الیکشن میں حصہ لیا، مقابلہ میں مسلم لیگ کے امیدوار مسٹر ظہیرالدین فاروقی ایڈوکیٹ صاحب تھے، باوجود مسلم لیگ کی لہر کے حضرت مولانا زبردست ووٹوں سے کامیاب ہوئے۔ جس کے نتیجے میں یو پی حکومت نے وزارت تعلیم میں پارلیمنٹری سکریٹری کے عہدے پر فائز کیا لیکن ٹرم کے درمیان میں ٹھاکر حکم سنگھ کی ریشہ دوانیوں کے باعث حضرت مولانا نامی سے پارلیمنٹری سکریٹری کا عہدہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر سمپورنا نند جی نے واپس لے لیا اور پھر اسمبلی کی ممبری کی مدت پوری ہونے کے بعد دوبارہ اسمبلی نہیں گئے۔ (۷۹)

مسلمانوں میں قرآن فہمی پیدا کرنے کے لیے بہت غور وخوض کے بعد ایک مختصر نصاب ترجمہ قرآن پاک کا ترتیب دیا تھا، اس کو رائج کرنے اور نافذ کرانے کے لیے متعدد اضلاع کا دورہ کرتے ہوئے، فروری ۱۹۵۷ء میں بہار تشریف لے گئے تھے، وہیں ضلع پورنیہ ضلع کے کسی قصبہ غلباً قصبہ کشن گنج (موجودہ دور میں ضلع کشن گنج) میں ایک جلسہ میں بہت پرجوش تقریر فرمائی، تقریر کے بعد فوراً آپ پر فالج کا اٹیک ہوا، شہری علاقہ سے دوری کے سبب وہاں کوئی معقول علاج نہیں ہو سکا۔ آپ کے بھانجے مولانا جنید صاحب بنارسی کے مطابق اسی تکلیف کی حالت میں ۲۲؍فروری ۱۹۵۷ء کو تین دن کے بعد گھر بہرائچ تشریف لائے، حکیم عبدالقدیر خاں صاحب راجہ جمنہا کے ساتھ گونڈہ سے بہرائچ والی ٹرین میں تھے۔ کسی نے ان کو خبر دی اور غالباً حکیم قدیر صاحب نے وہیں سے علاج شروع کر دیا اور ساتھ ہی بہرائچ آئے اور اپنے گھر سے ہو کر مولانا موصوف کے گھر آ کر مشک عنبر مومیائی اور زعفران سے علاج شروع کیا۔ ممکن ہے کہ کچھ دوائیں

(۷۹) نور العلوم کے درخشندہ ستارے ص ۳۱

گونڈہ میں ساتھ رہی ہوں تو دی ہو۔کہنہ مشق حکما سے علاج شروع ہوا اور تیزی کے ساتھ افاقہ ہوا۔اللہ نے دوتین ماہ میں صحت یاب کر دیا، اس کے بعد پھر دوبارہ دورہ پڑا جس کے نتیجہ میں آپ سات سال تک مفلوج اور صاحبِ فراش رہے۔ اور بالآخر ۱۷رنومبر ۱۹۶۳ء نماز عشاء پڑھنے کے بعد اچانک بعمر ۵۰ سال ۱۱ ماہ ۲۷ یوم اپنے حصہ کی خدمات انجام دے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔پھر ہزاروں سوگواروں کے درمیان شہر کے مشہور قبرستان احاطہ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ واقع مولوی باغ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خلیفہ ومجاز، متعدد کتابوں کے مصنف حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی صاحبؒ کے قریب اور اپنے والد بزرگوار شاہ نور محمد بہرائچیؒ کے پہلو اور بڑے بھائی مولانا احسان الحقؒ کے بغل میں دفن ہوئے۔

نامیؒ صاحب کو حضور سرکار دو عالمؐ کے عشق میں ہمیشہ ڈوبے رہتے تھے اور جو آپ کے دل کے جذبات ہوتے تھے وہ نعت سرور کائنات ﷺ کی شکل میں آپ صفحہ قرتاس کرتے تھے۔اور آپ کی نعت مقبول ﷺ حقیقی عشق اور محبت سے معمور ہوتی تھی۔آپ شاعری میں نیر تخلص اختیار کرتے تھے۔آپ کی نعت کو 'نعت نبی ﷺ نمبر ندائے شاہی' میں بھی شامل کیا گیا۔ یہاں آپ کی دو نعت نبی ﷺ پیش ہے بطور نمونہ

باعث تکوین عالم سید پیغمراں ﷺ

باعث تکوین عالم سید پیغمراں ﷺ
منبع انوار مہر تاب ِبستان جہاں

شان میں جن کے نزول ِطٰہٰ و یٰسین ہے
وصف جن کی کر رہا ہے خالقِ کون ومکاں

کفر کی تاریکیوں کو دور کرنیکے لئے
آفتاب ِرشد بن کر جو ہوئے جلوہ کناں

عشق میں جن کی فنا ہونا کمالِ زیست ہے
جن کے شیداؤں کو ملتی ہے حیاتِ جاوداں

مسکنت میں جن کی مضمر ہے جلالِ خسروی
کانپ اٹھے جن کی سطوت سے سلاطین جہاں

چارسو سکہ جماہے جن کے نامِ پاک کا
روم و فارس ،چین وتبت،شام تا ہندوستاں

جن کے صدقے میں ہوئی مخلوق،ساری کائنات
چاند سورج،لوحو کرسی، یہ زمیں و آسماں

افضلیت جن کو ہے کل پر خدا کے ماسوا
نعت جن کی کرنہیں ہے انساں کی زباں

شبِ معراج

سرورِ ذی جاہ جاتے ہیں سوئے عرش بریں　　دست بستہ ہیں کھڑے افلاک کے سارے مکیں
آج ان مہرِ ہدایت کو بلا کر عرش پر　　ہم کلامی کا شرف دیتا ہے رب العالمیںؐ
مرکب شاہِ دو عالم ہے براق تیز پا　　ہمرکاب صاحبِ معراج ہیں روح الامینؑ
حوریں کہتی ہیں کہ آتے ہیں شہ کون و مکاں　　واسطے جن کے ہوئے آراستہ خلد بریں
مرحبا کا شور پیہم آسماں پر ہے بلند　　کہہ رہے ہیں انبیاء خوش آمدید اے شاہِ دیں
جا کے سدرہ پہ کہا جبریلؑ نے یہ باادب　　بس مری پرواز کی حد ختم ہوتی ہے یہیں
میں اگر آگے بڑھوں تو خوف دامن گیر ہے　　بال و پر میرے تجلی سے نہ جل جائیں کہیں
ان سے رخصت ہو کے اور آگے بڑھے محبوب حق　　کر کے طے طبقات سارے پہونچے تا عرش بریں
سینۂ اطہر کو بھر کر نور حکمت سے حضور　　رات ہی لوٹ آئے چرخ سء سوئے زمیں
آج عالم کا ہر ایک ذرہ طرب انگیز ہے　　کس قدر یہ رات اے نیّرؔ مسرت خیز ہے

مولانا مفتی عبدالاحد خاں اعظمیؒ

مولانا مفتی عبد الاحد خاں اعظمی کی ولادت ایک زمین دار گھرانے میں ہوئی تھی۔ اپ کے والد کا نام عبدالرشید خاں تھا۔ جو علاقہ ادری کے زمین دار تھے۔ ادری پہلے اعظم گڑھ میں تھا اب یہ علاقہ ضلع مئو میں آتا ہے وہیں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ آپ کے چھوٹے بھائی کا نام عبدالواحد خاں تھا۔

آپ نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تعلیم حاصل کی اور وہاں سے ۱۹۳۹ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں قابلِ ذکر علمی شخصیت حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی تھے۔ علامہ حضرت محمد میاں محدث اعظم کے حکم سے آخری سے ہجرت کر کے مع اہل وعیال بہرائچ تشریف لائے اور محدث اعظم کے حکم وارشاد کی پابندی کرتے ہوئے شہر بہرائچ میں انکے ذریعے قائم کردہ ادارے مدرسہ اشرفیہ مسعودالعلوم چھوٹی تکیہ میں درس وتدریس کی ذمیداری سنبھالی۔ مولانا عبد الاحد خاں صاحب جب تک حیات رہے، جامعہ ہٰذا کے صدر مدرس اور ناظم تعلیمات کے عہدے پر فائز رہے آپ محدث اعظم کے مرید تھے۔

آپ شہر کے قدآور اور بلند پایہ عالم میں شمار ہوتے تھے۔ آپ اپنے وعظ کے لیے مشہور تھے۔ اپنی تقریر میں کسی قوم ومسلک پر طنز نہیں کرتے تھے۔ آپ ہر مکتب وفکر میں مقبول تھے۔ ایمان فروش نہیں تھے بلکہ سرفروش تھے۔ آپ کو بزرگان دین اور صوفیاء کرام سے دلی لگاؤ تھا۔

آپ کے ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ آپ کے بیٹے جناب نسیم احمد خاں اسٹیٹ بینک آف انڈیا میں جہاں سے ابھی کچھ سال پہلے درگاہ شاخ سے برانچ منیجر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

آپ کا انتقال ۲۸/اگست ۱۹۶۲ء کو شہر بہرائچ کے محلّہ چھاونی واقع رہائش پر ہوا اور آپ کی تدفین خانقاہ چھوٹی تکیہ کے قبرستان میں ہوئی۔

مجاہد آزادی حضرت مولانا سلامت اللہ بیگؒ
تصویر بشکریہ جناب طارق بیگ صاحب

مجاہد آزادی مولانا محمد سلامت اللہ بیگؒ

مولانا محمد سلامت اللہ بیگ مشرقی یوپی کے مشہور عالم دین، بلند پایہ استاذ، نامور مقرر، مجاہد آزادی، اور جامعہ مسعودیہ نور العلوم کے سابق صدر المدرسین ۸/دسمبر ۱۹۱۱ء کی ولادت آبائی وطن ضلع بہرائچ کے مردم خیز قصبہ فخر پور میں ایک معزز علمی خانوادہ میں ہوئی تھی۔

آپ کی تعلیم کا آغاز فخر پور مدرسہ جواہر العلوم سے ہوا اور یہیں تکمیل حفظ کلام اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ اس کے بعد مدرسہ الٰہیات کانپور برائے حصول تعلیم تشریف لے گئے۔ ابتدائی عربی و فارسی زبان کی تعلیم اسی مدرسہ سے حاصل کی۔ آخر میں از ہر ہند دار العلوم دیوبند پہنچ کر اس وقت کے مایہ ناز علماء واساطین علم ومعرفت سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ، حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ وغیرہ کے اسماء خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں فاضل دار العلوم ہو کر قاسمی سلسلۃ الذہب میں شامل ہوئے، نیز ۱۹۴۴ء میں الہ آباد بورڈ سے فاضل دینیات کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد ہی مدرسہ عالیہ کلکتہ سے تدریس کی دعوت کے باوجود جامعہ مسعودیہ نور العلوم کو ترجیح دیتے ہوئے تدریسی کام کا آغاز کر دیا تھا۔ مولانا امیر احمد قاسمی صاحب آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۹۴۰ء میں گاندھی جی کی 'بھارت چھوڑو' (سول نافرمانی) تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے مسلمانان بہرائچ واطراف کی نمائندگی کرتے ہوئے جیل جا کر قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، جس کی وجہ سے درمیان میں تدریسی مشاغل سے انقطاع ہو گیا

تھا، پھر جون۱۹۴۲ء کو باضابطہ تدریس کے لیے انتخاب ہوا اور اس کے بعد تادم حیات تقریباً انچاس (۴۹) سال مسلسل جامعہ مسعودیہ نور العلوم کے طلبہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے معائنہ میں تحریر فرمایا ہے: ''مولانا محمد سلامت اللہ صاحب اس نصب العین اور عام تعلیمی امور میں ساعی ہیں، امید ہے کہ ان پاکیزہ عناصر کے ساتھ یہ مدرسہ برابر ترقی کرتا رہے گا۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی صاحبؒ نے اپنے معائنہ میں تحریر کیا ہے: 'مولانا محمد سلامت اللہ صاحب جیسے کہنہ مشق استاذ کی خدمات بھی اس کو حاصل ہیں، جو نور العلوم کی ترقی کے وجوہات میں سے ایک اہم وجہ ہے۔' (۸۰)

محمد سلامت اللہ بیگؒ جامعہ مسعودیہ نور العلوم میں نومبر ۱۹۴۹ء سے مارچ ۱۹۵۹ء تک تقریباً ۹/سال ۴/ماہ ناظم تعلیمات کے اہم منصب پر اور جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ سے ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ تک تقریباً ۳۹ سال ۷/ماہ صدارتِ تدریس کے ذی وقار عہدے پر متمکن رہے۔

محمد سلامت اللہ بیگ صاحب نے گاندھی جی کی بھارت چھوڑو (سول نافرمانی) تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور اس کے لیے ۱۹۴۰ء میں مسلمانان ضلع بہرائچ کی نمائندگی کرتے ہوئے جیل تشریف لے گئے، اور سالہا سال کی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اسی طرح ایمر جنسی کے زمانے میں بھی سیاسی وملی اسباب کی بنا پر میسا کے تحت گرفتار ہو کر رمضان المبارک میں جیل کی سختیاں جھیلیں۔ جس کے نتیجے میں وزیر اعظم اندر گاندھی کی دور وزارت میں 'مجاہد آزادی' کے لقب سے سرفراز ہوئے اور تاحیات مرکز وریاست دونوں جگہوں سے معقول مقدار میں سرکاری پنشن ودیگر رعایتوں اور سہولتوں سے مستفید ہوتے رہے۔

۵/محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۸/جولائی ۱۹۹۱ء بروز پنجشنبہ بعمر ۹۷ سال ۷ ماہ وطن مالوف محلّہ قاضی پورہ شہر بہرائچ میں آپ کی وفات ہوئی۔ انتقال کی خبر بجلی کی طرح

(۸۰) نور العلوم کے درخشندہ ستارے ص ۴۸

پورے ضلع میں پھیل گئی، تجہیز و تکفین کی تیاریاں شروع ہو گئیں، اور ٹھیک دس بجے سینکڑوں علماء، مشائخ، عوام و خواص نے آپ کے سمدھی حضرت مولانا حکیم وصی احمد صاحب گورکھپوری کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کر کے اس علمی خزانے کو شہر کے مشہور قبرستان چھڑے شاہ تکیہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

☆☆☆

مجاہد آزادی مولانا کلیم اللہ نوریؒ

مجاہد آزادی مولانا کلیم اللہ نوریؒ

مجاہد آزادی مولانا کلیم اللہ نوریؒ جامعہ مسعودیہ نور العلوم کے سابق کارگزار مہتمم کی ولادت یکم جنوری ۱۹۲۲ء کو شہر بہرائچ کے محلّہ گدڑی (ناظر پورہ) میں ہوئی تھی۔ آپ کا گھریلو اور ابتدائی نام الٰہ بخش اور والد کا نام قاسم علی خاں اور دادا کا نام نظام الدین تھا۔

حضرت مولانا نوریؔ کے آبا واجداد انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد قصبہ پلہر ضلع شاہ جہاں پور سے ترکِ وطن کر کے ہندوستان کی سرحد پر واقع اتر پردیش کے شمالی ضلع بہرائچ کے قصبہ فخر پور میں گمنامی کی زندگی بسر کرنے لگے، دادا نظام الدین قصبہ فخر پور سے شہر بہرائچ منتقل ہوئے، اور یہیں مستقل سکونت پذیر ہو گئے۔

مولانا امیر احمد قاسمی لکھتے ہیں:

حضرت مولانا کلیم اللہ صاحب نوریؔ نے ٹریننگ اسکول بہرائچ سے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا، اور یکم محرم ۱۳۴۰ء میں اس وقت کے مدرسہ نور العلوم میں برائے حصول تعلیم داخلہ لیا، اور مشکوٰۃ شریف تک تعلیم مکمل کر کے پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے، آپ کے مشہور اساتذہ میں بانی جامعہ حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نامیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حمید الدین صاحبؒ ہیں، مولانا نوریؔ مرحوم دونوں بزرگوں کے چہیتے اور معتمد علیہ تھے، آپ نے ۱۹۵۳ء میں الٰہ آباد بورڈ سے ''مولوی'' کا بھی امتحان دے کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔

مولانا کلیم اللہ صاحب نوریؒ ۱۹۴۰ء میں اپنے اساتذہ و مربیان کے حکم سے تعلیم چھوڑ کر گاندھی جی کی ستیہ گرہ میں شریک ہوئے، ایک سال سے زائد بہرائچ اور گونڈہ کے جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ۱۹۴۲ء میں اپنے بزرگوں کے حکم پر ملک

چھوڑو آندولن تحریک' میں انڈر گراونڈ رہ کر کارروائی کرتے رہے، بہرائچ میں گورا پلٹن پہنچنے پر اردو زبان میں 'انگریزی فوج کا بائیکاٹ کرو' نعرہ دیوار پر لکھوائے اور پمفلٹ تقسیم کرائے، جس پر گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا، لیڈروں کے کہنے سے ملک نیپال چلے گئے، وارنٹ کی واپسی پر بہرائچ واپسی ہوئی، بھگت سنگھ کی انقلابی پارٹی کے ممبر رہے، ایمرجنسی کے زمانے میں بھی سیاسی وملی اسباب کی بنا پر میسا کے تحت گرفتار ہوکر رمضان المبارک میں جیل کی سختیاں برداشت کیں، ۱۹۴۱ء سے آزادی وطن تک مسلسل مجاہدانہ کارنامے انجام دیتے رہے، جس کے نتیجے میں وزیر اعظم اندرا گاندھی کی دور وزارت میں 'مجاہد آزادی' کے لقب سے سرفراز ہوئے، اور تاحیات مرکز وریاست دونوں جگہوں سے معقول مقدار میں سرکاری پنشن ودیگر رعایتوں اور سہولتوں سے مستفید ہوتے رہے۔(۸۱)

مولانا کلیم اللہ صاحب نوریؒ دسمبر ۱۹۴۱ء میں نور العلوم کے 'سفیر وترجمان' کی حیثیت سے آپ کا تقرر کرلیا تھا، پھر اس کے بعد آپ کی حسن کارکردگی اور جہد مسلسل کے عظیم عزائم کی وجہ سے ترقی دیتے ہوئے جولائی ۱۹۵۸ء میں جامعہ کے 'نائب مہتمم' کے اہم عہدے پر فائز کر دیا، جس پر اگست ۱۹۸۹ء تک تقریباً ۳۱ سال ایک ماہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے کام انجام دیتے رہے، پھر اگست ۱۹۸۹ء کو جامعہ کے 'کارگزار مہتمم' کے منصب جلیل پر فائز کردیے گئے اور آپ نے ۱۰ سال ۹ ماہ اس منصب پر متمکن رہ کر جامعہ کو بامِ عروج پر پہنچایا، اور اس طرح آپ نے تقریباً ۵۸ سال تک جامعہ کی خدمت انجام دی ہے۔

مولانا کلیم اللہ نوری کی وفات ۳۱ رمئی ۲۰۰۰ء مطابق ۲۶ رصفر المظفر ۱۴۲۱ھ بروز چہارشنبہ ۱۰ بجکر ۱۵ منٹ پر بعمر ۷۸ سال ۵ ماہ بہرائچ میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ جامعہ کے متصل جامع مسجد کے صحن میں آپ کے فرزند اور جانشین حضرت مولانا حیات اللہ صاحب قاسمی نے پڑھائی، اور تدفین شہر بہرائچ کے مشہور عیدگاہ قبرستان میں ہوئی۔

---

(۸۱) نور العلوم کے درخشندہ ستارے ص ۵۶-۵۷

مفتی رجب علی قادریؒ

مفتی رجب علی قادریؒ رجبؔ نانپاروی پیدائش یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو ضلع بہرائچ کے قصبہ نانپارہ میں ہوئی تھی آپ کے والد کا نام نبی بخش تھا۔آپ نے مڈل تک کی تعلیم حاصل کی تھی پھر اس کے بعد انجمن حنفیہ نانپارہ میں پانچ سال تک اسلامی علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۴۰ء میں بریلی کے مدرسہ منظرالاسلام میں داخلہ لیا اور دستار فضیلت سے نوازا گیا۔آپ نے ۱۹۵۸ء میں نانپارہ میں ایک مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد ڈالی۔آپ نعتیہ شاعری کرتے تھے اور ایک صوفی شاعر تھے۔آپ کو مفتی نانپارہ اور بلبل ہند بھی کہا جاتا ہے۔رجبؔ نانپاروی مفتی آعظم ہند کے خلیفہ تھے اور رجبؔ نانپاروی کے مرید اتر پردیش مہاراشٹر کے علاوہ ملک کے دیگر صوبوں اور بیرونی مما لک میں پائے جاتے ہیں۔

رجب نانپاروی جو ایک عالم ہونے کے علاوہ ایک شاعر بھی تھے اور نعتیہ شاعری کرتے تھے کا ایک نعتیہ مجموعہ بنام 'ریاض عقیدت' شائع ہوا تھا جس میں آپ کا کلام موجود ہے لیکن اس میں آپ کے متعلق تفصیلات موجود نہیں ہے۔شارقؔ ربانی نے آپ کی تمام تفصیلات کو یکجا کر کے ۲۰۱۴ء میں ہندی روزنامہ ہندوستان میں شروع ہوئے ایک سلسلہ وار 'اردو ادب اور بہرائچ' کے تحت شائع کرایا تھا جس سے اردو ادب میں بھی آپ کا نام منظر عام پر آیا۔بقول شارقؔ ربانی ''رجبؔ نانپاروی ایک کہنہ مشق شاعر تھے اور ہر وقت عشق نبی میں ڈوبے رہتے تھے اور صرف نعتیہ اشعار کہتے تھے۔''

مفتی رجبؔ نانپاروی کی وفات ۱۱/اپریل ۱۹۹۸ء کو کانپور میں ہوئی تھی۔آپ کے انتقال کی خبر پورے ملک میں پھیل گئی اور ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند نانپارہ پہنچ گئے۔اور آپ کے جنازہ میں شرکت کی اور مدرسہ عزیز العلوم کے قریب آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔بعد میں اس جگہ پر مفتی رجب کا روضہ بنایا گیا اور آج بھی لوگ روضہ پر حاضر ہو کر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

مولانا محمد افتخار الحق قاسمیؒ
تصویر بشکریہ احمد خذیر

مولانا محمد افتخار الحق قاسمیؒ
(منوّر بہرائچی)

محمد افتخار الحق قاسمی تخلص منوّر بہرائچی کی ولادت ۲۲ر اپریل ۱۹۳۱ء کو محلّہ ناظر پورہ شہر بہرائچ میں ہوئی۔ آپ کے آبا و اجداد قصبہ رسڑا ضلع بلیا کے باشندے تھے اور وہاں سے آکر مستقل بہرائچ میں سکونت پزیر ہوگئے تھے۔ محمد افتخار الحق قاسمی ایک علمی خانوادہ کے چشم و چراغ، حضرت مولانا شاہ نور محمد نقشبندیؒ بہرائچی ثم رسڑاوی آپ کے دادا تھے۔ حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحبؒ مہتمم اول جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ کے فرزند امجد اور بانی جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؔ کے بھتیجے تھے۔

آپ نے متوسطات تک تعلیم جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ میں حضرت مولانا سید حمید الدین صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ، صاحب مصباح اللغات حضرت علامہ عبد الحفیظ صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا محمد سلامت اللہ بیگ صاحبؒ، صدر المدرسین جامعہ، حضرت مولانا حافظ نعمان بیگ صاحب مہاجر مکیؒ ناظم تعلیمات جامعہ، اور حضرت مولانا حافظ حبیب احمد صاحب اعمیؒ سے حاصل کی، اور اعلیٰ تعلیم از ہر ہند دار العلوم دیوبند میں اس وقت کے مایہ ناز علماء شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ، حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ وغیرہ سے حاصل کر کے ۱۹۵۰ء میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی، اور قاسمی سلسلۃ الذہب میں شامل ہوگئے۔

مولانا امیر احمد قاسمی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

آپ ایک متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ خطاطی کے ماہر اساتذہ میں سے تھے، اس فن خطاطی وخوش نویسی میں آپ کی مہارت موروثی تھی، قریبی اضلاع میں وہ اپنے فن میں منفرد تھے، اچھے اشتہارات ودیگر کاغذات کی کتابت کے لیے لوگ بالعموم آپ ہی سے رجوع ہوتے تھے، اور شوقین طلبہ کتابت کے فن کو سیکھنے کے لیے آپ کو گھیرے رہتے تھے، فن تفسیر آپ کا مخصوص فن تھا، کار اہتمام کے ساتھ علی العموم'' جلالین شریف'، 'ترجمہ قرآن کریم' کا درس آپ سے متعلق رہتا تھا، اور اس فن کی کتابیں آپ بلا تکان پڑھاتے تھے۔ بیعت وسلوک میں آپ کا تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سے تھا، لیکن اجازت آپ کو ایک صاحبِ سلسلہ بزرگ حضرت مولانا حکیم منیر الدین صاحب امام شاہی مسجد مئو سے حاصل تھی، اور اسی سلسلے سے آپ لوگوں کو بیعت بھی کرتے تھے، عاقل پور، نرہر گونڈہ کا علاقہ آپ کے خاص معتقدین میں تھا۔ (۸۲)

آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ گھر یا مدرسہ میں گزارا ایک زمانے تک کتابت اور اکلیل پریس جو آپ کے دادا مولانا شاہ نور محمد بہرائچی صاحبؒ کا قائم کردہ تھا، اور جہاں سے انھوں نے اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ مہاجر مکی کی تصنیف کردہ حاشیہ تفسیر 'الاکلیل علی مدارک التنزیل' شائع کی تھی اس سے وابستگی رہی۔ دار العلوم سے فراغت کے بعد ہی جامعہ مسعودیہ نور العلوم میں تدریس کے لیے مقرر ہوگئے، دوران تدریس ۱۹۵۳ء میں الہ آباد بورڈ سے فاضلِ دینیات ہوئے، ۱۹۵۴ء میں بانی جامعہ حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نامیؒ نے جامعہ ہذا کی مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لیے انتخاب فرمایا، اور ۲۲ر جنوری ۱۹۶۱ء کو جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ کے سابق کارگذار مہتمم حضرت مولانا کلیم اللہ نوری کی تجویز اور اس دور کی مجلسِ شوریٰ کے اہم فیصلے کے مطابق جامعہ کے منصبِ اہتمام پر فائز ہوئے، اور اس وقت سے تا دمِ آخر تقریباً ۴۶ سال

(۸۲) نور العلوم کے درخشندہ ستارے ص ۸۵

ایک ماہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے اہتمام کی مفوضہ ذمہ داری کو نبھایا، آپ کے دورِ اہتمام میں ہی نور العلوم مدرسہ سے 'جامعہ' کے مقام کو پہنچ گیا۔

مولانا افتخار الحقؒ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئی، دو بیٹوں کا انتقال ہو چکا ہے، اس وقت تین صاحبزادے حافظ اظہار الحق صاحب نوری، مولانا قاری نثار الحق صاحب قاسمی، ڈاکٹر حکیم مولانا ابرار الحق صاحب قاسمی اور ایک بیٹی بقید حیات ہیں۔

آپ کا انتقال ۳۱؍جنوری ۲۰۰۸ء کو بہرائچ میں ہوا اور آپ کی نماز جنازہ شہر کی جامع مسجد کے صحن میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا ڈاکٹر ابرار الحق صاحب قاسمی نے پڑھائی، اور تدفین مولوی باغ قبرستان میں ہوئی۔

☆☆☆

مولانا سید مظفر حسین رضوی المعروف بہ طاؔہر جرولی

مولانا سید مظفر حسین رضوی المعروف بہ طاؔہر جرولی کی ولادت ۳۱؍دسمبر ۱۹۲۹ء میں مطابق ۲۹؍ رجب ۱۳۴۸ھ کو لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام سید نظیر حسی (المتوفی ۱۹۴۴ء) تھا۔

آپ کے والد سید نظیر حسین بہرائچ کے مشہور قصبہ جرول کے رئیس وتعلقہ دار تھے۔ مولانا طاہر جرولی ایک شیعہ مذہبی رہنما، سماجی کارکن اور ایک ممتاز بیسوی صدی کے جرولی سید اور مشہور ہونے کے علاوہ کچھ وقت کے لئے آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے جنرل سکریٹری بھی رہے۔ آپ کا تعلق زید پور بارہ بنکی کے سید خاندان سے تھا۔ آپ کے اجداد زید پور سے جرول منتقل ہو گئے اور جرول میں رہنے لگے تھے۔ طاہر جرولی کی ماں ہندوستان کے انتہائی معزز شیعہ خاندان (خانوادہ سہب ابا قات) سے تھی۔ میر حامد حسین (صاحب ابقاتل انور) اور آیت اللہ العظمیٰ ناصرالملّت کا خاندان۔ آپ کی ماں ناصرالملّت کی بیٹی تھی۔ اس طرح ناصرالملّت کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا، لیکن آغا روحی کی طرح، وہ براہ راست اولاد نہیں ہیں۔ (مآخذ: ویکی پیڈیا)

مولانا طاہر جرولی کی تعلیم کا آغاز ناصر الملّت مولانا ناصر حسین نے بسم اللہ سے کرایا تھا۔ابتدائی تعلیم حاصل کر کے درجہ پانچ میں شیعہ کالج میں آپ کا داخلہ ہو اجہاں سے آپ نے انٹر کاامتحان پاس کیا۔پھر لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور۱۹۵۲ء میں بی۔اے کی سند حاصل کی اور اسی یونی ورسٹی سے ایل۔ایل۔بی۔کا کورس مکمل کر کے وکالت کی سند حاصل کی۔دینی تعلیم کے سلسلے میں آپ زیادہ تر ملا احمد حسین صاحب سے وابستہ رہے۔شیعہ کالج لکھنؤ کی 'انجمن طلاّب' کے بانیان میں آپ سرفہرست تھے۔دوران تعلیم یونین کے عہدے دار بھی رہے۔آپ نے لکھنؤ یونی ورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد تحصیل قیصر گنج ضلع بہرائچ اور پھر لکھنؤ میں وکالت شروع کی لیکن یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک جاری نہ رہ سکا اور بالآخر ذاکری کی مصروفیات نے اس منقطع کر دیا۔

ذاکری کی ابتدا جرول قصبہ میں مرثیہ خوانی سے کی جہاں آپ عشرہ محرم میں دور ے کی مجلسیں پڑھا کرتے تھے۔رفتہ رفتہ مرثیہ خوانیذ اکری میں تبدیل ہوئی اور۱۹۵۴ء سے آپ با قاعدہ صف ذاکرین میں شامل ہوئے۔فن خطابت کی غیر معمولی صلاحتوں نے آپ کو'خطیب ایمان' کے خطاب سے نوازا۔حق گوئی اور زبان وبیان کی قدرت نے منزل کما ل تک پہنچایا اور خطابت کی شہرت جرول اور لکھنؤ کی سرحدوں سے نکل کر تمام ہندوستان و بیرون مما لک میں پھیل گئی۔ہندوستان کے تمام بڑے شہروں کلکتہ،احمد آباد ،بنگلور،حیدر آباد،بھاؤنگر اور بمبئی وہ مخصوص شہر ہیں جہاں آپ برابر مجلسیں پڑھا کرتے تھے۔آپ نے بیرونی ممالکپا کستان،افریقہ،امریکہ،کناڈا،عراق،یوروپ،خلیج مما لک میں بھی آپ کی خطابت نے اپنی عظمت کا چراغ روشن کرکے اپنے وطن کا نام روشن کیا۔

آپ نے ۱۹۸۰ءاور۱۹۸۱ء میں دوبار حج بھی کیا اور کئی بار ایران وعراق میں واقع مقدس مقامات کی زیارتیں بھی کی۔ ۱۹۶۶ء کے سفر زیارت میں آپ نے بیت المقدس وشام کی زیارتوں سے بھی مشرف ہوئے۔۱۹۸۷ء میں آپ آخری بار اہلیہ اور دو بیٹوں کے ہمراہ ایران تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک کانفرنس میں شرکت کی

اور بعد میں میں امام خمینی سے ملاقات بھی کی۔مولانا کی وفات یکم دسمبر ۱۹۸۷ء کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے ایران میں ہوئی۔آپ کی تدفین ۳؍دسمبر ۱۹۸۷ء کو ایران کے تاریخی شہر مشہد میں ہوئی۔(۸۳)

(۸۳) نجات مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص ۱۳

مولانا قاری عبد الوحید نوریؒ
کی ایک نایاب تصویر
بشکریہ مولانا افتخار احمد بیگ مظاہری

مولانا قاری عبدالوحید نوریؒ

مولانا قاری عبد الوحید صاحب کی ولادت موضع سہونڈا، باغ نگر ضلع بستی (سنت کبیر نگر) کے ایک کاشتکار گھرانے میں ۱۴ر فروری ۱۹۵۱ء میں ہوئی تھی۔

مولانا امیر احمد قاسمی آپ کے ابتدائی حالات میں لکھتے ہیں:

مولانا قاری عبد الوحید کے والد محترم جناب خوشی اللہ صاحب اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلانے کے بہت خواہش مند تھے، چنانچہ قاری عبدالوحید صاحب جو ان کی سب سے بڑی نرینہ اولاد تھے، ان کو حفظ قرآن کی تعلیم میں لگا دیا اور مقامی مدرسہ میں حفظ کرنے کے بعد مزید پختگی کے لیے ۲۴ر فروری ۱۹۶۴ء کو جامعہ مسعودیہ نور العلوم کے درجہ حفظ میں داخلہ کرا دیا۔(۸۴)

جون ۱۹۴۶ء میں آپ کے والد اللہ کو پیارے ہو گئے، قاری صاحبؒ ابھی محض ۱۴ سال کے تھے، مزید تین بھائی بہت چھوٹے تھے۔ مگر علم کے شوق میں والد مرحوم کے تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر والدہ سے ایک سال میں حفظ مکمل کرنے کے لیے اجازت حاصل کی اور پھر جامعہ نور العلوم آ گئے اور اپنی لگن وشوق سے ایک ہی سال میں حفظ قرآن مع تجوید وقرأت مکمل کر لیا اور پھر آگے شعبہ فارسی وعربی میں داخلہ لیا، لیکن گھر کا کوئی سرپرست نہ ہونے اور تعلیم ناقص رہ جانے کی وجہ سے بہت زیادہ فکر مند ہوئے۔ جامعہ کے سابق کارگزار مہتمم حضرت مولانا کلیم اللہ نوریؒ نے آپ سے پوچھا کیا تم پڑھنا چاہتے ہو؟ کہا کہ ہاں ہم پڑھنا چاہتے ہیں تو مولانا نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم

(۸۴) نور العلوم کے درخشندہ ستارے، ص ۹۹

میرے پاس رہو اور پڑھو میرے بچوں کی طرح تم بھی میرے ایک بچے ہو، پھر حضرت مولاناؒ نے ان کی کفالت کی اور بچوں کی طرح ان کی پرورش کی، جس کی وجہ سے موصوف مرحوم نے درجات وسطیٰ تک تعلیم باضابطہ حاصل کر لی، لیکن درمیان میں اپنے چھوٹے بھائیوں اور گھر کے انتظام کی فکر نے مزید تعلیم سے کنارہ کشی پر مجبور کر دیا چنانچہ آپ کو تعلیم چھوڑنا پڑا۔(۸۵)

مولانا کلیم اللہ صاحب نوریؒ نے حافظ قاری عبدالوحید صاحب نوریؒ کو تقریباً ۱۹ سال کی عمر میں دسمبر ۱۹۶۹ء کو جامعہ ہذا کے درجہ حفظ کا استاذ مقرر کرا دیا اور ان ہی ایام میں مولوی، عالم، فاضل دینیات، فاضل معقولات اور فاضل طب وغیرہ میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی، اور جامعہ نورالعلوم کے درجہ حفظ میں تقریباً ۱۵ سال تک تعلیمی خدمت میں مصروف رہے، چنانچہ موجودہ نورالعلوم کے شعبہ حفظ میں اکثر آپ کے تلامذہ خدمت کر رہے ہیں۔ پھر حسن کارکردگی کے باعث مرحوم کو جون ۱۹۸۵ء میں حضرت مولانا کلیم اللہ صاحبؒ نے شعبہ فارسی وعربی میں منتقل فرما دیا، اس شعبہ میں بھی موصوف نے نمایاں کردار ادا کیا، اور تادم زیست اپنے فرائض منصبی کو بڑی ہی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

آپ چار(۴) میقات تک مسلسل جمعیۃ علماء شہر بہرائچ کی صدارت کے لیے منتخب ہوئے۔ آپ کے دور میں جمعیۃ علماء شہر بہرائچ کی جانب سے پانچ مکاتب کا قیام ہوا تھا اور اس کے اخراجات کی پوری خیر وخبر رکھتے تھے۔ قاری عبدالوحید نوریؒ ایک عرصے تک شہر بہرائچ کے مسلم مسافر خانہ مسجد کے امام وخطیب بھی رہے، جہاں آپ نے ترجمہ قرآن کریم مکمل دو مرتبہ مصلیوں کو سنایا۔ مولانا عبدالوحید نوریؒ کے ذمہ ترجمہ قرآن کریم (سال سوم عربی) بھی تھا، جس کو سالہا سال بحسن وخوبی پڑھایا اور قرآن پاک کے ترجمہ سے خصوصی لگاؤ، طلبہ کی سہولت اور ان کے بار بار تقاضے کی وجہ سے 'افادیت نعمانیہ جدید

(۸۵) نورالعلوم کے درخشندہ ستارے، ص ۹۹

لغات القرآن' نامی کتاب اپنے طرز تدریس کے مطابق مرتب کیا، جس کی دو جلدیں طبع ہو کر منظر عام پر بھی آگئیں ہیں، ان کی اس تالیف کو بڑے بڑے اساتذۂ وقت نے نہایت وقیع انداز میں سراہا اور تعریف کی ہے، تیسری اور آخری جلد بھی وہ مرتب کر رہے تھے، مگر زندگی نے وفا نہ کی اور وہ آپ کی زندگی میں ادھوری رہ گئی جو بعد میں پوری کر اکر شائع کرائی گئی۔ ۲۸/اگست ۲۰۰۴ء مطابق ۱۱/رجب المرجب ۱۴۲۵ھ بروز سنیچر تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن وقت موعود آ گیا، اور وہ اپنے خالق سے جا ملے، اس طرح موصوف مرحوم نے تقریباً ۳۵ سال مسلسل جامعہ نور العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں، اور ۵۳ سال ۶ ماہ کی عمر پائی۔ معززین شہر نے بڑی تعداد میں جنازہ میں شرکت کی اور اس موقع پر حکومت اتر پردیش کے وزیر محنت وعملدر آمد ڈاکٹر وقار احمد شاہ، اور ممبر اسمبلی جناب شبیر احمد نے شریک ہو کر جنازہ کو کاندھا دیا۔ نماز جنازہ جامعہ نور العلوم کے قریب شہر کی جامعہ مسجد کے صحن میں مرحوم کے شعبہ حفظ وتجوید کے استاذ جناب قاری عبد اللطیف صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی، اور شہر کے مشہور قبرستان عید گاہ میں ایک بہت ہی سوگوار مجمع نے آخری آرام گاہ پہنچا دیا۔(۸۶)

☆☆☆

(۸۶) نور العلوم کے درخشندہ ستارے، ص ۱۰۰-۱۰۱

مولانا حیات اللہ قاسمیؒ

مولانا حیات اللہ قاسمیؒ

مولانا حیات اللہ قاسمیؒ سابق مہتمم جامعہ مسعودیہ نورالعلوم بہرائچ اور سابق صدر جمعیۃ علماء اتر پردیش کی پیدائش یکم مئی ۱۹۵۳ء کو شہر کے محلّہ ناظر پورہ میں ہوئی تھی۔آپ کے والد مجاہد آزادی مولانا کلیم اللہ نوریؒ سابق کارگزار مہتمم جامعہ مسعودیہ نورالعلوم بہرائچ تھے۔حیات اللہ صاحب نے جامعہ مسعودیہ نورالعلوم ، جامعہ امدادالعلوم ،زید پور اور از ہر ہند دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔

جامعہ مسعودیہ نورالعلوم میں آپ کا تقرر بحیثیت مدرس یکم مئی ۱۹۷۵ء میں ہوا جہاں آپ نے عربی درجات میں آپ نے درس کی خدمات انجام دی۔۱۹۸۹ء میں آپ کو نائب مہتمم کے عہدے پر فائز کیا گیا۔۸؍جون ۲۰۰۰ء میں آپ کو کارگزار مہتمم بنایا گیا اور ۹؍مارچ ۲۰۰۸ء میں آپ کو جامعہ مسعودیہ نورالعلوم کا مہتمم مقرر کیا گیا جس پر آپ ۱۳؍جنوری ۲۰۱۸ء تک فائز رہے۔(۸۷)

مولانا حیات اللہ قاسمیؒ جمعیۃ علماء اتر پردیش کے سرگرم رکن تھے۔ مولانا موصوف ۱۹۸۱ء میں ایک ٹرم جمعیۃ علماء بحیثیت مدعو خصوصی شامل رہے۔بعد میں ۱۴؍نومبر ۱۹۸۲ء سے ۱۹؍ جون ۱۹۹۷ء تک ۱۵ سال جمعیۃ علماء اتر پردیش کے ناظم رہے۔۱۹؍جون ۱۹۹۷ء سے ۱۱؍جولائی ۲۰۰۱ء تک ۴ سال تک جمعیۃ علماء اتر پردیش کے نائب صدر رہے۔۱۱؍جولائی ۲۰۰۱ء سے ۵؍ستمبر ۲۰۱۶ء تک ۱۵ سال جمعیۃ علماء اتر پدیش کے صدر رہے۔اس کے علاوہ آپ جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے بھی اہم رکن تھے۔(۸۸)

---

(۸۷) ماہنامہ نورالعلوم بہرائچ، جنوری ۲۰۱۸ء ص ۳۸

(۸۸) ماہنامہ نورالعلوم بہرائچ، فروری ۲۰۱۸ء ص ۱۰

آپ کا تعلق سیاسی، سماجی، مذہبی ہر طرح کے لوگوں سے تھا خاص طور پر خاندان مدنی سے آپ کے دیرینہ تعلقات تھے۔مولانا سابق صدر جمعیۃ علماء مولانا اسعد مدنیؒ کے آپ منظور نظر اور خاص معتمد میں تھے۔آپ جمعیۃ علماء ہند کے قومی جنرل سکریٹری مولانا محمود اسعد مدنی کے استادوں میں سے تھے۔

مولانا حیات اللہ قاسمی کا انتقال ۳۱/۱۴ جنوری ۲۰۱۸ء کی رات میں شہر واقع رہائش گاہ پر ہوا تھا۔مولانا کے انتقال کی خبر سنکر ضلع اور بیرونی ضلعوں اور ملک نیپال کے علماء کے علاوہ شہر کے ہزاروں لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی ۔جامع مسجد میں آپ کی نماز جنازہ مولانا محمود اسعد مدنی نے پڑھائی تھی۔جنازہ میں لوگوں کی کثرت اتنی زیادہ تھی کہ جنازہ والی چارپائی میں دونوں طرف بڑے بڑے پائپ لگائے ہوئے تھے،تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کاندھا دے سکیں۔آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان عیدگاہ آپ کے والد مجاہد آزادی مولانا کلیم اللہ نوریؒ کے قریب ہوئی۔جس میں جمعیۃ علماء ہند کے قومی جنرل سکریٹری مولانا محمود اسعد مدنی،مولانا متین الحق اوسامہ کانپوری، مولانا عبدالعلی فاروقی ،مولانا عتیق الرحمٰن قاسمی ناظم جامعہ ہتورہ ضلع باندہ کے علاوہ ضلع اور بیرونی ضلعوں اور ملک نیپال کے تمام علماء کرام کے علاوہ شہر و اطراف کے دینی مدارس کے ذمہ داران ،اساتذہ،طلباء ومعززین شہر عزیز اور اقارب و ہزاروں افراد شریک تھے۔
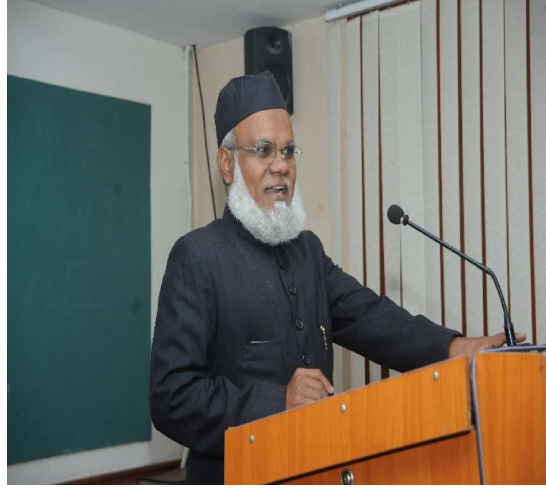
ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی ملک معروف مصنف اور محقق ہیں۔ آپ کی پیدائش ۲۷؍مئی ۱۹۶۴ء میں ضلع بہرائچ کے موضع راجہ پور، بلبل نواز میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد کا نام محمد شفیع خاں تھا۔ محمد رضی الاسلام ندوی کی ابتدائی تعلیم آبائی وطن ضلع بہرائچ میں ہوئی اور ثانوی تعلیم مرکزی درس گاہ رام پور سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے ۱۹۷۵ء میں برصغیر کی عظیم دانش گاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ کا رخ کیا اور وہاں سے ۱۹۸۱ء میں عالمیت اور ۱۹۸۳ء میں فضیلت کی اسناد حاصل کی۔ ۱۹۸۹ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اجمل خاں طبیہ کالج سے بی۔یو۔ایم۔ایس اور ۱۹۹۳ء میں ایم۔ڈی کی ڈگریاں حاصل کی۔

ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی ربع صدی سے لکھ رہے ہیں۔ قومی و بین الاقوامی سمیناروں اور مذاکروں میں شرکت کرتے ہیں اور بیرونِ ہند کے رسائل و جرائد میں ان کے علمی و تحقیقی مضامین اور عربی مضامین کے معیاری ترجمے شائع ہوتے ہیں۔ موصوف کی اب تک کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، جن میں تالیفات کے علاوہ ترتیبات اور تراجم بھی شامل ہیں۔ رضی الاسلام ندوی بھارت کے ایک تحقیقی ادارے ’ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی‘‘ علی گڑھ سے ایک طویل مدت (۱۹۹۴ء تا ۲۰۱۱ء) تک وابستہ رہے۔ اس کے بعد جماعت اسلامی ہند کی تصنیفی اکیڈمی کے سکریٹری بنائے گئے۔ اپریل ۲۰۱۹ء میں آپ کو جماعت اسلامی ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ میں شامل کیا گیا اور ساتھ ہی آپ کو شعبۂ اسلامی معاشرہ کا سکریٹری بنایا گیا اوراور شریعہ کونسل

جماعت اسلامی ہند کے سکریٹری کی اضافی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوئی۔ آپ ہندوستان کے معروف علمی و تحقیقی سہ ماہی مجلّہ تحقیقات اسلامی کے مدیر معاون ہیں۔ آپ اس وقت دہلی میں سکونت رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کی تصانیف اور تراجم

۱　**اسلامی زندگی کتاب وسنت کی روشنی میں** (سعودی دانش ور ڈاکٹر محمد علی الہاشمی کی کتاب 'شخصیۃ المسلم کمایصوغھا الاسلام فی ضوء الکتاب والسنۃ' کا ترجمہ)　۱۹۸۵ء

۲　**تصوف اور اہل تصوف** (تصوف کے موضوع پر مولانا سید احمد عروج قادری کی منتشر تحریروں کی ترتیب　۱۹۹۰ء

۳　**قرآنِ کریم کا اعجازِ بیان** (ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی کی کتاب 'الاعجاز البیانی للقرآن الکریم کا ترجمہ)　۱۹۹۱ء

۴　**رسائل مسیح الملک** (طب کے موضوع پر حکیم محمد اجمل خاں کے سات عربی رسائل کا ترجمہ)　۱۹۹۱ء

۵　**طبی لغت نویسی کے مبادیات** (حکیم محمد اجمل خاں کے رسالۂ مقدمۃ اللغات الطبیۃ' کا ترجمہ)　۱۹۹۱ء

۶　**عہدِ نبوی کا مدنی معاشرہ** (ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی کی کتاب 'مجتمع المدینۃ المنورۃ فی عہد الرسول' کا ترجمہ)　۱۹۹۴ء

۷　**علمِ تفسیر-چند بنیادی مسائل** (حسن البنا شہید کے رسالۂ مقدمۃ فی علم التفسیر' کا ترجمہ)　۱۹۹۴ء

۸　**تخلیق انسانی کے مراحل اور قرآن کا سائنسی اعجاز**　۱۹۹۴ء

۹　**کتاب المرشد** (مسلم طبیب ابوبکر محمد بن زکریا رازی کی کتاب کا ترجمہ)　۱۹۹۴ء

۱۰　**قرآن کریم کا تصورِ انسانیت**　۱۹۹۵ء

۱۱　**تاریخ علوم وشخصیاتِ اسلامی** (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پری طب انٹرنس ٹیسٹ میں مضمون 'علوم شرقیہ' کی گائڈ بک)　۱۹۹۵ء

۱۲　**کلیات طب کے مصادر و مراجع** (ایم ڈی تھیسس)　۱۹۹۵ء

۱۳　**عظمتِ رازی** (طبیب محمد بن زکریا رازی کی حیات اور کارناموں کی تفصیل)　۱۹۹۵ء

۱۴　**اسلام اور مغرب کی کش مکش** (سید قطب شہید کے مجموعۂ مقالات 'دراسات اسلامیۃ' کا ترجمہ)　۱۹۹۶ء

۱۵　**حقیقت رجم-ایک تنقیدی جائزہ** (مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی کی کتاب 'حقیقت رجم' کا رد　۱۹۹۶ء

۱۶　**بینک کا سود** (ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے ایک مضمون کا ترجمہ)　۱۹۹۶ء

۱۷　**قرآن، اہل کتاب اور مسلمان**　۱۹۹۷ء

۱۸　**حجیتِ سنّت** (مصری عالم ڈاکٹر عبدالغنی عبدالخالق کی کتاب کا ترجمہ)　۱۹۹۷ء

۱۹　**دعوت و تبلیغ کے رہ نما اصول** (لبنان کے اخوانی دانش ور ڈاکٹر فتحی یکن کی کتاب 'کیف ندعوالی الاسلام؟' کا ترجمہ)　۱۹۹۷ء

۲۰　**طبّی عربی ریڈر** (طبیہ کالجوں میں سائنس اسٹوڈینٹس کے لیے عربی تدریس کی کتاب)　۱۹۹۷ء

۲۱　**احکام ومسائل** (فقہی سوالات پر مولانا سید احمد عروج قادری کے جوابات کی ترتیب دو جلدوں میں)　۱۹۹۷ء

۲۲　**نقوش راہ** (مولانا جلیل احسن ندوی کے دروسِ قرآن وحدیث کی ترتیب)　۱۹۹۸ء

۲۳　**حفظانِ صحت-کتابیات**　۱۹۹۸ء

۲۴　**'تحقیقاتِ اسلامی' کے سولہ سال** (سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ: ۱۹۸۲-۱۹۹۷ء کا اشاریہ)　۱۹۹۸ء

۲۵　**اسلامی پردہ-کیا اور کیوں؟** (آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے 'اصلاح معاشرہ پروگرام' کے تحت تالیف کردہ رسالہ)　۱۹۹۹ء

۲۶　**اسلام، مسلمان اور سائنس** (پانچ عربی مقالات کے تراجم اور ایک طبع زاد مضمون کا مجموعہ)　۲۰۰۰ء

۲۷　کتابیاتِ قانون (شیخ الرئیس ابن سینا کی کتاب 'القانون فی الطب' پر ہوئے علمی کام کا اشاریہ)　۲۰۰۲ء
۲۸　حضرت ابراہیمؑ - حیات، دعوت اور عالمی اثرات　۲۰۰۲ء
۲۹　چالیس احادیثِ قدسی (ڈاکٹر عزالدین ابراہیم اور ڈینس جانسن ڈیوس (عبدالودود) کے مرتب کردہ مجموعہ کا ترجمہ)　۲۰۰۳ء
۳۰　اسلام میں حقوقِ انسانی کا تصور　۲۰۰۴ء
۳۱　حقائقِ اسلام - بعض اعتراضات کا جائزہ　۲۰۰۴ء
۳۲　حکیم اجمل کی علمی خدمات　۲۰۰۴ء
۳۳　حکیم اجمل خاں اور عربی زبان وادب ('حکیم اجمل کی علمی خدمات' کا ترمیم شدہ ایڈیشن)　۲۰۰۵ء
۳۴　سیرتِ رسول - دروس ونصائح (شامی عالم ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی کی کتاب 'فقہ السیر ۃ النبویۃ' کا ترجمہ)　۲۰۰۵ء
۳۵　اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت　۲۰۰۵ء
۳۶　اسلامی ثقافت - الزامات اور حقائق (عالمی سمینار 'ثقافۃ الامۃ الوسط' منعقدہ کویت ۲۰۰۱ء کے لیکچرس کا ترجمہ)　۲۰۰۵ء
۳۷　جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوّزہ حل (بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کے پندرہ فقہی سمیناروں کی قراردادوں اور سفارشات کا ترجمہ)　۲۰۰۵ء
۳۸　مسلمان عورت کا دائرہ کار　۲۰۰۶ء
۳۹　قرآنی آیات کی سائنسی تشریح - خطرات اور تدارک　۲۰۰۶ء
۴۰　مقالاتِ طب (طب کے مختلف موضوعات پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ)　۲۰۰۶ء
۴۱　رحمِ مادر میں بچیوں کا قتل - اسباب اور انسدادی تدابیر　۲۰۰۶ء
۴۲　اسلام اور سائنس - اردو رسائل میں (اسلام اور سائنس کے موضوع پر اردو رسائل میں شائع ہونے والے دوسو مضامین کا توضیحی اشاریہ)　۲۰۰۶ء
۴۳　اشاریہ تحقیقات اسلامی (۱۹۸۲-۲۰۰۶ء)　۲۰۰۶ء

۶۳　اسلامی نظامِ وراثت میں عورت کا حصہ　۲۰۱۶ء

۶۴　اسلامی علوم میں خواتین کی خدمات　۲۰۱۸ء

۶۵　بچوں کے لیے سیرت کی کتابیں　۲۰۱۸ء

۶۶　زکوٰۃ: احکام و مسائل　۲۰۱۸ء

۶۷　عائلی زندگی کے اسلامی اصول　۲۰۱۸ء

۶۸　عورت۔ خاندان اور سماج　۲۰۱۹ء

۶۹　دورِ جدید کے مسائل اور اسلام　۲۰۱۹ء

۷۰　قرآن مجید اور ہمارا رویہ　۲۰۱۹ء

۷۱　نفوسِ قدسیہ [صحابۂ کرام کے حالاتِ زندگی]　۲۰۱۹ء

☆نمبر شمار ۱۔۲۔۳۔۴۔۶۔۹۔۱۴۔۲۸۔۳۰۔۳۴۔۴۵۔۴۸۔۵۰۔۵۱۔ ۵۶۔۵۸ کی کتابیں پاکستان سے بھی شائع ہوئی ہیں۔

☆نمبر شمار ۱۸، ۳۷ کی کتابیں صرف پاکستان سے شائع ہوئی ہیں۔

☆☆☆

الحاج مولانا امیر احمد قاسمی
تصویر جنید احمد نور ۲۱۰۹ء

الحاج مولانا امیر احمد قاسمی

الحاج مولانا امیر احمد قاسمی جامعہ مسعودیہ نورالعلوم بہرائچ کے ممتاز استاذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی ولادت یکم جنوری ۱۹۶۱ء ضلع بہرائچ کے موضع رتوہی منجھوا بنکٹ، پوسٹ کھرگورہ جنوب میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حاجی عبدالقدیر صاحب تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ مسعودیہ نورالعلوم بہرائچ سے حاصل۔ آپ نے قاری کی سند دارالعلوم دیوبند سے ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء اور فاضل دیوبند کی سند ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء میں حاصل کی۔ آپ نے ۲۰۰۰ء میں جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل، ۲۰۰۱ء میں معلم اردو اور الہ آباد بورڈ سے ۲۰۰۰ء میں عالم کی سند حاصل کی۔

مولانا امیر احمد قاسمی نے دیوبند سے فارغ ہوکر مدرسہ اعزازالعلوم، ویٹ ضلع غازی آباد میں میں ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۷۸ء سے ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء چار سال تدریسی خدمات انجام دی۔ بعد میں آپ کا تقرر برائے تدریس آپ کے مادرعلمی نورالعلوم بہرائچ کے شعبہ عربی کے درجہ وسطیٰ کے مدرس کی حیثیت سے ۱۱ر شوال ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۶ر اپریل ۱۹۹۱ء کو ہوا۔ مولانا امیر احمد قاسمی صاحب مدرسہ اعزازالعلوم ویٹ کے زمانہ تدریس میں حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی سے بیعت ہوئے تھے۔ پھر آپ کے وصال کے بعد ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق اگست ۲۰۱۶ء کو بعد نماز فجر امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برا کاتہم صدر جمیعتہ علماء ہند واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ چاروں سلاسل میں بیعت ہوئے۔

امیر احمد قاسمی صاحب نے جامعہ مسعودیہ عربیہ نورالعلوم بہرائچ کے بانیان، دور اول کے مشہور اساتذۂ عظام کی خدمات، حالات وغیرہ کو جمع کر کے بنام 'نورالعلوم کے درخشندہ ستارے' مرتب کی جو۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی۔ جو۱۲۸صفحات پر مشتمل ہے۔آپ نے ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء میں پہلا حج کیا۔آپ نے حج اور عمرہ پر ایک کتاب بنام 'آسان تریقہ حج وعمرہ' مرتب کیا جو علاقہ کے عازمین حج کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔اس کے علاوہ آپ برابر جامعہ مسعودیہ نورالعلوم کے ترجمان 'ماہنامہ نورالعلوم' میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

آپ جامعہ مسعودیہ نورالعلوم بہرائچ میں بطور استاذ شعبہ عربی میں اپنی خدمات انجام بخوبی انجام دے رہے ہیں۔اس کے علاوہ آپ مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ، بھوانی پور بنکٹ کھر گورہ جنوب کے نائب مہتمم کے عہدے پر فائز ہے۔آپ جمعیۃ علماء بہرائچ کے کئی عہدوں پر فائز رہے ہیں۔

ڈاکٹر ندیم سحر عنبرین

ڈاکٹر ندیم سحر عنبرین ،جنہیں میں عنبر اپی کہتا ہوں،انہوں نے مجھے گود کھلایا اور ساتھ کھیلیں بھی۔ ۱۹۹۶ء میں جب میری عمر چار سال کی تھی میرا داخلہ بھی اسی عائشہ اسلامی درسگاہ میں ہوا تھا جہاں آفرین اپی، عنبر اپی، احمر اپی اور سیمیں اپی بھی پڑھتی تھیں۔اب میرا بھی داخلہ اسی اسکول میں ہوا اور روز صبح ہم لوگ ایک ہی رکشہ پر بیٹھ کر اسکول جاتے اور اسکول سے واپس آتے۔ جہاں ثاقب ماموں (جو عمر میں مجھ سے کچھ ماہ کے چھوٹے ہیں) بھی میرے ہم جماعت تھے اکثر ثاقب ماموں واپسی میں ساتھ میں ہوتے تھے۔سب اسی طرح چلتا رہا اور ایک روز فیضان دادا (عنبر اپی کے والد) کی کسی بات پر اسکول کے منیجر سے کہاسنی ہوگئی اور آفریں اپی ،عنبر اپی، احمر اپی اور سیمیں اپی چاروں کا نام اس اسکول سے کٹوا کر ملّی اسلامک نرسری اسکول میں لکھا دیا گیا۔ کچھ روز کے بعد میرا نام بھی گھر والوں نے کٹوا دیا اور ملی اسلامک میں میرا بھی داخلہ کرا دیا۔ بعد میں آفریں اور عنبر اپی کا رامپور کے جامعہ الصالحات میں داخلہ ہوگیا۔

عنبر اپی کی پیدائش ۱۳رستمبر ۱۹۸۸ء کو محلّہ قاضی پورہ میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام محمد فیضان صدیقی ہے۔آپ کی والدہ کا تعلق دیار شبلی نعمانی اعظم گڑھ سے ہے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ حافظہ بھی ہیں اور محلّہ کے سیکڑوں بچوں کو اب تک قرآن شریف کی تعلیم سے آراستہ کر چکی ہیں اور آج بھی اس نیک کام میں مشغول ہیں۔راقم نے بھی ابتدائی دینی تعلیم انہیں سے حاصل کی ہے۔آپ کے دادا حکیم محمد سلیمان صدیقی

مرحوم اپنے وقت کے مشہور حکیم تھے۔آپ کے دادا شہر میں جمات اسلامی ہند کے بانی امیر تھے۔حکیم صاحب نے ۱۹۷۰ء میں ہماری کوٹھی کے اوپری حصہ میں شہر کے پہلے اسلامک اسکول 'اسلامک نرسری اسکول' کے بانی بھی تھے۔حکیم صاحب ایمرجنسی کے دور جماعت اسلامی ہند کی طرف سے جیل جانے والوں میں شامل تھے۔عنبر اپی نے رامپور کے جامعہ الصالحات سے عالمیت کی سند حاصل کی بعد میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے بی۔اے اور ایم۔اے کی سند حاصل کی۔علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں آپ کو گولڈ میڈل بھی ملا۔

۲۰۱۸ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ سے اسلامیات میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔آپ کے کئی مضامین اسلامیات پر متعدد رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔آپ نے تین کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے تینوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ (۱)قرآنیات میں خواتین کے تحقیقی مقالات (۲)دور حاضر کی چند اہم مفسرات قرآن (۳) خواتین اور خدمتِ قرآن آپ موجودہ وقت میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ اسلامیات میں درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔آپ کے شوہر محمد تحسین زماں صاحب بھی جامعہ ملیہ اسلامیہ سے فارغ ہوئے اور موجودہ وقت میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ اسلامیات سے وابستہ ہیں۔

☆☆☆

جنگ آزادی میں بہرائچ

جنگ آزادی میں بہرائچ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بہرائچ کا اہم کردار رہا ہے۔ بہرائچ کے چہلاری کے راجہ بلبدھر سنگھ نے بیگم حضرت محل کی فوج کی کمان سمبھالی تھی اور اسی جنگ میں شہید بھی ہوئے۔ بیگم حضرت محل کو راجہ چردا نے اپنے قلعہ میں پناہ دی تھی اور وہیں سے وہ بہرائچ کے راستے سے نیپال کو گئی تھی۔ اس کے علاوہ بہرائچ کے کئی حصوں میں آزادی کے متوالوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج سے جنگیں ہوئیں۔ کچھ دیسی ریاستوں نے جو پہلے آزادی کے سپاہیوں کے ساتھ تھیں۔ جنگ میں ہار جانے کے بعد خود سپردگی کر دی جن میں ریاست رہوا، بھنگا اور ٹیپرہ وغیرہ شامل تھے۔ ان کے کچھ علاقے ان سے چھین لیے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں ریاست نیپال کے ساتھ ہوئے معاہدہ میں ترائی/تلسی پور کے علاقے کو نیپال کو سونپ دیا گیا تھا۔ اسی طرح انگریزوں نے کچھ علاقے راجہ کپورتھلا اور راجہ بلرام پور کو بھی دئے تھے۔ ۷رفروری ۱۸۵۸ء کو ریزڈینٹ جنرل آؤٹرم نے اودھ میں کمپنی راج کے نفاد کا علان کیا اور بہرائچ کو ڈویژن کا مرکز بنایا اور مسٹر ونگ فیلڈ کو کمشنر کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ (۸۹)

لارڈ ڈلہوزی کی ریاست ہڑپنے کی پالیسی کی وجہ سے دیسی راجہ اور نواب فرنگی راج کے خلاف تھے۔ دہلی میں مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر اور لکھنؤ میں بیگم حضرت محل کے علاوہ کانپور میں نانا صاحب اور عظیم اللہ انگریزوں کے خلاف میدان میں تھے۔ نانا صاحب نے مقامی حکمرانوں سے ملاقات کے لیے بہرائچ آئے اور ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا جس میں چہلار،

---

(۸۹) بہرائچ گزیٹیر، مطبوعہ ۱۹۲۱ء، ص ۱۴۰

چرِدا، بھنگا، بونڈی، پٹر رہ وغیرہ کے حکمرانوں نے شرکت کی اور یہ عہد کیا کی موت تک آزادی کے لیے جدوجہد کی جائے گی۔(ضلع بہرائچ کی سرکاری ویب سائٹ سے نقل)

بہرائچ میں اس وقت جنگ بڑے پیمانے پر تھی۔ ریکواری کے تمام حکمراں اس وقت عوام کے ساتھ تھے۔ جب یہ جدوجہد چل رہی تھی اس وقت 3 برٹس آفیسر نانپارہ کی طرف بھاگے لیکن عوام نے انہیں روک لیا اور انہیں واپس ہونا پڑا جہاں سے وہ لکھنؤ کے لئے چل دئے لیکن جب یہ سب بہرام گھاٹ (گنیش پور) پہنچے تو اس وقت تمام ناؤ دیسی عوام کے قبضے میں تھی۔ جہاں ہندستانی عوام سے فرنگی آفیسروں کا مورچا ہوا جس میں یہ سب آفیسر مارے گئے اور پھر آزادی کے متوالوں نے پورے ضلع کو فرنگی لوگوں سے آزاد کرا لیا تھا اور ۱۸۵۸ء تک بہرائچ مجاہدین آزادی کے قبضہ میں رہا۔

بہرائچ سے اتر میں نیپال کی سرحد کے قریب واقع تلسی پور قلعہ مجاہدین آزادی کا مضبوط قلعہ تھا۔ جہاں نانا صاحب، ان کے بھائی بالا راؤ نے پناہ لے رکھی تھی بعد میں دسمبر ۱۸۵۸ء کو برطانوی فوج نے نانپارہ پر قبضہ کیا۔ پورے نانپارہ کو لوٹا اور برباد کر دیا گیا تھا۔ مجاہدین آزادی برگادیا کے قلعہ پر فوجیوں کے خلاف یکجا ہوئے اور وہاں ایک عظیم جدوجہد ہوئی۔ تقریباً ۴۰۰۰ فوجی بھاگ گئے اور مسجیدہ کے بہتر قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے لیکن پھر بھی برطانوی فوج نے قلعہ کو تباہ کر دیا اور یہ جنگ دھرمن پور میں واقع ہوئی۔ کلائیو نے دوسرے سپاہیوں کو جو دریائے راپتی کے کنارے پر رہ رگے تھے انہیں دوسری جانب منتقل کر دیا۔ ۲۷/دسمبر ۱۸۵۸ء کو برطانوی فوج چرِدا کی طرف منتقل ہوگئی اور ۲ دن کی جنگ کے بعد برطانوی فوج نے چرِدا پر قبضہ کر لیا تھا۔ ۲۹/دسمبر ۱۸۵۸ء کو برطانوی فوج نانپارہ واپس آ گئی۔(۹۰)

۱۹۲۰ء میں یہاں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی بنیاد ڈالی گئی جب یہاں سے کچھ لوگوں نے ناگپور کنونشن میں شرکت کی تھی۔ جب کی اس وقت شہری علاقوں میں ہوم رول لیگ بہت مقبول تھی لیکن کچھ وقت میں بابا یوگل بہاری، شیام بہاری پانڈے، خواجہ خلیل

(۹۰) بہرائچ گز یٹیر مطبوعہ ۱۹۲۱ء، ص ۱۴۳

احمد شاہ، پنڈت بھگوان دین مشرا، ٹھاکر حکم سنگھ، وغیرہ اہم تھے۔ ۱۹۲۶ء میں سروجنی نائڈو نے بہرائچ کا دورہ کیا تھا اور لوگوں کو دیسی سامان اور ایکتا اور کھادی کے سامان کے استعمال پر زور دیا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں مہاتما گاندھی بہرائچ آئے اور ایک عوامی اجلاس سے گورنمٹ انٹر کالج (اب مہاراج سنگھ انٹر کالج) میں خطاب کیا تھا اور انہیں بہرائچ کی عوام نے ۳۵۰۰ روپے کا چندہ بھی دیا تھا ہرجنوں کی فلاح بہبود کے لیے تھا۔ نمک قانون توڑنے کے لئے گاندھی جی نے ڈانڈی مارچ کیا تھا جس کے سبب گاندھی جی کو حراست میں لے لیا گیا تھا اس کے احتجاج میں بہرائچ کے مقامی گھنٹہ گھر میں لوگوں نے نمک بنا کر قانون کو توڑنے کا اعلان کیا تھا۔ تمام اہم رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ (۹۱)

۶/اکتوبر ۱۹۳۱ء کو پنڈت جواہر لعل نہرو نے بہرائچ کا دورہ کیا اور رامپوروہ، ہردی، گیلولا، اکونا میں عوامی اجلاس سے خطاب کیا تھا ۷۶۲ افراد نے گاندھی جی کے ستیا گرہ کے لیے اپنے نام دیا تھا جن میں سے ۳۷۱ کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ جب گاندھی جی کو ۹/اگست ۱۹۴۲ء بھارت چھوڑ وتحریک کے دوران گرفتار کیا گیا تھا اس وقت ضلع میں احتجاجی جلوس کا انعقاد ہوا جس میں تمام مقامی رہنماؤں کو گرفتار کیا گیا تھا۔

۱۹۴۶ء میں ہوئے اسمبلی الیکشن میں جو آزادی سے پہلے ہوا تھا اس میں بہرائچ سے جمعیۃ علماء ہند اور کانگریس پارٹی کے مشترکہ امیدوار کی حیثیت سے جامعہ مسعودیہ نورالعلوم بہرائچ کے بانی حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن نامؔی نے مسلم لیگ کے امیدوار ظہیرالدین فاروقی ایڈوکیٹ کو شکست کیا اور ریاستی حکومت میں وزارت تعلیم میں پارلیمنٹری سکریٹری کے عہدے پر فائز ہوئے تھے اور ۱۹۵۱ء تک اسمبلی کے رکن رہے۔ (۹۲)

۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو جب ملک کو آزادی نصیب ہوئی تو پورے ضلع بہرائچ میں جشن منایا گیا تھا۔ ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء لکھنؤ میں سب سے بڑا فنکشن سکریڑیٹ پر منعقد ہوا تھا۔ سکریڑیٹ (ودھان بھون) کے سامنے بڑے شامیانے لگائے گئے تھے اور

(۹۱) بہرائچ گزیٹیر، مطبوعہ ۱۹۲۱ء، ص ۴۱
(۹۲) نورالعلوم کے درخشندہ ستارے، ص ۳۱

یہاں اہم شخصیتیں اور آزادی کے پروانے بڑی تعداد میں موجود تھے اس پروگرام میں بہرائچ کی نمائندگی تین اہم لوگوں نیکی تھی جن کے نام اس طرح ہیں۔مولانا محفوظ الرحمٰن نامؔی (سابق پارلیمنٹری سکریٹری برائے تعلیم حکومت اتر پردیش اور بانی جامعہ مسعودیہ نورالعلوم بہرائچ،آزاد انٹر کالج)،سردار جوگندر سنگھ(سابق گورنر راجستھان و سابق ممبر لوک سبھا بہرائچ صدر) اور ٹھاکر حکم سنگھ(سابق وزیر اتر پردیش حکومت)۔(۹۳)

۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء کو ملک کو جمہوری ملک قرار دیا گیا اور قل ہندستانی قانون کا نفاد ہوا۔اس دن بہرائچ میں جشن کا انعقاد کیا گیا۔

☆☆☆

(۹۳) نیا دور یادگار آزادی نمبر ماہ اگست ۱۹۹۷ء ص۲۱۴

آزادی کے بعد سیاسی تاریخ

۱۹۵۱ء -۱۹۵۲ء میں آزادی کے بعد پہلے عام انتخابات ہوئے جس میں پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات ایک ساتھ ہوئے تھے۔جس میں بہرائچ کی سبھی سیٹوں پر کانگریس پارٹی کے امیدواروں نے فتح حاصل کی تھی۔

۱۹۵۱ء کے پہلے پارلیمنٹ انتخاب میں بہرائچ صدر سیٹ سے مشہور مجاہد آزادی رفیع احمد قدوائی نے فتح حاصل کی تھی اور پنڈت جواہرلعل نہرو نے حکومت میں خوراک وزراعت کی پورٹ فولیو قدوائی صاحب کے سپرد کیا تھا۔اسی طرح ۱۹۵۷ء میں ہوئے انتخاب میں سردار جوگندر سنگھ نے بہرائچ پارلیمنٹ حلقہ سے کامیابی حاصل کی۔ بعد میں سردار جوگیندر سنگھ ۱۹۷۱ء سے۱۹۷۲ء تک اڈیسہ اور یکم جولائی۱۹۷۲ء- ۱۴ر فروری۱۹۷۷ء تک راجستھان کے گورنر رہے۔۱۹۶۲ء میں ہوئے تیسرے لوک سبھا انتخابات میں سوتنترا پارٹی کے کنور رام سنگھ نے کامیابی حاصل کی۔۱۹۶۷ء میں ہوئے چوتھے لوک سبھا انتخابات میں کے کے نائر نے بھارتی جن سنگھ کے ٹکٹ پر کامیابی حاصل کی۔۱۹۷۱ء میں ہوئے پانچویں یلوک سبھا کے انتخابات میں کانگریس کے پنڈت بدلو رام شکلا نے کامیابی حاصل کی۔۱۹۷۷ء میں ہوئے چھٹے وک سبھا کے انتخابات میں اوم پرکاش تیاگی بھارتیہ لوک دل کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے۔ساتویں لوک سبھا کے انتخابات میں ۱۹۸۰ میں مولانا سید مظفرحسین کچھوچھوی (سابق نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) نے کانگریس کے ٹکٹ پر کامیابی حاصل کی۔اسی طرح ۱۹۸۴ء میں ہوئے آٹھویں لوک سبھا کے انتخابات میں عارف محمد خاں بہرائچ آئے اور یہاں سے انتخاب

میں کانگریس پارٹی کے ٹکٹ پر کامیابی حاصل کی اور راجیو گاندھی حکومت میں وزیر ہوئے۔عارف محمد خاں اس کے بعد دو مرتبہ نویں لوک سبھا انتخابات ۱۹۸۹ء میں جانتا دل کے ٹکٹ پر اور بارہویں لوک سبھا کے انتخابات ۱۹۹۸ء میں بہوجن سماج پارٹی کے ٹکٹ پر کامیابی حاصل کی۔اسی طرح بھارتیہ جنتا پارٹی کے رودرسین چودھری نے دسویں ۱۹۹۱ء لوک سبھا کے انتخابات میں فتح حاصل کی۔ گیارہویں لوک سبھا کے لیے ہوئے ۱۹۹۶ء کے انتخابات میں رودرسین چودھری کے بیٹے پدم سین چودھری نے کامیابی حاصل کی۔بارہویں لوک سبھا کے انتخابات ۱۹۹۸ء میں بہوجن سماج پارٹی کے ٹکٹ پر سابق وزیر عارف محمد خان نے تیسری اور آخری مرتبہ کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۹۹ء میں ہوئے تیرہویں لوک سبھا کے انتخابات میں پدم سین چودھری نے دوسری مرتبہ بہرائچ سے کامیابی حاصل کی۔۲۰۰۴ء میں ہوئے چودھویں لوک سبھا کے انتخابات میں سماج وادی پارٹی کے ٹکٹ پر محترمہ روباب سعیدہ نے کامیابی حاصل کی۔ یہ آخری انتخابات تھے بہرائچ جنرل سیٹ کے لیے اسکے بعد بہرائچ لوک سبھا سیٹ کو درج فہرست ذات کے لیے محفوظ کر دیا گیا اور بہرائچ سیٹ بہرائچ (محفوظ) کے نام سے ہوگئی۔پندرھویں لوک سبھا ۲۰۰۹ء کے انتخابات میں کانگریس پارٹی کے کمانڈو کمل کشور نے بہرائچ کی نمائندگی کی۔سولہویں لوک سبھا ۲۰۱۴ء کے انتخابات میں میں سادھوی ساوتری بائی پھولے نے بھارتیہ جنتا پارٹی کے ٹکٹ پر بہرائچ لوک سبھا حلقہ کی نمائندگی کی۔

فہرست برائے اراکین پارلیمنٹ برائے بہرائچ صدر

ٹرم	نام	جماعت	میاد
پہلی لوک سبھا	رفیع احمد قدوائی	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۵۲ء-۱۹۵۷ء
دوسری لوک سبھا	سردار جوگیندر سنگھ	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۵۷ء-۱۹۶۲ء
تیسری لوک سبھا	کنور رام سنگھ	سوتنترا پارٹی	۱۹۶۲ء-۱۹۶۷ء
چوتھی لوک سبھا	کے کے نائر	جن سنگھ	۱۹۶۷ء-۱۹۷۰ء
پانچویں لوک سبھا	پنڈت بدلورام شکلا	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۷۱ء-۱۹۷۷ء

چھٹی لوک سبھا	اوم پرکاش تیاگی	بھارتیہ لوک دل	۱۹۷۷ء-۱۹۷۹ء
ساتویں لوک سبھا	مولانا سید مظفر حسین	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۸۰ء-۱۹۸۴ء
آٹھویں لوک سبھا	عارف محمد خاں	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۸۴ء-۱۹۸۹ء
نویں لوک سبھا	عارف محمد خاں	جنتا دل	۱۹۸۹ء-۱۹۹۱ء
دسویں لوک سبھا	رودر سین چودھری	بھارتیہ جنتا پارٹی	۱۹۹۱ء-۱۹۹۶ء
گیارہویں لوک سبھا	پدم سین چودھری	بھارتیہ جنتا پارٹی	۱۹۹۶ء-۱۹۹۷ء
بارویں لوک سبھا	عارف محمد خان	بہوجن سماج پارٹی	۱۹۹۸ء-۱۹۹۹ء
تیرویں لوک سبھا	پدم سین چودھری	بھارتیہ جنتا پارٹی	۱۹۹۹ء-۲۰۰۴ء
چودھویں لوک سبھا	روباب سعیدہ	سماج وادی پارٹی	۲۰۰۴ء-۲۰۰۹ء
پندرھویں لوک سبھا	کامنڈ وکمل کشور	انڈین نیشنل کانگریس	۲۰۰۹ء-۲۰۱۴ء
سوہلویں لوک سبھا	ساوتری بائی پھولے	بھارتیہ جنتا پارٹی	۲۰۱۴ء-۲۰۱۹ء
سترہویں لوک سبھا	اکشھے ورلعل گونڈ	بھارتیہ جنتا پارٹی	۲۰۱۹ء-تا حال

اسی طرح بہرائچ اسمبلی حلقہ سے آزادی کے بعد ہوئے پہلے اسمبلی انتخابات ۱۹۵۲ء میں بہرائچ حلقہ بہرائچ دو حصوں میں تقسیم تھا۔ بہرائچ ایسٹ اور بہرائچ ویسٹ۔ بہرائچ ایسٹ سے راج کشور اور بہرائچ ویسٹ سے ترلوکی ناتھ کول نے فتح حاصل کی۔ اسی طرح دوسرے اسمبلی انتخابات ۱۹۵۷ء میں مشہور وکیل سید ضرغام حیدر (ججن میاں) نے بہرائچ نارتھ اور وریندر وکرم سنگھ سے بہرائچ ساؤتھ سے کامیابی حاصل کی تھی۔ ۱۹۶۲ء میں ہوئے تیسرے اسمبلی انتخابات میں بہرائچ نارتھ سے جگدیش پرساد اور بہرائچ ساؤتھ سے دلجیت سنگھ نے فتح حاصل کی تھی۔ ۱۹۶۷ء میں ہوئے چوتھے اسمبلی انتخابات میں بہرائچ کی دونوں سیٹوں کو ملا کر بہرائچ صدر سیٹ کا نام دیا گیا اور یہاں سے کے پی مشرا نے فتح حاصل کی۔ ۱۹۶۹ء میں پانچویں اسمبلی کے لیے ہوئے انتخابات اور ۱۹۷۴ء میں ہوئے چھٹی اسمبلی انتخابات میں کیدار ناتھ اگروالالمعروف بہ لالہ کیدار نے لگاتار دو مرتبہ فتح حاصل کی۔

۱۹۷۷ء میں ہوئے ساتویں اسمبلی انتخابات میں پروفیسر خان محمد عاطف (سابق پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی) نے فتح حاصل کی۔۱۹۸۰ء میں ہوئے آٹھویں اسمبلی انتخابات دھرمپال نے فتح حاصل کی۔۱۹۸۵ء میں ہوئے نویں اسمبلی کے انتخابات میں مشہور وکیل منھرن ناتھ کول (متو کول) نے فتح حاصل کی۔۱۹۸۹ء کے دسویں اسمبلی انتخابات میں دھرمپال نے دوبارہ فتح حاصل کی۔۱۹۹۱ء میں ہوئے گیارہویں اسمبلی انتخابات میں برج راج ترپاٹھی نے فاتح حاصل کی ۔اس کے بعد بارہویں اسمبلی کے انتخابات ۱۹۹۳ء سے سولہویں اسمبلی کی میاد ۲۰۱۷ء تک بہرائچ ڈصدر سیٹ پر سماجوادی پارٹی کے قدآور رہنما اور سابق وزیر برائے محنت اور روزگار ڈاکٹر وقار احمد شاہ نے ۲۵ سال تک لگاتار پانچ (۵) انتخابات جیت کر اتر پردیش اسمبلی میں بہرائچ کی نمائندگی کی اور ۲۰۰۴ء میں اسمبلی کے نائب اسپیکر کے عہدے پر فائز ہوئے بعد میں کچھ وقت کے لیے کارگزار اسپیکر رہے،اس کے بعد ۲۰۰۴ء میں اس کوقت کے وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو کی حکومت میں کیبینٹ وزیر برائے محنت اور روزگار رہے۔۲۰۱۲ء انتخاب میں جیت حاصل کرنے کے بعد وزیر اعلیٰ اکھلیش یادو کی حکومت میں کیبینٹ دوبارہ وزیر برائے محنت اور روزگار بنے۔۲۰۱۷ء میں ہوئے سترہویں اسمبلی کے انتخابات میں انوپما جیسوال نے بہرائچ صدر سیٹ پر فتح حاصل کی اور موجودہ حکومت میں وزیر تعلیم (آزاد قلمدان) ہیں۔

فہرست برائے ارا کین اسمبلی برائے بہرائچ صدر

ٹرم	نام	جماعت	میاد
پہلی اسمبلی (بہرائچ ایسٹ)	راج کشور	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۵۲ء–۱۹۵۷ء
پہلی اسمبلی (بہرائچ ویسٹ)	ترلوکی ناتھ کول	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۵۲ء–۱۹۵۷ء
دوسری اسمبلی (بہرائچ ساؤتھ)	سید ضرغام حیدر (مجن میاں)	پرجاسوشلسٹ پارٹی	۱۹۵۷ء–۱۹۶۲ء

دوسری اسمبلی (بہرائچ نارتھ)	ورِیندروکرم سنگھ	آزاد	۱۹۵۷ء–۱۹۶۲ء
تیسری اسمبلی (بہرائچ نارتھ)	جگدیش پرساد	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۶۲ء–۱۹۶۷ء
تیسری اسمبلی (بہرائچ ساؤتھ)	دلجیت سنگھ	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۶۲ء–۱۹۶۷ء
چوتھی اسمبلی بہرائچ صدر	کے بی مشرا	جن سنگھ	۱۹۶۷ء–۱۹۶۸ء
پانچویں اسمبلی	کیدارناتھ اگروال	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۶۹ء–۱۹۷۴ء
چھٹی اسمبلی	کیدارناتھ اگروال	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۷۴ء–۱۹۷۷ء
ساتویں اسمبلی	خان محمد عاطف	جنتا پارٹی	۱۹۷۷ء–۱۹۸۰ء
آٹھویں اسمبلی	دھرمپال	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۸۰ء–۱۹۸۵ء
نویں اسمبلی	منھرن ناتھ کول	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۸۵-۱۹۸۹ء
دسویں اسمبلی	دھرم پال	انڈین نیشنل کانگریس	۱۹۸۹ء–۱۹۹۱ء
گیارہویں اسمبلی	برج راج ترپاٹھی	بھارتیہ جنتا پارٹی	۱۹۹۱ء–۱۹۹۲ء
گی بارہویں اسمبلی	وقاراحمد شاہ	سماج وادی پارٹی	۱۹۹۳ء–۱۹۹۵ء
تیرہویں اسمبلی	وقاراحمد شاہ	سماج وادی پارٹی	۱۹۹۶ء–۲۰۰۲ء
چودھویں اسمبلی	وقاراحمد شاہ	سماج وادی پارٹی	۲۰۰۲ء–۲۰۰۷ء
پندرھویں اسمبلی	وقاراحمد شاہ	سماج وادی پارٹی	۲۰۰۷ء–۲۰۱۲ء
سولہویں اسمبلی	وقاراحمد شاہ	سماج وادی پارٹی	۲۰۱۴ء–۲۰۱۷ء
سترہویں اسمبلی	انوپما جیسوال	بھارتیہ جنتا پارٹی	۲۰۱۷ء–تا حال

☆☆☆

مشہور سیاسی شخصیات

منظور حسن علیگ و وکیل
تصویر بشکریہ جناب شہاب الدین صاحب

منظور حسن

منظور حسن صاحب علیگ اپنے وقت کے مشہور اور کامیاب وکیل ہونے کے ساتھ ساتھ مشہور سیاسی قائد بھی تھے۔منظور حسن صاحب کی ولادت ۱۸۹۴ء میں شہر کے قاضی پورہ میں واقع فیض منزل میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام فیض الحسن تھا۔آپ کے والد اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔آپ کا خاندان ضلع میرٹھ کے کاٹھ علاقہ سے تعلق رکھتا ہے۔آپ کا سلسلہ نسب مغل بادشاہ شاہجہاں کے وقت میں ہوئے قاضی کاوی سے ملتا ہے۔قاضی کاوی شاہجہاں کے وقت میں قاضی کے عہدے پر فائز تھے۔آپ کے والد فیض الحسن ملازمت کے سلسلے میں بہرائچ آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔فیض الحسن صاحب نے عالیشان کوٹھی بنوائی اور اپنے نام سے اسے منسوب کیا جو پورے علاقہ میں 'فیض منزل' کے نام سے مشہور ہے۔آپ ضلع کے بڑے زمین داروں میں شمار ہوتے تھے۔

منظور حسن صاحب کی انٹر تک کی تعلیم گورنمینٹ انٹر کالج بہرائچ سے ہوئی۔ بعدہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے آپ نے ایل ایل بی کی سند حاصل کی اور بہرائچ آ کر وکالت شروع کی اور کامیاب وکیلوں میں شمار ہوئے۔آپ کا سیاسی سفر مسلم لیگ سے شروع ہوا تھا۔آپ کی سیاسی بشیرت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آپ دو بار میونسپل بورڈ بہرائچ کے چئیر مین رہنے کے علاوہ آپ دو بار ڈسٹرک بورڈ بہرائچ کے چئیر مین بھی رہے۔

۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو جب ملک کو آزادی ملی تب منظور حسن صاحب نے تقسیم کو غلط مانتے ہوئے پاکستان جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ''ہندوستان ہمارا وطن ہے،ہم

یہیں پیدا ہوئے اور یہیں مرینگے اور اسی سرزمین کی خاک میں مل جائیں گے۔''

۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد مسلم لیگ کے قائدین کے گھروں پر چھاپے پڑے تھے۔اس دوران آپ کے یہاں بھی چھاپہ پڑا تھا۔

منظور حسن صاحب شہر کے نامور وکیلوں میں شمار ہوتے تھے۔آپ راجہ نانپارہ سعادت علی خاں ،راجہ صاحب پیا گپور،مشہور مجاہد آزادی وید بھگوان دین مشر کے دوستوں میں شمار ہوتیہو تے تھے۔آپ کئی مقامی ریاستوں کے وکیل تھے۔مشہور وکیل سید محمود حسن صاحب علیگ کے خاص دوستوں میں تھے۔

کلیکٹریٹ مسجد جو کئی سالوں تک بندرہی تھی اس کا مقدمہ ہائی کورٹ لکھنؤ تک لڑا اور مقدمہ جیتے بھی ساتھ ہی اس وقت کے وزیر اعلیٰ ہیموتی نندن بہوگنا سے بھی مسجد کو کھلوانے کا حکم کرایا اور اور مسجد کو آباد کیا۔۱۹۶۵ء میں ہندوستان پاکستان کے بیچ ہوئی جنگ کے دوران آپ کو ڈی۔آئی۔آر ایکٹ میں آپ کے سیاسی حریفوں کی سازش کی بنا پر ایک ماہ تک جیل میں رہنا پڑا۔اس حادثہ کے بعد آپ نے سیاست سے کنارہ کشی کر لی اور وصیت کہ خاندان کا کوئی فرد سیاست کے قریب نہیں جائیگا۔

آپ کے دو بیٹے تھے۔ایک اظہر حسن اور دوسرے بیٹے مشہور وکیل مظہر حسن صاحب تھے۔آپ کے پوتے جناب شہاب الدین صاحب کے پاس پرانی اور نایاب تصویروں کا نایاب ذخیرہ ہے۔

آپ کی وفات نومبر ۱۹۸۴ء میں فیض منزل ،قاضی پورہ ، بہرائچ میں ہوئی اور تدفین شہر کے مرکزی عیدگاہ قبرستان میں ہوئی تھی۔

☆☆☆

خواجہ خلیل احمد شاہ
تصویر بشکریہ جناب سعود احمد شاہ

مجاہد آزادی خواجہ خلیل احمد شاہ

شہر بہرائچ کے مشہور مجاہد آزادی اور ملی رہنما خواجہ خلیل احمد شاہ کی پیدائش ۹؍دسمبر۱۸۹۰ء میں شہر کے محلّہ قاضی پورہ میں ہوئی تھی۔آپ کے والد کا نام حاجی احد شاہ تھا۔آپ کے آباء و اجداد کشمیری تھے۔خواجہ خلیل احمد شاہ کے والد نقل مکانی کر کے کشمیر سے بہرائچ آئے تھے اور یہاں آباد ہو گئے۔

ڈاکٹر عبرت بہرائچی لکھتے ہیں: آپ کے ایک بھائی خواجہ اکبر شاہ بیرسٹر تھے ،اور تین بہنیں فاطمہ بیگم ،کلثوم بیگم اور زبیدہ بیگم تھیں جو بل ترتیب حبیب شاہ ،عزیز احمد شاہ اور ممتاز احمد شاہ سے منسوب تھیں۔خواجہ صاحب کٹر کانگریسی تھے۔اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن بلا کے ذہین اور روشن دماغ تھے۔خواجہ شاہ کا ذاتی کتب خانہ تھا جس میں قیمتی اور نادر کتابیں تھیں۔اخبار بینی ،علمی ،ادبی کتابیں پڑھنے کا بیحد شوق رکھتے تھے۔مطالعہ کے لئے کتابیں میز پر موجود رہتی تھیں۔اخبار کی ضروری اور کارآمد جزوں کی کٹنگ اپنے پاس رکھتے تھے۔(۹۴)

پنڈت جواہر لعل نہرو آپ کی سیاسی بصیرت اور حوصلگی کی بڑی قدر کرتے تھے اور مفید مشوروں کو سراہتے تھے۔آپ سالوں درگاہ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی کمیٹی کے ممبر رہے۔ ۱۹۳۶ء میں نگر پالیکا بہرائچ کے ممبر رہے۔آپ کی سیاسی بصیرت سے متاثر ہو کر پنڈت نہرو نے انھیں ۱۹۳۶ء میں اتر پردیش سرکار میں ایم۔ایل۔سی کے عہدے پر منتخب کرایا۔فسادوں اور جھگڑوں میں قابو پالینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ہر قوم آپ کی باتیں مان لیتی تھیں۔عوام آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔(۹۵)

(۹۴) نقوش رفتگاں ص۲۵

(۹۵)نقوش رفتگاں ص۲۶

۱۹۵۳ء میں آپ نے ایک رسالہ بنام' فسادی مُلا یا دُشمانان اسلام کا ایجنڈ' تصنیف کیا تھا۔جس کی ایک فوٹو کاپی میرے پاس محفوظ ہیں جو میں نے اپنے استاد مولانا ڈاکٹر محمد ابرار الحق قاسمی صاحب سے حاصل کی ہے۔آپ کے ہی مشورے سے مشہور اسلامی تعلیم کا ادارہ جامعہ مسعودیہ عربیہ نور العلوم بہرائچ کا قیام عمل میں آیا تھا۔

آپ کی وفات ۱۹۶۵ء میں ہوئی اور تدفین چھڑے شاہ تکیہ قبرستان نزد آزاد انٹر کالج میں ہوئی۔آپ کے صاحبزادے کا نام خواجہ شفیق احمد شاہ تھا۔آپ کے پسر جادے جناب خواجہ سعود احمد شاہ محلّہ قاضی پورہ میں آبائی مکان میں رہتے ہیں۔ کچھ سال پہلے تک شہر کی جامع مسجد کا متولی آپ کے خاندان ہی کا فرد ہوتا تھا۔

☆☆☆

سردار جوگیندر سنگھ

سردار جوگیندر سنگھ کی ولادت ضلع بہرائچ کے بھنگہ میں ۳۰/ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو ہوئی۔آپ کے والد کا نام سردار اوتار سنگھ تھا۔

جوگندر سنگھ نے کالوِن تعلقدار کالج لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی اور ۱۹۲۲ء میں پرنس آف ویلس ملٹری کالج پنجاب کے پہلے بیچ میں داخلہ لیا لیکن پنجاب میں اکالی تحریک کی وجہ سے ۱۹۲۳ء میں کالج چھوڑ دیا۔آپ نے ۳۴ سال کی عمر میں سیاست میں قدم رکھا اور ۱۹۳۲ء میں تحریک عدم تعاون کے دوران لکھنؤ میں ۶ ماہ کی حراست میں جیل میں رہے۔۱۹۴۰ء میں ستیہ گرہ میں دوبارہ حراست میں لیے گئے اور ساتھ ہی ۱۵ مہینے سخت قید کی سزا دی گئی تھی اور آپ کو مرکزی اسمبلی سے معطل کر دیا گیا تھا۔جیل سے نکلنے کے بعد بنارس اسمبلی سے بلا مقابلا منتخب ہوئے۔بھارت چھوڑو تحریک میں پھر آپ کو قید کر دیا گیا جہاں آپ ڈیڑھ سال تک جیل میں رہے۔۱۹۳۴ء میں مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔آپ قانون ساز اسمبلی رکن بھی تھے۔بہرائچ ویسٹ حلقہ سے ۱۹۵۲ء میں آپ پہلی لوک سبھا کے رکن بھی منتخب ہوئے تھے۔۱۹۵۷ء میں ہوئے دوسرے لوک سبھا انتخابات میں بہرائچ صدر سے منتخب ہوئے۔

راجستھان گورنر کی ویب سائٹ کے مطابق آپ ۱۹۶۵ء میں راجیہ سبھا کے رکن ب منتخب ہوئے۔آپ ۲۰/ستمبر ۱۹۷۱ء سے ۳۰/جون ۱۹۷۲ء تک صوبۂ اڑیسہ کے کارگزار گورنر رہے ،بعد میں یکم جولائی ۱۹۷۲ء سے ۱۵/فروری ۱۹۷۷ء تک گورنر راجستھان کے عہدے پر رہے۔

آپ راجستھان کے گورنر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر بہرائچ لوٹ آئے اور شہر کے پیپل چوراہے پر واقع اپنی کوٹھی میں رہنے لگے تھے۔یہیں اسی کوٹھی میں آپ کی وفات ۱۱/فروری ۱۹۷۹ء کو ہوئی تھی۔آپ کی آخری رسوم پورے سرکاری اعجاز کے ساتھ بہرائچ میں ادا کی گئی۔

سید ضرغام حیدر مجّن میاں
تصویر بشکریہ محمد عبداللہ خاں

سید ضرغام حیدر مجّن میاں

سید ضرغام حیدر شہر بہرائچ کے مشہور وکیل اور سیاست دان تھے۔سید ضرغام حیدر کی پیدائش ۱۲/مارچ ۱۹۲۳ء کو شہر بہرائچ کے محلّہ ناظر پورہ میں ہوئی تھی۔آپ کے والد کا نام سید ضیغم علی تھا۔آپ کے والد شہر بہرائچ کے مشہور معروف وکیل تھے۔

سید ضرغام حیدر نے ابتدائی تعلیم بہرائچ کے مہاراج سنگھ انٹر کالج سے حاصل کی بعد میں لکھنؤ کے کرسچین کالج سے بی۔اے آنرز اور ایم۔اے کیا۔لکھنؤ یونی ورسٹی سے ایل ایل بی کی سند حاصل کی اور ۱۹۴۴ء میں بہرائچ واپس آئے اور بہرائچ کے مشہور وکیل سید محمود حسن (علیگ) کی نگرانی میں وکالت شروع کی۔

عبرتؔ بہرائچی نقوش رفتگاں میں لکھتے ہیں کہ سید ضرغام حیدر نے کبر ونخوت کو کبھی منہ نہیں لگایا جو چاہتا راستہ میں روک لیتا ،بات کرتا ،ہاتھ پکڑ لیتا اور جہاں لے جاتا چلے جاتے تھے۔ہولی بھی کھیل لیتے تھے اور جلوس محمدی ﷺ کا خیر مقدم بھی کرتے تھے۔آپ بہترین مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ذاکر بھی تھے۔ایام عزا میں مجلس پڑھتے تھے۔مشاعروں کے شوقین تھے۔ہر مشاعرہ میں پہلی صف میں بیٹھتے تھے اور داد تحسین سے شاعروں کو نوازتے ہی نہیں بلکہ اپنے طنز ومزاح سے مشاعرہ گاہ کو قہقہہ زار بنا دیتے تھے۔مسلم مجلس کے رہنما ڈاکٹر فریدی جب بھی بہرائچ آتے آپ کے ہی مہمان ہوتے تھے۔

سید ضرغام حیدر نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز بہرائچ نگر پالیکا کی ممبری سے کیا تھا۔نگر پالیکا پریشد بہرائچ کے چیئرمین بھی رہے۔۱۹۵۷ء میں ہوئے اتر پردیش

اسمبلی کے دوسرے انتخابات میں پرجا شوسلٹ پارٹی سے بہرائچ اسمبلی حلقہ کا الیکشن لڑا اور کامیاب ہوئے۔

مسلم وقف ایکٹ ۱۹۴۰ء کے سلسلے میں آپ کا اہم رول رہا۔ سید ضرغام حیدر آزاد انٹر کالج بہرائچ کے منیجر۔ کسان ڈگری کالج بہرائچ کی انتظامیہ کمیٹی کے بانی رکن رہے اودھ یونیورسٹی فیض آباد کے کونسلر، اتر پردیش اردو اکادمی کے رکن ،انجمن فنافی الحسین بہرائچ کے صدر اور کربلا اور دیگر شیعہ اوقاف کے متولی بھی رہے۔(۹۶)

آپ شہر بہرائچ کے مشہور وکیل تھے۔ غریبوں کے مقدمے بلا فیس کے کرتے تھے بلکہ اپنے پاس سے مدد بھی کر دیتے تھے۔ عدالتیں ان کا بہت احترام کرتی تھیں۔ آپ عوام اور خواص دونوں میں بیحد مقبول تھے۔ سید ضرغام حیدر کی وفات ۵/ جنوری ۱۹۸۴ء کو قلبی دورہ پڑنے کی وجہ شہر بہرائچ کے محلّہ ناظر پورہ واقع رہایش گاہ پر ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ شیعہ اور سنی دونوں فرقے کے لوگوں نے الگ الگ پڑھی اور جسد خاکی کو شہر کے کربلا میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کے بیٹے سید غضنفر حیدر گلفام جو ہائی کورٹ لکھنؤ میں وکالت کرتے تھے۔ گلفام حیدر صاحب نے ۲۰۱۸ء میں بہار جوڈیسیری کا امتحان دیا اور موجودہ وقت میں صوبہ بہار کے حاجی پور کی عدالت میں جج کے عہدے پر فائز ہیں۔

☆☆☆

---

(۹۶) نقوش رفتگاں

حمید اللہ خاں

حمید اللہ خاں کی پیدائش ۱۸۹۱ء میں شہر بہرائچ کے محلّہ قاضی پورہ میں ایک متوسط خاندان میں ہوئی تھی۔ آپ نے ۱۹۵۷ء میں ہوئے دوسرے اتر پردیش اسمبلی انتخابات میں بہرائچ ضلع کے ۲۶۸- چردا اسمبلی حلقہ سے کانگریس کی جانب سے انتخابات میں حصہ لیا اور انتخابات میں فتح حاصل کی اور اس طرح اتر پردیش کی دوسری اسمبلی سبھا میں ممبر اسمبلی رہے۔(۹۷) آپ کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔آپ کے والد محکمہ مال میں تھے۔آپ کے والد نے دو شادیاں کیں تھیں۔پہلی بیوی سے تین بیٹے عزیز اللہ خاں ،حمید اللہ خاں اور بشارت اللہ خاں وکیل(مشہور شاعر سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جناب فرحت احساس صاحب کے والد) اور دو بیٹیاں تھیں،جبکہ دوسری بیوی سے دو بیٹے شہر کے مشہور ادیب محمد نعیم اللہ خاں خیالؔی بہرائچی،کلیم اللہ خاں ،اور چار بیٹیاں تھیں۔حمید اللہ خاں اپنے والد کی سب سے بڑی اولاد تھے۔

عبرت بہرائچی اپنی کتاب 'نقوش رفتگاں' میں حمید اللہ خاں کے بارے میں لکھتے ہیں: جہاں تک میری یادداشت میں ہے حمید اللہ خاں کی شادی شہر بہرائچ کے محلّہ بشیر گنج کے کسی ذی رتبہ اور معزز گھرانے میں ہوئی تھی۔ قاضی پورہ کے مولوی صدیق صاحب ان کے ہم زلف تھے۔حمید اللہ خاں نے اردو مڈل تک تعلیم حاصل کی تھی۔آپ کانگریس پارٹی کے رکن تھے اور جنگ آزادی میں سرگرم تھے۔ آپ مجاہد آزادی بھی تھے۔حمید اللہ خاں اینٹ بھٹوں کے علاوہ درگاہ روڈ پر واقع سرخی پینے کی فیکٹری کے

(۹۷) ہواز ہو یو پی اسمبلی ۱۹۶۲ء،ص ۴۴۳

مالک بھی تھے۔حمید اللہ خاں ۱۹۲۴ء سے تاحیات شہر کی عیدگاہ کے متولی اور نگراں رہے۔ اس کے علاوہ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ بہرائچ کے نائب صدر کے ساتھ ساتھ شہر کانگریس کمیٹی کے صدر رہے۔ شہر کے مشہور کالجوں گاندھی انٹر کالج اور مہاراج سنگھ انٹر کالج کے رکن رہے۔(۹۸)

حمید اللہ خاں کی وفات ۲۴ راپریل ۱۹۶۷ء کو شہر کے محلّہ قاضی پورہ واقع رہائش گاہ پر ہوئی۔ آپ کی تدفین مشہور بزرگ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ کے احاطہ میں ہوئی۔ جہاں آپ کی آخری آرام گاہ چہار دیواری سے گھری ہوئی ہے۔

آپ کے خاندان کے فرد مجاہد جمہوریہ (لوکتنتر سینانی) جناب سعد اللہ خاں ۱۹۷۵ء میں اندرا گاندھی کے ذریعہ لگائی گئی ایمرجنسی میں جماعت اسلامی ہند بہرائچ شاخ کے بانی امیر حکیم محمد سلیمان صدیقی کے ساتھ جیل بھی گئے جہاں آپ دونوں حضرات کے علاوہ ایک مرزا صاحب بھی ساتھ تھے۔ سعد اللہ صاحب آج بھی جماعت اسلامی ہند کے سرگرم رکن ہیں۔

☆☆☆

(۹۸) نقوش رفتگاں

چودھری عبدالحسیب خاں

چودھری عبدالحسیب خاں اتر پردیش کی تیسری اسمبلی کے رکن تھے۔آپ فخر پور اسمبلی حلقہ ضلع بہرائچ سے منتخب ہوئے تھے۔۱۹۶۲ء اتر پردیش قانون ساز اسمبلی انتخابات میں، آپ نے اتر پردیش کے بہرائچ ضلع کے۱۵۲-فخر پور اسمبلی کے حلقے سے سواتنترا پارٹی سے انتخابات میں حصہ لیا تھا اور فتح حاصل کی تھی۔(۹۹)

چودھری عبدالحسیب خاں کی پیدائش۱۹۲۴ء میں ضلع بہرائچ کے نندول، فخر پور میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام چودھری عبدالعزیز خاں تھا۔چودھری عبدالحسیب خاں نے ابتدائی تعلیم فخر پور کے جواہر العلوم میں حاصل کی بعد میں جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ سے تعلیم مکمل کی۔اردو اور فارسی زبان پر مہارت حاصل تھی۔ہندی اور انگریزی کا بھی علم تھا۔چودھری عبدالحسیب خاں اپنے وقت کے نامور سماجی کارکن تھے۔جس کی بنا پر وہ عوام میں مقبول تھے۔ہمیشہ باڑھ متاثرین کی امداد اور مریضوں کی امداد میں پیش و پیش رہتے تھے۔ضلع بہرائچ کے فخر پور اسمبلی کے حلقے سے سواتنترا پارٹی کے ٹکٹ سے انتخابات میں حصہ لیا تھا اور کامیاب ہوئے تھے۔رائفل کلب کے رکن تھے۔آپ کے بیٹے چودھری عبدالمعید خاں ضلع بہرائچ کانگریس پارٹی کے نائب صدر ہیں۔

☆☆☆

---

(۹۹) ہواز ہو یو پی اسمبلی،۱۹۶۲ء،ص۵

لالہ کیدار ناتھ اگروال

لالہ کیدار ناتھ اگروال کی پیدائش ۱۹۲۸ء میں بہرائچ کے محلّہ میراکھیل پورہ میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد کا نام بھولا ناتھ اگروال تھا۔ کیدار ناتھ اگروال بہرائچ کے مشہور تاجر تھے۔آپ لالہ کیدار پوّا کے نام سے مشہور تھے۔آپ کی شادی ۱۹۴۷ء میں وگیاوتی اگروال سے ہوئی تھی۔کیدار ناتھ اگروال کا سیاسی سفر بہرائچ میونسپل بورڈ کے رکن منتخب ہونے سے ہوا جب آپ محلّہ میراکھیل پورہ سے کارپوریٹر منتخب ہوئے۔

آپ ۱۹۶۹ء میں بہرائچ صدر اسمبلی حلقہ پانچویں اترپردیش اسمبلی کے لئے کانگریس پارٹی کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے۔اس کے بعد ۱۹۷۴ء میں بعد ہوئے چھٹی اترپردیش اسمبلی کے انتخابات میں دوبارہ منتخب ہوئے۔(۱۰۰)

آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔لالہ کیدار ناتھ اگروال کی وفات ۵/ نومبر ۱۹۸۵ء کو شہر بہرائچ میں ہوئی تھی۔

☆☆☆

(۱۰۰)بحوالہ ہو یو پی اسمبلی ۱۹۶۹ء، ص ۲۶

ڈاکٹر وقار احمد شاہ

ڈاکٹر وقار احمد شاہ کی پیدائش ۶ر جولائی ۱۹۴۳ء میں محلّہ قاضی پورہ شہر بہرائچ میں شہر کے ایک معروف خاندان میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد کا نام خواجہ قمرالدین تھا۔

ڈاکٹر وقار احمد شاہ کی ابتدائی تعلیم بہرائچ میں ہی ہوئی۔ اور ڈاکٹری کی تعلیم آپ نے کانپور یونیورسٹی سے مکمل کی۔ ابتدائی دنوں میں آپ نے شہر کے ایک پرائمری اسکول (امیر ماہ پرائمری اسکول، چاند پورہ) میں کچھ دنوں تک تدریس کا کام انجام دیا۔ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۲ء تک میڈکل آفیسر کے طور پر کام کیا۔ پھر اپنی ڈاکٹری کی پریکٹس کرنے لگے بعد میں درگاہ کے اسپتال سے منسلک ہو گئے۔ آپ کی کلینک آج بھی شہر کے قلب میں موجود ہے۔ آپ ۱۹۷۶ء سے انڈین میڈکل ایسوسی ایشن بہرائچ شاخ کے رکن تھے۔ آپ شہر کے مشہور کالج آزاد انٹر کالج کے منیجر رہے۔ ریڈکراس بہرائچ کے سرپرست تھے۔ مہاراج سنگھ انٹر کالج کی انتظامیہ کے رکن تھے۔ ضلع آئی ریلیف کمیٹی کے رکن تھے۔ اس طرح آپ بہت سی تنظیموں سے وابستہ رہے۔

ڈاکٹر وقار احمد شاہ ضلع بہرائچ کے ایک عظیم سیاسی رہنما تھے۔ آپ کا سیاسی سفر جنتا دل سے شروع ہوتا ہے جب ۱۹۸۹ء میں جنتا دل کی جیل بھرو تحریک میں ایک دن کے لیے جیل بھیجے گئے۔ آپ نے مسلسل ۵ بار بہرائچ صدر اسمبلی حلقہ سے انتخاب میں فتح حاصل کی جو ایک ریکارڈ ہے۔ آپ پہلی بار ۱۹۹۳ء کے اسمبلی الیکشن میں سماجوادی پارٹی کے ٹکٹ سے بہرائچ صدر اسمبلی سیٹ پر منتخب ہوئے۔ ۱۹۹۶ء میں ہوئے اسمبلی الیکشن میں دوسری بار فتح حاصل کی۔ ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۳ء تک سماجوادی پارٹی ودھان

ڈاکٹر وقار احمد شاہ

منڈل دل کے مکھ سنچیک رہے۔۲۰۰۲ء میں ہوئے اسمبلی الیکشن میں سماجوادی پارٹی کے ٹکٹ پر مسلسل تیسری (۳) مرتبہ بہرائچ صدر اسمبلی سیٹ پر منتخب ہوئے۔نومبر۲۰۰۳ء میں اتر پردیش اسمبلی کے نائب صدر منتخب ہوئے اور اس عہدے پر مئی ۲۰۰۴ء تک فائز رہے۔ مئی ۲۰۰۴ء سے جولائی ۲۰۰۴ء تک اتر پردیش اسمبلی کے کارگزار صدر بھی رہے۔اگست ۲۰۰۴ء میں کیبنیٹ وزیر برائے محنت و روزگار بنائے گئے اور مئی ۲۰۰۷ء تک اس عہدے پر فایز رہے۔ مئی ۲۰۰۷ء میں ہوئے اسمبلی الیکشن میں مسلسل چوتھی (۴) مرتبہ بہرائچ صدر اسمبلی سیٹ پر منتخب ہوئے ۲۰۰۷ء سے ۲۰۱۲ء تک سماجوادی پارٹی ودھان منڈل دل کے نائب رہنما رہے۔۲۰۱۲ء میں ہوئے اسمبلی الیکشن میں مسلسل پانچویں مرتبہ بہرائچ صدر اسمبلی سیٹ پر منتخب ہوئے اور ایک بار پھر اتر پردیش کی اکھلیش یادو حکومت میں کابینی وزیر برائے محنت و روزگار بنائے گئے۔

ڈاکٹر وقار احمد شاہ شدید بیماری کی وجہ سے ڈ اکٹر وقار احمد شاہ کی وفات ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء کو ۵ سال کی لمبی علالت کے بعد لکھنؤ کے سِول اسپتال میں شام چھ بجے کے قریب ہوئی۔آپ کی نماز جنازہ ۱۶/اپریل ۲۰۱۸ء کو بعد نماز ظہر کو آزاد انٹر کالج کے میدان میں اندونی مسجد درگاہ سید سالار مسعود غازیؒ کے شاہی امام ارشد القادری کی امامت میں پڑھی گئی اور تدفین چھڑے شاہ تکیہ میں واقع آبائی قبرستان میں ہوئی۔

آپ کے جنازہ میں شرکت کے لیے سماجوادی پارٹی کے قومی صدر اور سابق وزیر اعلیٰ اکھلیش یادو اور سابق وزیر احمد حسن، راجیند ر چودھری، فرید محفوظ قدوائی اور تمام سیاسی لیڈران کے علاوہ بلاتفریق ملت و مذہب ضلع کی عوام نے شرکت کی۔

☆☆☆

رُباب سعیدہ

رو باب سعیدہ کی پیدائش یکم ر جون ۱۹۵۰ء میں کے ضلع میرٹھ میں ہوئی۔ رو باب سعیدہ اتر پردیش کے سابق کیبنیٹ وزیر سبرائے محنت و روزگار اور بہرائچ اسمبلی حلقہ کے سابق رکن اسمبلی وقار احمد شاہ کی اہلیہ اور سابق کیبنیٹ وزیر اور مٹیرا اسمبلی حلقہ کے رکن اسمبلی یاسر شاہ کی والدہ ہے۔ آپ شہر بہرائچ تعلیم نسواں کے مشہور مرکز تارا گرلس انٹر کالج کی پرنسپل کے عہدے سے ریٹائر ہوئی۔

رو باب سعید ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۰ء تک صدر ضلع پنچایت بہرائچ کے عہدے پر فائز رہی۔ چودھویں لوک سبھا کے لئے ہوئے انتخابات ۲۰۰۴ء میں سماج وادی پارٹی کے ٹکٹ پر ۲۰۰۴ء سے ۲۰۰۹ء کے لیے بہرائچ (لوک سبھا حلقہ) کی رکن لوک سبھا منتخب ہوئی۔ آپ لوک سبھا کی کئی کمیٹیوں کی رکن رہیں۔

۲۰۱۷ء میں ۱۷ویں اتر پردیش اسمبلی الیکشن میں بطور سماج وادی پارٹی امیدوار اپنے شوہر کی سیٹ بہرائچ اسمبلی حلقہ سے الیکشن میں حصہ لیا اور ۷۷۷۸۰ ووٹ حاصل کیے۔ لیکن تقریباً ۶۷۰۲ ووٹوں کے فرق سے بی۔ جے۔ پی۔ کی امیدوار انوپما جیسوال سے شکست ہوئی اور نمبر ۲ پر رہیں۔

یاسر شاہ

سابق وزیرحکومت اتر پردیش جناب یاسر شاہ صاحب کی پیدائش ۲۲/جون ۱۹۷۷ء میں شہر بہرائچ کے محلّہ قاضی پورہ میں شہر کے ایک مشہور و معروف خاندان میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام مرحوم ڈاکٹر وقار احمد شاہ (سابق ڈپٹی اسپیکر/ ریاستی وزیر)اور والدہ کا نام محترمہ روباب سعیدہ (سابق ممبر لوک سبھا) ہیں۔

یاسر شاہ اتر پردیش کی ۱۶ویں اور ۱۷ویں قانون ساز اسمبلی کے ارکان اسمبلی منتخب ہوئے۔آپ ضلع بہرائچ کے قانون ساز اسمبلی حلقہ مٹیرا کی نمائندگی کرتے ہیں۔ آپ سماج وادی پارٹی سے رکن ممبر اسمبلی ہے۔

یاسر شاہ کی ابتدائی تعلیم شہر بہرائچ میں ہی ہوئی۔آپ بہرائچ کے مشہور انگلش اسکول سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ انٹر کالج کے طالب علم تھے۔ جہاں آپ نے انٹر تک کی تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد آپ نے مشہور یونیورسٹی علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے ایم۔ بی۔اے۔کی سند حاصل کی۔

یاسر شاہ نے اپنا سیاسی سفر ۲۰۰۵ء میں ہوئے ضلع پنچایت بہرائچ کے لیے ہوئے انتخابات سے کیا تھا جس میں آپ کو سب سے زیادہ وٹوں سے فتح حاصل ہوئی تھی۔۲۰۰۷ء میں بہرائچ کے نانپارہ اسمبلی حلقہ سے سماج وادی پارٹی کے ٹکٹ پر انتخابات میں حصہ لیا تھا لیکن بعد میں اپنا نام انتخابات سے واپس لے لیا تھا۔۲۰۱۲ء میں بہرائچ میں نئے بنے اسمبلی حلقہ مٹیرا سے سماج وادی پارٹی کے ٹکٹ پر انتخابات میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔

۲۰۱۴ء میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ اکھلیش یادو نے یاسر شاہ کو اپنی وزارت میں شامل کیا اور وزیر توانائی کا عہدہ حاصل کیا۔آپ نے اس عہدے پر کام کرتے ہوئے ضلع اور شہر

بہرائچ میں بجلی کی سپلائی کی بہتری کے لیے شہر اور پورے ضلع میں پاور ہاؤس کا جال پھیلا دیا تھا۔ شہر بہرائچ میں بجلی کی زیر زمین سپلائی کے منسوبہ کو شروع کیا جس کی لاگت ۱۰۰ کروڑ روپئے ہے۔ اس کے علاوہ شہر میں میڈیکل کالج اور ٹرامہ سینٹر کی تعمیر شروع کرائی۔ آپ اتر پردیش کی اکھلیش یادو حکومت میں ریاست کے وزیر مملکت برائے توانائی مارچ ۲۰۱۴ء سے اکتوبر ۲۰۱۵ء تک رہے۔ نومبر ۲۰۱۵ء سے ستمبر ۲۰۱۶ء تک اتر پردیش کی اکھلیش یادو حکومت میں ریاست کے وزیر (آزاد چارج) برائے ٹرانسپورٹ رہے۔ ستمبر ۲۰۱۶ء - مارچ ۲۰۱۷ء اتر پردیش حکومت میں ریاست کے کیبینیٹ وزیر برائے سیلس ٹیکس۔ ۲۰۱۷ء میں ہوئے اسمبلی انتخابات میں آپ نے فتح حاصل کی اور مٹیرا اسمبلی حلقہ سے دوبارہ رکن اسمبلی منتخب ہوئے۔

آپ عوام میں یاسر بھائی کے نام سے مقبول ہیں۔ آپ بہت ملنسار اور خوش مزاج انسان ہیں۔ راقم نے کئی بار ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

یاسر شاہ

حکیم حاذق عبدالقدیر خاں

بہرائچ میں ایک سے ایک اعلیٰ درجہ کے حاذق حکیم ہوئے ہیں ان میں سے ایک نام حکیم حاذق الحاج عبد القدیر خاں نقشبندی مجددیؒ کا بھی ہے۔حکیم صاحب کی ولادت مقام گجرات صوبہ پنجاب میں۱۸۸۶ء میں ایک علمی خانوادے میں ہوئی تھی۔بعد میں آپ کے خاندان کے افراد اودھ کے تاریخی شہر بہرائچ آئے اور شہر کے محلّہ قاضی پورہ میں نزد جامع مسجد رہائش پزیر ہوئے۔

حکیم قدیر صاحب نہ صرف حاذق حکیم تھے بلکہ ایک نیک طبیعت،ماہر نباض ہونے کے علاوہ قوم و ملت پرست تھے اور ہمیشہ قومی اور ملی خدمات میں پیش و پیش رہے۔آپ خطہ اودھ کے مشہور دینی وتربیتی ادارہ جامعہ مسعودیہ نورالعلوم بہرائچ کے مجلس شوریٰ کے اولین صدر تھے۔ادارہ کے صدر ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اس ادارہ کو ترقی پر گامزن کرنے میں کوشاں رہے۔آپ کو ادارہ سے بہت لگاؤ تھا جس بنا پرآپ کو چارٹرم تقریباً۱۴ سال تک مجلس شوریٰ کے صدر کے عہدے پر فائز رہے۔(۱)از ابتدا۱۹۳۱ء تا اکتوبر۱۹۴۶ء (۲)از نومبر۱۹۴۴ء تا اگست ۱۹۴۵ء(۳)از مئی ۱۹۴۶ء تا جون ۱۹۴۷ء (۴)از اکتوبر۱۹۵۷ء تا دسمبر۱۹۵۸ء۔

آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مشہور بزرگ حضرت شیخ الدّلائل علامہ محمد عبد الحق مہاجر مکیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت شاہ نور محمد نقشبندی مجددیؒ کے مرید تھے۔اور انکی وفات کے بعد ایک کتابچہ ’’مختصر حالات شاہ نور محمد بہرائچیؒ‘‘ کے نام سے حضرت مولانا محفوظ

الرحمٰن نامیؒ بانی جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ کے ساتھ مشترکہ طور پر تالف کی تھی۔معتدد سماجی تنظیموں سے وابسطہ تھے۔جن میں ڈسٹرک تنظیم کمیٹی سرفہرست تھی۔جس کے آپ نائب صدر تھے۔

آپ کا خاندان شہر بہرائچ ،بجنور ،نانپارہ ،بلرام پور میں آباد ہے۔لیکن حکیم حاذق عبدالقدیر خاں صاحب اپنے حصہ کی خدمات انجام دے کر بعمر ۶۷ سال بتاریخ ۱۶؍ مارچ ۱۹۶۲ء میں شہر بہرائچ کے محلّہ قاضی پورہ واقع کوٹھی پر راہی ملک عدم ہوئے۔آپ کی تدفین شہر کے مشہور قبرستان مولوی باغ واقع احاطہ شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ میں آپ کے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ نور محمد نقشبندیؒ کے پائینتی ہوئی۔

آپ کی یہ تاریخ وفات آپ کی خام قبر کے کتبہ پر لکھی ہوئی ہے۔

''ھوالغفورالرحیم القدیر''

۱۹۶۲ء

الحاج ماسٹر معین الدین انصاری

الحاج ماسٹر معین الدین انصاری صاحب آزاد انٹر کالج کے مشہور استاد ہونے ساتھ ساتھ ہمارے پورے خاندان کے استاد تھے۔ ہمارا پورا خاندان تین نسلوں کو آپ نے پڑھایا تھا۔ جس کی وجہ سے پورا خاندان انہیں ادب سے ''گروجی'' کے لقب سے پوکارتا تھا۔ صرف ہمارا ہی خاندان نہیں بالکہ انکے پڑھائے ہوئے زیادہ تر لوگوں کے گھروں کی کئی نسلوں کو آپنے پڑھایا اور زندگی کے آخری دن تک پڑھاتے رہے۔ لیکن جتنا قریب ہمارا خاندان رہا اتنا کوئی بھی آپ کے قریب نہ رہا۔ عیدالفطر اور عیدالضحٰی کے موقع پر آپ ہمارے خاندان کے لوگوں کو ہمیشہ اپنے ہاتھ سے رومال تحفہ میں دیتے تھے جس کو آپ اپنے فن آرٹ سے سجاتے تھے۔ آپ کے اس رومال کا میں نے ہمیشہ انتظار کیا۔ آپ اگر کسی طالب علم سے کہہ دیتے کہ تم امتحان میں کامیاب ہوگے تو وہ کامیاب ہوتا اگر کسی طالب علم سے کہہ دیتے کہ تم فیل ہوگے تو وہ فیل ہو جاتا تھا۔ آپ نے جس کو جو کچھ کہا وہ بالکل سچ ثابت ہوتا۔

ماسٹر صاحب کی ولادت یکم مارچ ۱۹۳۶ء کو گورکھپور میں ہوئی تھی۔ آپ نے پڑھائی کے درمیان ہی اپنا گھر چھوڑ دیا اور بہرائچ آ گئے اور یہی سکونیت اختیار کی اور یہیں تعلیم حاصل کر کے شہر کے اقلیتی ادارہ ''آزاد انٹر کالج'' میں استاد ہو گئے جہاں سے ۱۹۹۶ء میں سکبدوش ہوئے۔ کچھ سال پہلے آپ نے حج کی سعادت حاصل کی تھی۔

۱۹۹۶ء میں سکبدوش ہونے کے بعد ۱۹۹۷ء میں جب سرسید گرلس انٹر کالج کی بنیاد رکھی گئی شروع سے آپ اس کالج سے وابستہ رہے اور تاحیات ۱۵/دسمبر ۲۰۱۶ء تک سرسید گرلس انٹر کالج میں اپنی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور ہمیشہ کالج کی ترقی

کے لئے اپنے کو وقف کیے رہے۔آپ نے اپنی وفات سے ایک دن پہلے۱۴ردسمبر ۲۰۱۶ءکو اپنے درجہ کی طلبات سے کہا کہ جس کا سامان الماری میں وہ اپنا سامان الماری سے نکال لے۔تب شاید آپ کی طلبات کو یہ نہیں پتا تھا کہ آج انکے ہر دل عزیز استاد کا کالج میں آخری دن ہیں۔ ماسٹر صاحب ہمشیہ کالج سے آکر ہمارے جمیل ماموں کی دکان پر آتے تھے اور دن بھر وہیں رہتے تھے۔

۱۵ردسمبر ۲۰۱۶ء کی صبح میں آپ ہمیشہ کے لئے ہم سب کو چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوئے۔آپ کی نماز جنازہ جامع مسجد قاضی پورہ میں ہوئی اور تدفین عیدگاہ قبرستان میں ہوئی۔جس میں کثیر تعداد میں آپ کے شاگروں نے شرکت کی تھیں۔آپ کے صاحبزدے ڈاکٹر عادل معین انصاری صاحب سے میں نے تعلیم حاصل کی ہے۔

الحاج ماسٹر معین الدین انصاری
تصویر جنید احمد نور ۲۰۱۳ء

☆☆☆

تعارف مصنف

نام: جنید احمد زرگر

قلمی نام: جنید احمد نور

نام والد: رئیس احمد چونے والے مرحوم

نام والدہ: تسنیم بانو

تاریخ ولادت: ۲ر جنوری ۱۹۹۲ء مطابق ۲۷ر جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

جائے ولادت: محلہ قاضی پورہ جنوب، شہر بہرائچ، یو۔ پی۔

پتہ: محلہ قاضی پورہ جنوب، شہر بہرائچ، یو۔ پی۔

تعلیم: سینئر سیکنڈری، IGNOU سے زیر تعلیم

مضامین: اردو ویکی پیڈیا، مضامین ڈاٹ کام اور دیگر کئی ویب سائٹس پر شائع مضامین، ہفتہ وار جدید مرکز میں شائع مضامین

موبائل: +919616502261,+919648176721

ای میل: faranjuned@gmail.com

ویب سائٹ: www.faranjunedahmad.blogspot.in